تفہیم کتاب وسنت

3

کتاب السنۃ

سنت کا مفہوم، اہمیت، تدوین، رد انکار حدیث
بدعت کی حقیقت، تردید، مروجہ بدعات اور متفرق مسائل

سنت کی کتاب



تالیف وتخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق وافادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

فقہ الحدیث پبلیکیشنز
FIQHULHADITH PUBLICATIONS

بسم الله الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

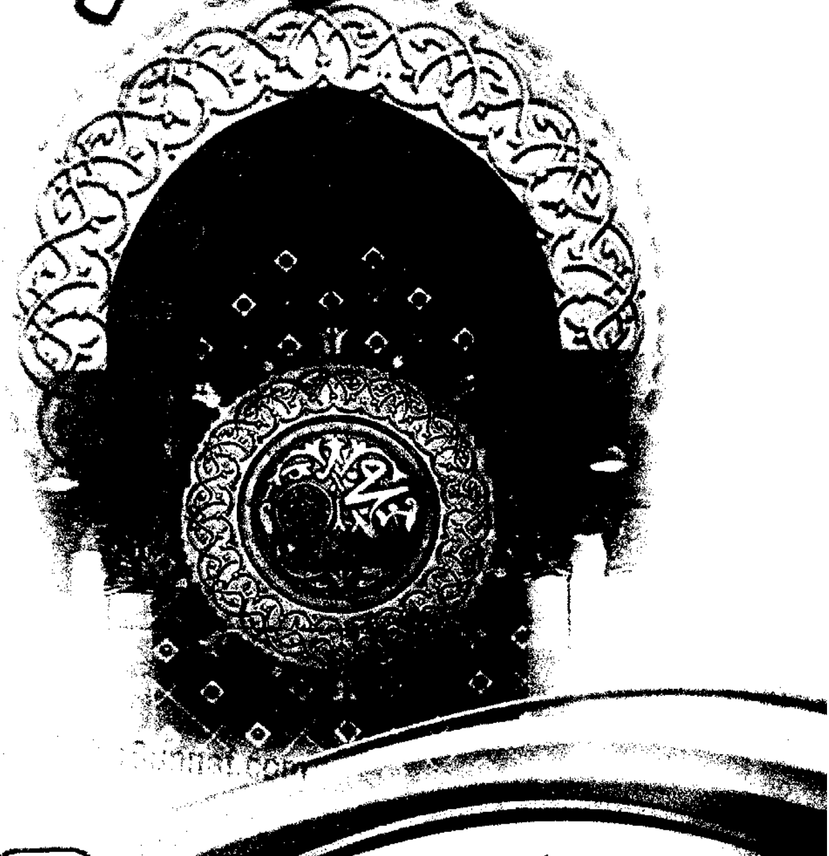
kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

تفہیم کتاب و سنت
3
کتاب السنۃ

سنت کا مفہوم، اہمیت، تدوین، ردِ انکارِ حدیث
بدعت کی حقیقت، تردید، مروّجہ بدعات اور متفرق مسائل

سنت کی کتاب



تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

FIQHUL HADITH PUBLICATIONS

تاریخ اشاعت ———— اکتوبر 2008ء

مطبوعہ ———— چاچا حمید پرنٹرز لاہور

ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور - پاکستان

Phone: **0300-4206199**

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

website: www.fiqhulhadith.com

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

Phone: **042-7321865**

E-mail: nomania2000@hotmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اسلامی تعلیمات کے اولین سرچشمے ہیں۔ کتاب اللہ اگر اسلامی قوانین کا متن ہے تو سنت اس کی تشریح و تعبیر کی حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب اللہ وحی متلو ہے تو سنت وحی غیر متلو ہے۔ کتاب اللہ کی حفاظت کا اہتمام جن پاکباز ہستیوں کے ہاتھوں ہوا سنتِ رسول کی حفاظت بھی انہی ہاتھوں انجام پائی۔ تو پھر یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ کتاب اللہ محفوظ جبکہ سنت غیر محفوظ ہے، کتاب اللہ قطعیت کا جبکہ سنت ظنیت کا فائدہ دیتی ہے اور نجات کے لیے کتاب اللہ ہی کافی ہے وغیرہ وغیرہ؟ درحقیقت کتاب و سنت دونوں لازم و ملزوم، حجتِ شرعی اور دین کے ماخذِ اول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کو کسی بھی کج بحثی سے جدا کرنے کی مذموم کوشش کرنا گمراہی میں مبتلا ہونے کا پیش خیمہ ہے اور سنت کو حجت نہ سمجھنا خود کتاب اللہ کی حجیت کا انکار ہے۔

سنت کی اسی اہمیت و ضرورت کا نتیجہ ہے کہ کتاب اللہ میں متعدد مقامات پر جہاں اطاعتِ الٰہی کا حکم ہے وہاں اطاعتِ رسول کا بھی حکم موجود ہے۔ صحابہ کرام سنت کو بھی کتاب اللہ ہی شمار کیا کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اوامر و نواہی میں پیغمبر کی اتباع کا حکم دیا ہے، پیغمبر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، پیغمبر کی اتباع کو ہدایت و نجات کا ذریعہ کہا ہے اور پیغمبر کی نافرمانی کو اعمال کے ضیاع کا باعث گردانا ہے۔ لہٰذا حکم کی تعمیل میں سنتِ رسول کا بھی وہی درجہ ہے جو کتاب اللہ کا ہے۔

سنت کے مقابلے میں بدعت ہے جو دین میں خود ساختہ ایجاد کا نام ہے۔ اگرچہ دنیاوی ایجادات ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہونے کی وجہ سے مباح محمود ہیں لیکن دین میں بطورِ عبادت ایجاد کردہ ہر نیا کام مذموم، گمراہی اور آتشِ جہنم میں داخلے کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ دین صرف وہی ہے جس پر پیغمبر آخر الزماں اور آپ کے اصحاب تھے اور جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لیکن جو کام نہ عہد رسالت میں دین تھا نہ عہد

صحابہ میں بلکہ بعد میں کسی انسان کی ایجاد ہے اس کی حیثیت اللہ کے بھیجے ہوئے دین کے مقابلے میں گمراہی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں بدعت اعمال کے ضیاع، اللہ کی لعنت، حوضِ کوثر کے پانی سے محرومی اور توبہ کی قبولیت سے محرومی کا بھی باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں بہت سے مقامات پر بدعات سے بچنے کا حکم موجود ہے۔ اور یہ واضح رہے کہ بدعات سے بچنے کے لیے بدعات کی معرفت ضروری ہے اور بدعات سے بچنے کا اولین طریقہ سنت کا التزام ہے لہٰذا سنت کی معرفت بھی ضروری ہے۔ سنت و بدعت کا علم حاصل کرنے کی اہمیت اس سے بھی عیاں ہے کہ سنت دین کی اساس جبکہ بدعت گمراہی کی اساس ہے۔ پیش نظر کتاب میں انہی دونوں اہم موضوعات پر خامہ فرسائی کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں مختلف نقشہ جات کے ذریعے چند اصطلاحاتِ حدیث اور کچھ دیگر علمی فوائد سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر مقدمہ میں حدیث وسنت سے متعلقہ قدیم وجدید جملہ مباحث 'جیسے مفہومِ حدیث، تدوین حدیث، تحقیق حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، فن تخریج، سنت اور مستشرقین، سنت اور خواتین، سنت اور علمائے برصغیر، سنت اور علامہ اقبال، سنت اور شیخ البانی وغیرہ کا بالاختصار تذکرہ کیا گیا ہے۔ سنت کے بیان میں سنت کی حقیقت، فضیلت، اہمیت، اتباع، صحابہ، صحابیات اور ائمہ کی نظر میں سنت کی اہمیت وغیرہ کا ذکر شامل ہے اور بدعت سے متعلقہ اُمور ذکر کرتے ہوئے بدعت کی حقیقت، اس سے اجتناب، اس کی مذمت، نقصانات، اسباب، اہل بدعت سے کنارہ کشی اور چند معروف بدعات جیسے موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں قارئین کے مزید استفادے کے لیے سنت وبدعت سے متعلقہ چند متفرق مسائل اور چند مشہور ضعیف احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ مزید برآں تفہیم کتاب وسنت سیریز کی سابقہ روایت کی طرح یہ کتاب بھی اپنے موضوع میں جامع اور بہت سے دلائل وحوالہ وتحقیق سے مزین ہے۔

اس کوشش کے بعد امید ہے کہ یہ کتاب جہاں عوام کے لیے مفید ثابت ہوگی وہاں اہل علم کے لیے بھی طمانیت کا باعث ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سب کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین!)

"وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه انيب"

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ: 15 اکتوبر 2008ء ، 5 شوال 1429ھ

فہرست

باب 1 سنت کی حقیقت

باب 2 سنت کی فضیلت

باب 3 سنت کی اہمیت

باب 4 کتاب وسنت کی روشنی میں اتباع سنت

باب 5 اتباع سنت اور صحابہ

باب 6 اتباع سنت اور صحابیات

باب 7 اتباع سنت اور ائمہ عظام

باب 8 بدعت کی حقیقت

باب 9 بدعت سے بچنے کا بیان

باب 10 بدعت کی مذمت

باب 11 بدعت کے خطرات

باب 12 بدعات کا ظہور اور پھیلاؤ کے اسباب

باب 13 اہل بدعت سے کنارہ کشی

باب 14 چند معروف بدعات

باب 15 سنت و بدعت کے متفرق مسائل

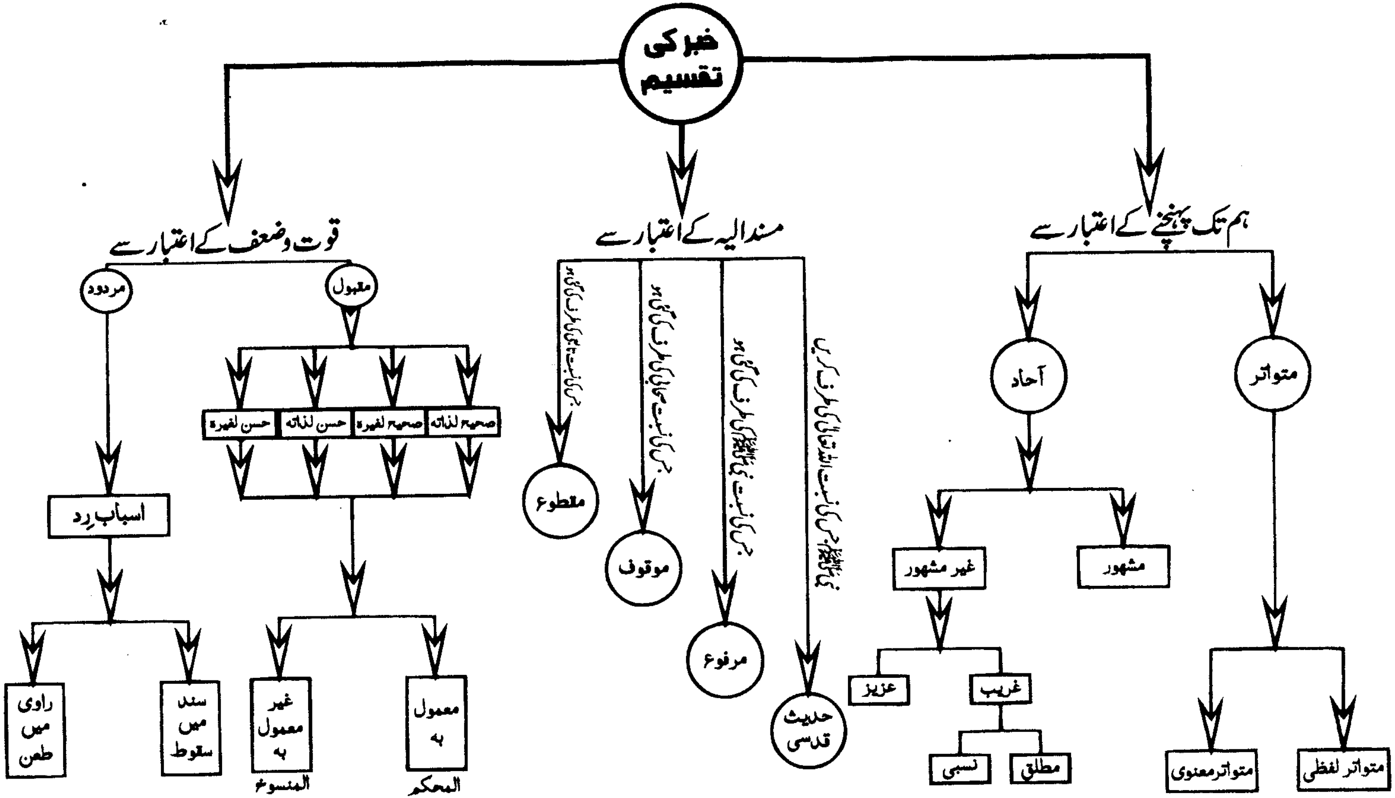
چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن، سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرررساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جزء کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

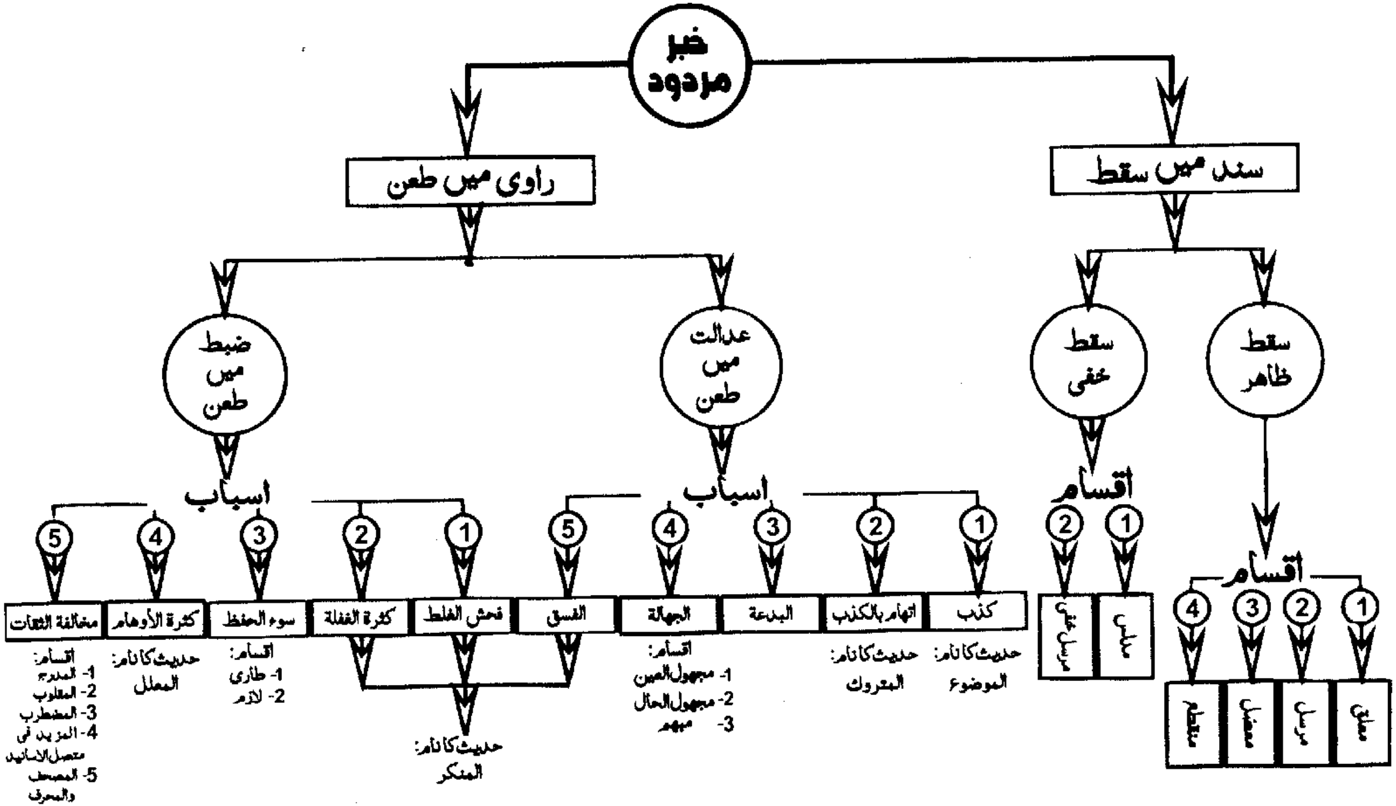
(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطھارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

حدیث کی اقسام



اسباب رد حدیث



ائمہ اربعہ اور اصحاب صحاح ستہ

اسماء	پیدائش ووفات	چند معروف اساتذہ	چند معروف تلامذہ
ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت تیمی	80ھ/150ھ	حماد بن ابی سلیمان، عطاء بن ابی رباح	قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن الشیبانی
مالک بن انس، ابوعبداللہ	93ھ/179ھ	نافع مولی ابن عمر، قطن بن وہب	محمد بن ادریس الشافعی، عبداللہ بن وہب
شافعی محمد بن ادریس، ابوعبداللہ	150ھ/204ھ	مالک بن انس، محمد بن حسن الشیبانی	احمد بن حنبل، ابوعبید القاسم بن سلام
احمد بن محمد بن حنبل، ابوعبداللہ	164ھ/241ھ	محمد بن ادریس الشافعی، ابوداود الطیالسی	بخاری، مسلم، ابوداود
بخاری محمد بن اسماعیل	194ھ/256ھ	احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحیٰی بن معین	ترمذی، مسلم، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی
مسلم بن الحجاج القشیری، ابوالحسین	204ھ/261ھ	احمد بن حنبل، بخاری، یحیٰی بن معین	ترمذی، عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رازی
ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی، ابوعبداللہ	209ھ/273ھ	ابوبکر بن ابی شیبہ، ابراہیم بن منذر، ابوزرعہ	ابراہیم بن دینار، جعفر بن ادریس
ابوداود، سلیمان بن اشعث السجستانی	000ھ/275ھ	احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، اسحٰق بن راہویہ	ترمذی، عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی
ترمذی محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ	000ھ/279ھ	بخاری، مسلم، قتیبہ بن سعید، ابراہیم الہروی	حماد بن شاکر الوراق، حسین بن یوسف الفربری
نسائی، احمد بن شعیب، ابوعبدالرحمٰن	215ھ/303ھ	سراج الدین بلقینی، شرف الدین مناوی	ابوجعفر طحاوی، ابوجعفر ابن النحاس

بکثرت روایت کرنے والے صحابہ

اسماء	ابو ہریرہؓ	عبداللہ بن عمرؓ	انس بن مالکؓ	عائشہؓ	جابر بن عبداللہؓ	عبداللہ بن عباسؓ	ابو سعید خدریؓ
تعدادِ روایات	5374	2630	2286	2210	1540	1160	1100

بکثرت روایت کرنے والے تابعین

عامر شعبیؒ	شعبہ بن حجاجؒ	عطاء بن ابی رباحؒ	عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ	سعید بن جبیرؒ	سعید بن مسیبؒ	حسن بصریؒ

کتب صحاح ستہ کی تعدادِ روایات

اسماء	صحیح بخاری	صحیح مسلم	جامع ترمذی	سنن ابو داود	سنن نسائی	سنن ابن ماجہ
تعداد روایات	7397 (مع مکررات) 2602 (بدون مکررات) بمطابق حافظ ابن حجرؒ	7563 (مع مکررات) 3033 (بدون مکررات) بمطابق فؤاد عبدالباقی	3956 (بین الاقوامی نمبرنگ) صحیح روایات: 3101 ضعیف روایات: 832 بمطابق شیخ البانیؒ	5274 (بین الاقوامی نمبرنگ) صحیح روایات: 4393 ضعیف روایات: 1127 بمطابق شیخ البانیؒ	5761 (بین الاقوامی نمبرنگ) صحیح روایات: 5314 ضعیف روایات: 447 بمطابق شیخ البانیؒ	4341 (بین الاقوامی نمبرنگ) صحیح روایات: 3503 ضعیف روایات: 948 بمطابق شیخ البانیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَۃ

حدیث و سنت کا معنی و مفہوم اور باہمی فرق

سنت کی تعریف

لغوی اعتبار سے سنت کا معنی طریقہ وراستہ ہے۔ کتاب وسنت کے بہت سے دلائل اس پر شاہد ہیں۔ اسی طرح ائمہ لغت نے بھی اس کا یہی معنی ذکر کیا ہے۔

تاہم اصطلاحِ محدثین میں سنت ہر اس قول، فعل، تقریر (۱) اور صفت خَلقیہ وخُلقیہ کا نام ہے جو نبی کریم ﷺ سے ماثور ہے۔(۲) چنانچہ امام سخاویؒ(۳)، امام بیضاویؒ(٤)، امام ابن حزمؒ(٥)، امام شاطبیؒ(٦) اور عجاج خطیب(۷) وغیرہ اہل علم نے کچھ کمی بیشی کے ساتھ سنت کی یہی تعریف ذکر فرمائی ہے۔

☜ سنت کے معنی ومفہوم کی مزید تفصیل کے لیے کتاب ہذا کا پہلا باب "باب حقیقة السنة" ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث کی تعریف

لغوی اعتبار سے لفظِ حدیث کا معنی ہے جدید، یعنی یہ قدیم کی ضد ہے۔ چونکہ قرآن قدیم ہے اور اس کے مقابلے میں احادیث جدید ہیں اس لیے مقابلۃً احادیثِ نبویہ کو ''حدیث'' کا نام دیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ(۸)،

---

(۱) جو قول یا فعل آپ ﷺ کے سامنے سرزد ہوا مگر آپ اسے جاننے کے باوجود خاموش رہے۔

(۲) [السنة قبل التدوین (ص : ۱٦، ۱۸)]

(۳) [فتح المغیث (۱۳/۱)]

(٤) [منهاج البیضاوی (ص : ٦۱)]

(٥) [الاحکام فی اصول الاحکام (٦/۲)]

(٦) [الموافقات (۳/٤)]

(۷) [السنة قبل التدوین (ص : ۱٦)]

(۸) [کما فی تدریب الراوی (ص : ٥) قواعد فی علوم الحدیث (ص : ۲٤)]

امام سخاویؒ (۱) اور امام سیوطیؒ (۲) وغیرہ نے یہی وضاحت فرمائی ہے۔

لفظِ حدیث جدید کے معنی میں کتاب وسنت میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ ﴾ [الانبیاء : ۲] ''ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے۔'' اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نماز میں بھی سلام اور اپنی ضرورت کی باتیں کر لیا کرتے تھے۔ پھر (ایک مرتبہ حبشہ سے واپسی پر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا:

﴿ فَأَخَذَنِي مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلاةَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَإِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَزَّ قَدْ أَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ ﴾ ''اس پر مجھے پرانے اور نئے کاموں کی فکر لاحق ہوئی (کہ مجھ سے کونسی غلطی ہوئی ہے؟)۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ''اللہ تعالیٰ جو بھی نیا حکم چاہتا ہے اتار دیتا ہے، اب اس نے یہ حکم اتارا ہے کہ نماز میں باتیں نہ کیا کرو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا۔''(۳)

لغت میں لفظِ حدیث کا معنی گفتگو اور بات بھی ہے جیسا کہ سورۂ نساء میں ہے کہ ﴿ فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ﴾ [النساء : ۱٤۰] ''تم ان کے ساتھ مت بیٹھو حتی کہ وہ اس کے علاوہ دوسری بات میں مصروف ہو جائیں۔'' اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

﴿ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلَ مِنْكَ ﴾ ''اے ابو ہریرہ! مجھے امید تھی کہ اس بات کے بارے میں تم سے پہلے مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا۔''(٤)

علاوہ ازیں لغت میں لفظِ حدیث کا معنی خبر، واقعہ اور قصہ بھی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ﴾ [طٰہٰ : ۹] ''کیا تیرے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر آئی۔'' اور امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ایک کتاب کا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ ((كتاب أحاديث الانبياء)) ''انبیاء کے حالات وواقعات کا بیان۔''

یہ تو تھا لفظِ حدیث کا لغوی مفہوم، تاہم اصطلاحِ شرع میں حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب قول، فعل، تقریر اور وصف کا نام ہے۔ حافظ ابن حجرؒ (۵)، امام سخاویؒ (٦) اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (۷) وغیرہ نے حدیث کا

---

(۱) [فتح المغیث (۸/۱)] (۲) [تدریب الراوی (ص : ۵)]

(۳) [**حسن صحیح** : صحیح ابو داود : ابو داود (۹۲٤) کتاب الصلاة : باب رد السلام فی الصلاة]

(٤) [بخاری (۹۹) کتاب العلم : باب الحرص علی الحدیث]

(۵) [تدریب الراوی (ص : ۵)] (٦) [فتح المغیث (۸/۱)] (۷) [مجموع الفتاوی (۱۰/۱۸)]

یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قولِ مبارک کے لیے قرآن کریم میں بھی لفظِ حدیث موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ﴾ [التحریم : ٣] ''اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے چھپا کر بات کہی۔'' یہاں لفظ حَدِيْثًا قولِ رسول کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔

حدیث وسنت کا باہمی فرق

حدیث وسنت میں محض لغوی اعتبار سے فرق ہے (جیسا کہ حدیث کا لغوی معنی جدید یا گفتگو وغیرہ ہے اور سنت کا لغوی معنی طریقہ اور سیرت ہے) اصطلاحِ محدثین میں دونوں باہم مترادف ہیں یعنی دونوں سے نبی کریم ﷺ کا قول، فعل، تقریر اور صفت مراد لی جاتی ہے، جیسا کہ درج بالا سطور میں ان دونوں کی ذکر کردہ اصطلاحی تعریفات اس بات پر شاہد ہیں۔ البتہ جو اہل علم ان دونوں اصطلاحات میں تفریق کے قائل ہیں وہ ان کے اصطلاحی معنی کے بجائے ان کا لغوی معنی ہی پیش نظر رکھتے ہیں اور سنت کو عملِ رسول اور حدیث کو قولِ رسول کے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں لیکن یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ یہ محض لغوی فرق ہے، اصطلاحاً دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

تاہم ان دونوں میں فرق وامتیاز کے لیے یوں کہا جا سکتا ہے کہ سنت نبی کریم ﷺ کے قول، فعل، تقریر اور صفت کا نام ہے جبکہ حدیث انہی اشیاء کی روایت وانتقال سے عبارت ہے۔

اتباع سنت اور حب رسول

اتباعِ سنت کا مفہوم

اتباعِ سنت یہ ہے کہ اپنی زندگی کے تمام تر معمولات نبی کریم ﷺ کی دینی تعلیمات کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے۔ بالعموم سنتِ نبوی واجب الاتباع ہے کیونکہ بحیثیتِ دین آپ نے جو کچھ بھی کیا اور ارشاد فرمایا وہ سب وحی الٰہی پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اتباعِ سنت کے لیے ہر لحہ تیار رہنا چاہیے۔ اہل ایمان کی یہی علامت ہے جبکہ اتباعِ سنت سے اعراض کرنا منافقین کا رویہ ہے۔ جو لوگ اپنی زندگیوں کو نبی ﷺ کی اتباع میں گزارتے ہیں وہ دنیا میں بھی کامیاب وکامران ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی جہنم سے چھٹکارہ پا کر جنت کی ابدی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں گے اور جو اتباعِ سنت سے روگردانی کرتے ہیں انہیں دنیا میں بھی سخت عذاب سے دوچار ہونے کی وعید سنائی گئی ہے اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اگر چہ مجموعی طور پر سنتِ نبوی کی اتباع واجب ہے، بطورِ خاص آپ ﷺ کے عمومی اوامر ونواہی اور قرآنی احکام کی تشریح وتوضیح میں پیش کردہ ارشادات وافعال وغیرہ میں۔ لیکن بعض اُمور ایسے ہیں جن میں آپ کی اتباع فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، کیونکہ ان کے حکم میں شدت نہیں بلکہ کسی قرینہ کی وجہ سے خفت ہے، بالفاظِ دیگر ان کے کرنے میں ثواب ہے جبکہ نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ کچھ اُمور ایسے ہیں جن میں آپ کی اتباع مباح وجائز ہے جیسے پسند کا کھانا، کسی وقت کی قید کے بغیر حسبِ خواہش کھانا، مرضی کا لباس پہننا اور اسی طرح کے دیگر دنیاوی اُمور وغیرہ، یہ ایسے کام ہیں کہ جن کے نہ تو کرنے میں ثواب ہے اور نہ ہی چھوڑنے میں گناہ، البتہ اگر ان کی بجا آوری میں بھی اتباع سنت کی نیت ہو تو پھر نیت کا ثواب مل جاتا ہے۔ اور کچھ اُمور ایسے ہیں جن میں آپ کی اتباع جائز نہیں کیونکہ وہ آپ کے ساتھ ہی خاص ہیں جیسے چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح وغیرہ۔

حُبِّ رسول اور اس کی اہمیت

نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر آپ سے محبت کرے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے لڑکے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے کنبے قبیلے، تمہارے کمائے ہوئے مال، وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔(۱) اور فرمانِ نبوی ہے کہ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''(۲)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے پیارے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا، اے عمر! اب بات بنی ہے۔(۳)

حُبِّ رسول کا اولین تقاضا

درج بالا شواہد سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ دنیا کی ہر ہستی سے بڑھ کر محبت کے مستحق ہیں۔ لیکن محض دل میں محبت کی موجودگی کافی نہیں بلکہ جسم پر اس کے آثار وعلامات کا اظہار بھی ضروری ہے۔ کیونکہ انسان جس سے بھی

---

(۱) [التوبة : ۲٤] (۲) [بخاری (۱٤) کتاب الایمان]

(۳) [بخاری (٦٦٣٢) کتاب الأیمان والنذور : باب کیف کانت یمین النبی]

محبت کا دعویٰ کرتا ہے عملاً اس کا ثبوت بھی پیش کرتا ہے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو پھر اسے اپنے دعوے میں جھوٹا شمار کیا جاتا ہے۔ بعینہ جو شخص نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر عملاً اس کا ثبوت پیش نہیں کرتا وہ بھی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ نبی ﷺ سے محبت کا اولین ثبوت یہ ہے کہ آپ کی سنت کی اتباع کی جائے، آپ کے احکامات پر عمل پیرا ہوا جائے اور اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کو ہی آئیڈیل سمجھا جائے۔ اگر کوئی متبع سنت نہیں تو یاد رکھئے کہ وہ لاکھ محبت کے دعووں کے باوجود جھوٹا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ... فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ [آل عمران : ۳۱] ''(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا... اور اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔''

امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے اعمال، افعال اور عقائد فرمان نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہوں اور وہ نبوی طریق پر کاربند نہ ہو تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔(۱) لہٰذا جو شخص نبی ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس پر بھی لازم ہے کہ اپنے عمل کے ذریعے محبت کا ثبوت پیش کرے۔ شیخ علی بن نایف الشحو د رقمطراز ہیں کہ نبی ﷺ کی اقتدا و اتباع، آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا، آپ کی سنت کو مضبوطی سے اپنانا، آپ کے اقوال و افعال کی اتباع کرنا، آپ کے حکموں پر عمل اور منع کردہ کاموں سے بچنا، سختی، تنگی، چستی اور ناپسندیدگی (ہر حالت) میں آپ کے آداب کا لحاظ رکھنا آپ ﷺ سے محبت کی اولین علامت ہے لہٰذا نبی ﷺ سے محبت میں سچا شخص صرف وہی ہے جس پر یہ علامت ظاہر ہو اور وہ ظاہری و باطنی طور پر متبع رسول ہو۔(۲)

اتباع سنت اور اجتناب بدعات

بدعت کا مفہوم

اتباع سنت کا مفہوم تو سابقہ عنوان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے البتہ بدعت یہ ہے کہ دین وشعائرِ دین میں لوگوں کا ایجاد کردہ کوئی ایسا قول وفعل جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ثابت نہ ہو۔(۳) یہاں یہ واضح رہے کہ دنیاوی اُمور میں نئی ایجادات جیسے جدید مشینری اور سائنسی آلات وغیرہ مذموم بدعت شمار نہیں ہوں گے بلکہ دنیاوی اُمور میں نئی ایجادات کے جواز کے حوالے سے آپ ﷺ کا یہ فرمان کافی ہے کہ ''تم اپنے دنیاوی معاملات کے

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۲/۲)] (۲) [موسوعة الدفاع عن رسول الله (۲۹۳/٤)]

(۳) [إرشاد الفحول (ص : ۳۱) تاريخ التشريع الاسلامي (ص : ٦٤) السنة قبل التدوين (ص : ۱۸)]

بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہو۔"(۱) اس لیے شرعاً بدعت وہی مذموم ہے جس کا تعلق دین سے ہو۔ بالفاظِ دیگر عبادات میں کسی نئے کام کی ایجاد ممنوع ہے معاملات میں نہیں۔

بدعات کی ایجاد... اسباب اور تاریخ

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعات کی ابتدا خوارج وشیعہ اور معتزلہ وجہمیہ کے فتنے سے ہوئی جو بعد میں رفتہ رفتہ پھیل کر مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سب سے بڑا سبب بنی۔ ان بدعات کے پھیلنے کا اصل سبب یہ تھا کہ دنیا پرست علماء نے ان بدعات کو اپنی روزی روٹی کا ذریعہ بنا کر انہیں خوب چمکایا جس سے مسلم عوام نے دھوکہ کھا کر ان کو دین کا حصہ بنا لیا۔ مسلمان بادشاہوں اور جاہل حکمرانوں نے بھی ان بدعات کی سرکاری سرپرستی کر کے عوام کو اپنا گرویدہ بنایا، جیسے محرم، میلاد النبی اور معراج کی بدعات محض سرکاری سرپرستی سے پھلی پھولیں۔

بدعات کے پھیلنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نام نہاد علما اور جاہل مفتیوں نے منبر ومحراب اور افتا ودرس کے مناصب پر قبضہ کر کے عوام کی اصلاح کے بجائے اپنی ذاتی غرض کی خاطر ان کی من گھڑت رسموں کی تائید شروع کر دی۔ علم حدیث سے بے خبری اور کتاب وسنت پر عمل وتحقیق سے دوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ ضعیف ومنکر وموضوع احادیث نے مسلم معاشرہ میں رواج عام حاصل کر لیا اور ان کے ذریعہ ان بدعات کو شرعی حیثیت حاصل ہوگئی۔

بعض لوگوں نے بدعت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے "بدعت حسنہ" اور "بدعت سیئہ" کا فلسفہ ایجاد کیا اور بدعت حسنہ کے پردے میں بدعات کا چور دروازہ چوپٹ کھول دیا اور جس کو جہاں جس کی ضرورت پڑی آنکھ بند کر کے بدعت حسنہ کے نام پر اس کو رواج دے دیا۔ یہاں تک کہ اولیا وصالحین کے بارے میں عقیدت کے غلو نے شرک جلی تک کو جائز قرار دے دیا، لوگ اولیا وصالحین کی قبروں پر سجدہ کرنے لگے، ان کی نذر ماننے لگے، ان سے فریاد کرنے لگے، ان کو تقرب الٰہی کا وسیلہ سمجھنے لگے۔ پھر تعویذ، گنڈوں کا دور شروع ہوا، فال نکلنے لگی، روحوں کی حاضری پر یقین کیا جانے لگا، لوگوں پر جن سوار ہونے لگے، ان کو بھگانے کے لیے طرح طرح کے کرتب کیے جانے لگے۔

ان بدعات کے رواج عام نے مسلمانوں میں "صوفیا" کے ایک خاص طبقے کو جنم دیا، جو مسلمانوں میں ایک مستقل مذہب بن گیا، ان جاہل صوفیا نے حلول، وحدۃ الوجود اور تصورِ شیخ کے عقیدہ کو جنم دیا۔ مختلف صوفیا نے اپنی اپنی دوکان چمکانے کے لیے سینکڑوں حلقے بنا لیے، ہر حلقے نے اپنا اپنا الگ الگ طریقہ ایجاد کیا، ان صوفیا نے مسلمانوں میں "اوتار" کی شکل اختیار کر لی، ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں پر شاندار عمارتیں بنائی گئیں جن کے صلے میں قبروں کے مجاور، جاروب کش، خدام اور سجادہ نشین کے نام کا ایک نیا طبقہ وجود میں آیا، حالانکہ ان

(۱) [مسلم (۲۳۶۳) كتاب الفضائل : باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذكره من معايش الدنيا]

ناموں سے اسلامی تاریخ نا آشنا تھی، پھر پیری مریدی کا دھندا شروع ہوا اور بیعت وخلافت واجازت کے مراتب قائم ہوئے اور شجرہ پڑھا جانے لگا۔ مراقبہ، چلہ کشی، کشف القبور، میلاد وعرس، رقص وحال، وجد وکیفیت، توجہ وعنایت جیسی من گھڑت اصطلاحات مقرر کی گئیں۔ قل شریف، قرآن خوانی، ختم خواجگاں، قصائد وذکر کرامات، وظائف واَوراد وغیرہ نے ذکرِ الٰہی وتلاوتِ قرآن پاک کی اہمیت ختم کر دی۔

اس طرح بدعات کے رواج عام نے اسلام کا ایک نیا من گھڑت ایڈیشن تیار کر لیا جو اللہ کے بھیجے ہوئے دین کے مقابلے میں ایک مستقل دین کی طرح مانا اور عمل کیا جانے لگا۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس بدعی دین اور قبوری شریعت نے اسلام کی کسی بھی چھوٹی بڑی چیز کو نہیں چھوڑا۔ توحید، اسماء حسنیٰ، رسالت، توسل، عبادات کی ہر چھوٹی بڑی شکل حتیٰ کہ وضو، نوافل، اذان، نماز، جنازہ، تعزیت، زیارت قبر، زکوٰۃ، روزہ اور حج غرض تمام احکام وعبادات میں من مانی ایجاد واختراع کر کے اسے اپنے جیسا بنا ڈالا، اس طرح بدعت کی اس یلغار نے سارے دین کی شکل وصورت بدل ڈالی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام پر یہ بہت بڑا حملہ ہے جو اسلام دشمن طاقتوں سے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اسلام کی اس بگڑی ہوئی شکل وصورت کو سنوارنے کے لیے کہیں کوئی بے چینی اور جدوجہد نہیں پائی جاتی، اسی مسخ شدہ اور شرک وبدعات سے لت پت اسلام کو کندھے پر اٹھائے لوگ اپنی اسلامی قیادت کا کاروبار چلا رہے ہیں، بلکہ اسی اسلام کو اصل قرار دے کر بعض نوزائیدہ ممالک اسلامیہ میں اسلامی نظام کے برپا کرنے کی جدوجہد بھی ہو رہی ہے۔ (۱)

بدعات کی مذمت اور ان سے بچاؤ

کتاب وسنت میں بدعات کی بہت زیادہ مذمت مذکور ہے کیونکہ بدعات جاری کرنا شریعت سازی کے مترادف ہے اور شریعت سازی کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بدعات کے اجراء کی صورت میں شریعت سازی کی کوشش کرے گا تو اسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ نیز جیسے شرک توحید کی ضد ہے اسی طرح بدعت سنت کی ضد ہے اور اگر عقیدہ وعمل کی بربادی میں شرک کا پہلا نمبر ہے تو بدعت دوسرے نمبر پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعات کے عامل کے تمام اعمال برباد کر دیئے جاتے ہیں اور پھر اسے توبہ سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ بدعتی جب بھی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو بظاہر وہ نیک عمل کر رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ عمل اسے آتش جہنم کی طرف لے جا رہا ہوتا ہے۔ وہ ہر بدعت کا ارتکاب ثواب سمجھ کر کرتا ہے اس لیے وہ کبھی بھی اس سے توبہ نہیں کرتا اور بالآخر جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ بدعتی پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور فرمانِ نبوی کے مطابق بدعتی روزِ قیامت حوضِ کوثر کے پانی سے بھی محروم رہے گا۔ بدعات انسان کو ریاکاری اور شرک میں

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم (۲۷۔۲۹)]

مبتلا کرانے کا بھی باعث بنتی ہیں کیونکہ بدعتی کے اعمال میں اکثر و بیشتر نام و نمود اور فخر و مباحات کا جذبہ نمایاں ہوتا ہے اور وہ بدعت کے اعمال ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر انجام دینے کی کوشش کرتا ہے، یوں رفتہ رفتہ اخلاص کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور عبادات میں ریا کاری کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ریا کاری' جسے حدیث میں چھوٹا شرک کہا گیا ہے' بالآخر اسے شرکِ اکبر میں میں مبتلا کرا دیتی ہے۔

اس لیے بدعات سے بچنا ضروری ہے اور اس سے بچنے کے لیے اولاً بدعات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ جب تک کسی بھی گناہ کا علم نہ ہو اس سے بچنا ممکن ہی نہیں۔ بدعات کی معرفت کے بعد ضروری ہے کہ انسان ان سے خود بچے، اپنے گھر والوں کو بچائے اور وعظ و نصیحت کے ذریعے عوام الناس کو بھی ان سے بچانے کی کوشش کرے اور ہر ممکن طریقے سے بدعات کی تردید کرے۔

اتباع سنت اور ترک تقلید

تقلید کا مفہوم

تقلید لفظ قلادہ سے ماخوذ ہے جو اُس پٹے کو کہا جاتا ہے جسے جانوروں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ لفظ انسانوں کے لیے نہیں بلکہ جانوروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ وَلَا الْقَلَائِدَ ﴾ [المائدة : ۲] ''اور پٹے پہنائے گئے جانوروں کی (بے حرمتی نہ کرو)۔'' اور حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک قاصد کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ﴿ لَا تُبْقِيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةً مِنْ وَتَرٍ أَوْ قِلَادَةً إِلَّا قُطِعَتْ ﴾ ''کسی بھی اونٹ کی گردن میں مضبوط دھاگے کا پٹہ یا کہا کہ کوئی بھی پٹہ' ہرگز نہ چھوڑنا الا کہ اسے کاٹ دیا گیا ہو۔''(۱)

اصطلاح میں تقلید یہ ہے کہ کسی کی بات کو بلا حجت تسلیم کر لیا جائے۔(۲) تقلید اور اتباع میں یہی فرق ہے کہ اتباع دلیل پر عمل کو کہتے ہیں جبکہ تقلید بلا دلیل کسی کی بات پر عمل کا نام ہے۔ اسی طرح متبع اور مقلد میں بھی فرق ہے۔ متبع وہ ہوتا ہے جو مسئلہ پوچھتے وقت اللہ اور اس کے رسول کی رائے دریافت کرتا ہے جبکہ مقلد صرف اپنے امام کی رائے پوچھتا ہے خواہ وہ رائے کتاب و سنت کے صریح خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

تقلید کی مذمت

تقلید کو شرعاً مذموم قرار دیا گیا ہے کیونکہ اسلام نے تقلید کا نہیں بلکہ اتباع کا حکم دیا ہے اور اندھی تقلید کی روش مشرکین مکہ میں تھی جو واضح دلائل سننے کے بعد بھی یہ کہا کرتے تھے کہ ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا

---

(۱) [بخاری (۳۰۰۵) كتاب الجهاد والسير : باب ما قيل في الجرس ونحوه في أعناق الإبل]

(۲) [إرشاد الفحول (ص/۳۷۸) المستصفى للغزالي (۳۸۷/۲) الإحكام للآمدي (۱۹۲/٤)]

اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔''(۱) مقلد دراصل اپنے ائمہ وعلما کو ہی حلال وحرام کا اختیار دیئے ہوتا ہے اور یہ عمل انہیں رب بنانے کے مترادف ہے جیسا کہ قرآن کریم اور صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔(۲) اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی تقلید کی مذمت میں ہی ہے کہ ''تم میں سے ہرگز کوئی کسی آدمی کی (اس طرح) تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے اور اگر وہ کفر کرے تو یہ بھی کفر کرے (کیونکہ) بلاشبہ برائی میں تو کوئی بھی شخص نمونہ نہیں ہوتا۔''(۳)

حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ ائمہ جن کی آج تقلید کی جا رہی ہے وہ بھی تقلید کو نہ صرف باطل قرار دیتے تھے بلکہ اپنے ساتھیوں کو تقلید سے منع بھی کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں امام شافعیؒ بہت ہی زیادہ سخت تھے وہ صرف صحیح احادیث کی اتباع کی ہی تاکید کیا کرتے تھے۔(٤) امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''جسے میری دلیل کا علم نہ ہو اسے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔''(٥) امام مالکؒ کا یہ فرمان معروف ہے کہ ''میری جو رائے قرآن وحدیث کے مطابق ہو اسے قبول کرلو اور جو قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔(٦) اور امام احمدؒ یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ ''میری تقلید نہ کرو اور نہ مالک' شافعی' اوزاعی' اور ثوری کی تقلید کرو بلکہ وہاں سے مسائل اخذ کرو جہاں سے انہوں نے اخذ کیے ہیں۔''(۷) لہٰذا اگر مقلدین اپنے ائمہ کی تقلید میں سچے ہیں تو انہیں چاہیے کہ ائمہ کی درج بالا نصیحتوں پر عمل کریں۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ امت میں اختلاف وانتشار کا آغاز اسی وقت ہوا جب اتباع واطاعت چھوڑ کر اس کی جگہ تقلید شخصی کو اختیار کر لیا گیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے امام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیچھے چھوڑ کر اپنے اپنے بنائے ہوئے اماموں کے نام پر مختلف مذاہب کی بنیاد رکھی گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ تقلید کی آمد سے پہلے مسلمانوں کی جنگیں کفار سے ہوا کرتی تھیں لیکن اس کی آمد کے بعد مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں کا آغاز ہوگیا جو تاحال جاری ہے۔ وطنِ عزیز پاکستان میں نفاذِ اسلام کی راہ میں بھی سب سے بڑی رکاوٹ تقلید ہی ہے کیونکہ یہاں جب بھی نفاذِ اسلام کی کوشش کی گئی ہر مذہب کے پیروکار قرآن وسنت چھوڑ کر اپنے اپنے مذہب کی کتابیں پیش کرتے رہے۔ لہٰذا ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اتباع واطاعت اتحاد برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے جبکہ تقلید اختلاف وانتشار کا۔

اندھی تقلید یا اتباعِ سنت؟

تقلید کرنی چاہیے یا اتباع؟ یہ فیصلہ کرنے کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے اتباع امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی

(۱) [الزخرف : ۲۲]
(۲) [التوبة : ۳۱] ، [ترمذی (۳۰۹۵)]
(۳) [أعلام الموقعين (۱۷۲/۲)]
(٤) [الاحکام لابن حزم (صفحة : ۱۱۸)]
(٥) [حاشية ابن عابدين (۶۳/۱)]
(٦) [جامع لابن عبد البر (۳۲/۲)]
(۷) [أعلام الموقعين (۱۷۸/۲)]

ہے جبکہ تقلید اپنے اپنے خودساختہ امام کی ۔ نیز صحابہ کرام کا طرزِ عمل بھی دیکھ لینا چاہیے (جنہیں دنیا میں ہی جنتی ہونے کی گارنٹی دی گئی تھی اور فرمانِ نبوی کے مطابق ان کا زمانہ سب سے بہترین زمانہ تھا) وہ کس امام اور فقہ کے مقلد تھے؟ یقیناً وہ صرف متبع سنت ہی تھے۔ لہٰذا نجات کے لیے اتباع کی ضرورت ہے تقلید کی نہیں۔ تقلید کو لازم قرار دینے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس دین کی تکمیل عہد رسالت مآب میں ہوئی تھی اس میں تقلید موجود نہیں تھی بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے اور دین میں کوئی بھی خودساختہ ایجاد گمراہی کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتی ۔ تاہم ائمہ کرام نے کتاب وسنت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو اجتہاد کیے ہیں ان سے استفادہ ضرور کرنا چاہیے اور یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ بوقت ضرورت آئندہ بھی اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔

اتباع سنت اور اجتہاد

اجتہاد کا مفہوم

اجتہاد کا لفظی معنی ہے کسی کام کی انجام دہی میں بھرپور کوشش کرنا۔ اور اصطلاحاً اجتہاد انسانی زندگی میں پیش آمدہ مسائل کے بارے میں الہامی رہنمائی کے لیے اس انتہائی ذہنی کدوکاوش کا نام ہے جس کا مدار تو کتاب وسنت ہی ہوتے ہیں لیکن مجتہد کو اس بارے میں کتاب وسنت کی واضح صریح نصوص نہ ملنے پر کتاب وسنت کی وسعتوں اور گہرائیوں میں اترنا پڑتا ہے۔ اگر غوروفکر کی گیرائی اور گہرائی شریعت کی مہیا کردہ رہنمائی کی تلاش کے لیے نہ ہو تو اسے اجتہاد کی بجائے 'تدبیر' کہتے ہیں ۔ پھر اگرچہ نبی کو بھی نت نئے پیش آمدہ بہت سے مسائل میں اللہ کی رضا معلوم کرنے کے لیے ایسی ذہنی تگ وتاز سے ضرور واسطہ پڑتا ہے لیکن چونکہ اللہ عاصم (بچانے والا) اور نبی معصوم (بچایا ہوا) ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کو استصواب کے ذریعے ایسی اجتہادی غلطی پر قائم رہنے سے بھی تحفظ فرمادیا ہے اس لیے اصطلاحِ شرع میں نبی کا اجتہاد 'سنت وحدیث' کہلاتا ہے جو انسانی کاوشِ اجتہاد وفقہ کی بجائے شریعت کا حصہ ہے۔

چونکہ غیر نبی کے لیے اجتہاد میں انسانی تگ وتاز کا یہ پہلو صحت وخطا کے احتمال سے خالی نہیں ہوسکتا اور بسا اوقات وہ الہامی ہدایت کے بجائے صرف دنیاوی تدبیر کے زمرے میں داخل ہوجاتا ہے، اس لیے علمائے دین اس کے بارے میں بڑے محتاط ہیں اور وہ نہ تو ہرایرے غیرے کو اجتہاد کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی اس بارے میں سابقہ ذخیرۂ فقہ سے ناآشنائی کو برداشت کرتے ہیں ۔ اسی بنا پر جدید دانشور طبقہ انہیں قدامت پرستی کا طعنہ دیتا ہے حالانکہ ؏ ز تقلید عالمانِ کم نظر اقتداء بر رفتگان محفوظ تر ۔(۱)

(۱) [مزید دیکھئے : ماهنامه محدث جلد ۳۲/ عدد ۸ : (ص : ۴۰)]

اجتہاد کی ضرورت

اجتہاد کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب کسی جدید پیش آمدہ مسئلہ کا کوئی واضح حل کتاب وسنت میں موجود نہ ہو (جیسے سگریٹ نوشی، بلیرڈ کھیلنا اور اسلامک بینکنگ وغیرہ)۔ اس صورت میں مجتہد کو نصوصِ کتاب وسنت میں ہی غور وفکر کر کے اس مسئلے کا کوئی ایسا حل پیش کرنا ہوتا ہے جو کتاب وسنت کے منافی نہ ہو بلکہ ان کے تابع ہی ہو۔ تاہم جن مسائل کے متعلق شریعت میں قطعی الثبوت دلائل موجود ہوں ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں مثلاً نماز' روزہ' زکوۃ' اور حج وغیرہ۔

اجتہاد کا آغاز وارتقاء

اجتہاد کا آغاز عہد رسالت میں ہی ہو گیا تھا جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز عصر ادا کرنے کا حکم دیا مگر بعض صحابہ نے نماز کا وقت ہو جانے کی وجہ سے راستے میں ہی نماز عصر ادا کر لی، انہوں نے اجتہاد سے کام لیا۔ پھر جب نبی ﷺ کو یہ علم ہوا تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔(۱)

عہد رسالت کے بعد صحابہ کرام کا دور آیا تو وہ بھی نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کرتے رہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارضِ عراق کی تقسیم کے بارے میں اجتہاد کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گمشدہ اونٹ کے بارے میں اجتہاد کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سامان ضائع کرنے والے کاریگر کے بارے میں اجتہاد کیا (ان تمام امثلہ کی تفصیل کتب اصول فقہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے)۔

صحابہ کرام کے بعد ان کے تلامذہ تابعین اور تبع تابعین کا دور آیا تو وہ بھی اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اجتہاد کرتے رہے۔ اگرچہ احکام کے استنباط میں ان کے رجحانات مختلف تھے مگر وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ احکامِ شریعت کی بنیاد کتاب وسنت ہی ہے۔ یوں علم فقہ نے نشو ونما پائی اور جس قدر جدید مسائل پیش آتے گئے اسی قدر ان کو حل کرنے کی فقہی کاوشیں رنگ لاتی رہیں اور اس موضوع پر کتابیں مدون ہوتی گئیں۔ یہی اسلامی فقہ مسلمانوں کا قابل افتخار سرمایہ ہے۔ آئندہ بھی اجتہاد جاری ہے اور جیسے جیسے نئے مسائل پیش آتے رہیں گے ویسے ویسے ان کے حل کے لیے ہمیشہ اجتہاد ہوتا رہے گا۔

مجتہد کے اوصاف

اہل علم کے نزدیک ہر کسی کا اجتہاد معتبر نہیں بلکہ صرف اسی کا اجتہاد قابل اعتماد ہے جس میں مجتہد کے اوصاف پائے جائیں۔ اہل علم نے مجتہد کے جو اوصاف ذکر کیے ہیں ان میں سے چند پیش خدمت ہیں:

---

(۱) [بخاری (۹٤٦) کتاب الجمعة : باب صلاة الطالب والمطلوب راكبا وايماء]

(1) مجتہد عقیدے کے اعتبار سے صحیح ہو کسی شخص یا گروہ کی تقلید میں جکڑا ہوا نہ ہو۔
(2) عربی زبان اس قدر سمجھ سکتا ہو کہ اسے عربی عبارتوں کے الفاظ' کلام کے مختلف اسلوب جاننے میں مشکل پیش نہ آئے۔
(3) اسے قرآن مجید کا علم ہو۔یعنی اسباب نزول' ناسخ منسوخ اور علم تفسیر وغیرہ کا ماہر ہو۔
(4) وہ سنت کا علم بھی رکھتا ہو۔یعنی صحیح ضعیف کا علم' علم رجال' علم اصول حدیث اور ناسخ منسوخ وغیرہ۔
(5) اسے علم ہونا چاہیے کہ کن مسائل میں اجماع ہو چکا ہے اور کن میں اختلاف ہے۔
(6) مقاصدِ شریعت' احکام کی علتوں اور نصوص کی حکمتوں کا علم رکھتا ہو۔
(7) علم اصول فقہ اور مآخذ شریعت سے احکام مستنبط کرنے کے طریقے جانتا ہو۔
(8) اس میں اجتہاد کی فطری استعداد بھی موجود ہو۔

تدوین حدیث وسنت اور اس کا آغاز وارتقاء

تدوین حدیث وسنت کا مفہوم

سنت قرآن کی تشریح وتعبیر ہے۔اس لیے جہاں قرآن کی حفاظت ضروری ہے وہاں اس کی تشریح وتعبیر کی حفاظت بھی ضروری ہے۔حدیث وسنت کی اسی اہمیت کے پیش نظر ابتدائے اسلام سے ہی مسلمانوں نے پوری محنت اور اخلاص کے ساتھ حفاظتِ حدیث وسنت کی ہر ممکن کوشش کی اور پھر مختلف اَدوار میں مختلف طریقوں سے اس حفاظت کا سلسلہ جاری رہا۔اسی کا نام تدوین حدیث وسنت ہے۔

تدوین حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب

قبل ازیں کہ تدوین حدیث کے مختلف مراحل اور طریقوں پر بحث کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تدوین حدیث پر ایک بظاہر وقیع اعتراض اور اس کا جواب نقل کر دیا جائے۔تدوین حدیث پر منکرین حدیث کی طرف سے کیا جانے والا ایک اعتراض یہ ہے کہ نبی ﷺ نے تو کتابتِ حدیث سے منع فرما دیا تھا۔[1] اسی باعث بہت سے بزرگ صحابہ بھی حدیث تحریر کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حدیث نہ تو عہد نبوی میں تحریر کی گئی ہوگی اور نہ ہی عہد صحابہ میں۔تو پھر حدیث کا اتنا بڑا ذخیرہ کہاں سے آگیا؟ یقیناً یہ بعد کی ہی پیداوار ہوگا۔

اس کا جواب اہل علم نے یوں دیا ہے کہ

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷٤۳٤)]

اولاً: کتابتِ حدیث کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں منسوخ کر دی گئی۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر خود صحابہ سے فرمایا تھا کہ "ابو شاہ کو (احادیث) لکھ کر دو۔"(۱) ایک مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ احادیث لکھ لیا کرو کیونکہ ان ہونٹوں سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔(۲) اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ احادیث تحریر فرمایا کرتے تھے۔(۳)

ثانیاً: کتابتِ حدیث کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ کہیں حدیث کا قرآن کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے۔ لیکن جب مکمل قرآن مدون ہو گیا اور یہ خطرہ جاتا رہا تو کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی گئی۔

ثالثاً: ایک توجیہ اہل علم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت صرف قرآن اور حدیث کو ایک ہی صحیفہ میں اکٹھا لکھنے کی تھی کیونکہ یہ خدشہ تھا کہ کہیں دونوں کو قرآن ہی نہ سمجھ لیا جائے۔ جبکہ دونوں کو الگ الگ لکھنے کی ممانعت نہیں تھی۔

رابعاً: آخری بات یہ ہے کہ حجیت حدیث وسنت کے لیے تحریر کی شرط خود ساختہ ہے، قرآن وسنت نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی۔ جبکہ اس کے برعکس نبی ﷺ جب صحابہ کو مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرماتے تو ہر ایک کو تحریری مواد مہیا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اکثر وبیشتر آپ کے زبانی ارشادات ہی ان کے لیے دعوت وتبلیغ کا منبع ہوا کرتے تھے۔ لہٰذا دین میں اصل حجت ناقل کی ثقاہت ہے منقول تحریر ہو یا تقریر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

بہر حال جب یہ ثابت ہو گیا کہ منکرین حدیث کا درج بالا اعتراض باطل وبے بنیاد ہے اور عہد نبوی، عہد صحابہ اور دیگر اَدوار میں حدیث تحریر کی جاتی رہی تو اب اس کے مختلف مراحل کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

تدوین حدیث کے مختلف مراحل

پہلا مرحلہ (شخصی وذاتی صحائف):

حدیث کی اولین تدوین صحابہ کرام کے صحائف شمار کیے جاتے ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا صحیفۂ صادقہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا (ہمام بن منبہ کا روایت کردہ) صحیفہ ھمام بن منبہ۔ ان دونوں صحائف کو پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ (آف پیرس یونیورسٹی) نے ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے اور ان دونوں میں موجود تمام احادیث مسند احمد میں بھی موجود ہیں۔ ان صحائف کے علاوہ صحیفۂ جابر بن عبد اللہ، صحیفۂ عمرو بن حزم اور صحیفۂ انس بن مالک کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نیز ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کے بیان کے مطابق ۵۲ کے قریب صحابہ ایسے تھے جن کے پاس یا تو کچھ نہ کچھ حدیث تحریری شکل میں موجود تھی یا ان سے ان کے تلامذہ یعنی تابعین

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابو داود، ابو داود (۲۰۱۷) کتاب المناسك: باب تحریم حرم مکة، ترمذی (۲۶۶۷)]

(۲) [**صحیح**: صحیح الجامع الصغیر (۱۱۹۶) السلسلة الصحیحة (۱۵۳۲) ابو داود (۳۶۴۶)]

(۳) [**صحیح**: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۶۶۸) کتاب العلم: باب ما جاء فی الرخصة فیه]

نے حدیث سن کر تحریر کی تھی۔

ان صحائف کے علاوہ نبی کریم ﷺ جو مختلف مواقع پر معاہدات، احکام و ہدایات اور خطوط و مکاتیب وغیرہ لکھواتے ہنر مند صحابہ انہیں بھی الگ الگ یا مجموعوں کی صورت میں تحریری طور پر محفوظ فرما لیتے۔ جیسے امان نامہ سراقہ بن مالک، ابوشاہ کے لیے احکام، انس رضی اللہ عنہ کے لیے ہدایات، صلح نامہ حدیبیہ، بلال بن حارث کے لیے دستاویز اور بنو اسد کے نام خط وغیرہ۔ مزید برآں کچھ کتابیں بھی آپ ﷺ کے عہد میں زیر تحریر آ چکی تھیں جیسے کتاب الصدقہ (جسے آپ نے خود تحریر کرایا تھا)، کتاب سعد بن عبادہ اور کتاب معاذ بن جبل وغیرہ۔

معلوم ہوا کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں تدوین حدیث بالکل ابتدائی شکل میں تھی جو بطورِ فن کے نہیں بلکہ بطورِ یادداشت کے تھی۔ ان اَدوار میں دو طرح سے کام ہوا۔ ایک متفرق طور پر احادیث مدون کی گئیں جیسے معاہدات و مکاتیب وغیرہ اور دوسرے متعدد شخصی صحائف کی صورت میں حدیث مدون ہوئی۔

❀ دوسرا مرحلہ [۷۵ھ تا ۱۲۵ھ (موضوعی رغیر موضوعی تدوین حدیث)]:

عہد صحابہ و تابعین میں کتابتِ حدیث کا کام شروع تو ہو چکا تھا مگر شخصی نوعیت کا تھا لیکن جب عمر بن عبد العزیزؒ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے سرکاری سطح پر احادیث کی تدوین کا کام شروع کیا۔ جس کے نتیجے میں متعدد کتبِ حدیث مدون ہو کر سامنے آئیں جیسے کتب قاضی ابی بکرؒ، رسالہ سالم بن عبداللہؒ فی الصدقات، دفاتر الزہریؒ، مکحولؒ کی کتاب السنن اور ابواب الشعبیؒ وغیرہ۔ تدوین حدیث کے اس مرحلے میں عموماً موضوعاتی ترتیب کا لحاظ رکھے بغیر کتب مدون کی گئیں لیکن بعض جامعین نے موضوعاتی ترتیب کا بھی اہتمام کیا۔ اس کی مثال امام شعبیؒ کی کتاب "الابواب" ہے جس میں انہوں نے مختلف ابواب بنائے اور پھر ہر باب کے تحت اس کے موضوع سے متعلقہ احادیث ہی یکجا کیں۔ علامہ جعفر کتانیؒ کے بیان کے مطابق ابواب کے اسلوب پر مدون ہونے والی پہلی کتاب امام شعبیؒ کی "الابواب" ہی ہے۔(۱)

اس کے علاوہ ابوالعالیہؒ، حسن بصریؒ اور زید بن علی بن حسنؒ وغیرہ کی مبوب کتب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس دور میں مبوب کتب کی ابتدا تھی، اس کی ترقی یافتہ شکل ہمیں ۱۲۵ھ کے بعد دیکھنے کو ملتی ہے اور یہیں سے تدوین حدیث کے تیسرے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔

❀ تیسرا مرحلہ [۱۲۵ھ تا ۲۰۰ھ (فقہی ابواب کے تحت تدوین حدیث کا ابتدائی دور)]:

اس مرحلے میں تدوین حدیث کا انداز یہ تھا کہ مختلف فقہی ابواب قائم کر کے ان کے تحت ان سے متعلقہ احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال و فتاویٰ جمع کر دیے جاتے اور پھر ان تمام ابواب کو ایک تصنیفی صورت میں یکجا

(۱) [الرسالة المستطرفة (ص : ۱۰) توجيه النظر (ص : ۸)]

کر دیا جاتا۔ امام ابوحنیفہؒ کی "کتاب الآثار" جسے ان کے شاگرد قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں نے روایت کیا ہے اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔ پھر اسی اسلوب پر امام مالکؒ نے "موطا" کو ترتیب دیا اور امام سفیان ثوریؒ نے بھی اپنی کتاب "جامع سفیان" کو اسی انداز سے مرتب کیا۔ دوسری صدی ہجری کے آخر تک تدوین حدیث کا یہی اسلوب رائج رہا جس میں احادیث کے ساتھ ساتھ اقوالِ صحابہ و تابعین کو بھی ترتیب دیا گیا۔

اسلوب مسانید کا آغاز (موضوعات وابواب کے تحت تدوین حدیث کا دوسرا دور):

دوسری صدی ہجری کے اواخر اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں تدوین حدیث کا یہ اسلوب ایجاد ہوا کہ صحابہ و تابعین کے اقوال وفتاوی کے بغیر صرف احادیث کو صحابہ کے ناموں کی مناسبت سے جمع کیا جانے لگا (خواہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف)۔ اس اسلوبِ تدوین کو "مسانید" کا نام دیا گیا۔ چنانچہ محدثین کے نزدیک مسند حدیث کی وہ کتاب ہوتی ہے جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ اس کے نام کے ساتھ مذکور ہوں۔ اس انداز سے جو کتبِ حدیث مدون ہوئیں ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

1- مسند ابوداود طیالسی (م۲۰۴ھ)
2- مسند اسد بن موسی (م۲۱۲ھ)
3- مسند العبسی (م۲۱۳ھ)
4- مسند الحمیدی (م۲۱۹ھ)
5- مسند مسدد بن مسرھد (م۲۲۸ھ)
6- مسند نعیم بن حماد (م۲۲۸ھ)
7- مسند اسحق بن راھویہ (م۲۳۸ھ)
8- مسند الامام احمد (م۲۴۱ھ)
9- مسند العدنی (م۲۴۳ھ)
10- مسند بزار (م۲۹۲ھ)

ان تمام مسانید میں مسند امام احمد سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ ان کے علاوہ مسند عائشہ، مسند ابوبکر، مسند عبد بن حمید، مسند شافعی، مسند ابویعلی موصلی اور مسانید امام ابوحنیفہ بھی اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔

موضوعات وابواب کے تحت تدوین حدیث کا تیسرا دور:

اسلوبِ مسانید کے تحت بہت سی منتشر احادیث کو تو یکجا کر لیا گیا مگر اس میں دو مشکلات تھیں۔ ایک یہ کہ محض جمعِ احادیث کا اہتمام کیا گیا، صحتِ حدیث کا یکسر کوئی التزام نہ کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ احادیث کی ترتیب موضوعی نہ ہونے کی وجہ سے ان سے استفادہ کرنا مشکل تھا، کسی ایک مسئلہ کے متعلق حدیث تلاش کرنے کے لیے پورے ذخیرۂ حدیث کو کھنگالنا پڑتا۔ اس مشکل کے حل کے لیے محدثین نے موضوعات وابواب اور فقہی احکام (نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ) کی ترتیب کے مطابق احادیث کو مدون کیا۔ اس اسلوب کے تحت مدون کی جانے والی کتب کو ہم تین انواع میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اولاً ایسی کتب جن میں صحیح احادیث یکجا کرنے کا اہتمام کیا گیا جیسے امام بخاری (م۲۵۶ھ) کی صحیح بخاری

اورامام مسلم (م۲۶۱ھ) کی صحیح مسلم وغیرہ۔ان دونوں کتب کی صحت پر اجماعِ امت ہے اور انہیں تلقی بالقبول حاصل ہے۔ان ائمہ کی کتب جوامع بھی کہلاتی ہیں اور جامع حدیث کی وہ کتاب ہوتی ہے جس میں آٹھ مضامین کی احادیث یکجا ہوں۔سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، اشراط، احکام اور مناقب۔

ثانیاً: ایسی کتب جن میں صحیح احادیث کے ساتھ حسن اور ضعیف احادیث بھی جمع کر دی گئیں جیسے امام ترمذی (م۲۶۱ھ) کی جامع ترمذی اور ابن ماجہ (م۲۷۳ھ)، ابوداود (م۲۷۵ھ)، نسائی (م۳۰۳ھ)، دارمی (م۲۵۵ھ) اور دارقطنی (م۳۸۵ھ) کی کتبِ حدیث وغیرہ۔ان ائمہ کی تدوین کردہ کتب "سنن" کہلاتی ہیں اور اصطلاح میں سنن ان کتب کو کہا جاتا ہے جن میں مرفوع احادیث کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا گیا ہو۔اول الذکر چاروں کتبِ حدیث سنن اربعہ کے نام سے معروف ہیں۔

ثالثاً: ایسی کتب جن میں فقہی کتب وابواب کے مطابق احادیث جمع کی گئیں اور مرفوع روایات کے ساتھ ساتھ موقوف اور مقطوع روایات بھی یکجا کر دی گئیں یعنی فرامینِ نبویہ کے ساتھ ساتھ صحابہ وتابعین کے اقوال وفتاویٰ بھی نقل کیے گئے۔ایسی کتب "مصنفات" کہلاتی ہیں۔اس نوع کی اہم کتب میں مصنف عبدالرزاق (م۲۱۱ھ) اور مصنف ابن ابی شیبہ (م۲۳۵ھ) قابل ذکر ہیں۔

مصنف اور سنن دونوں میں فقہی احکام کے مطابق احادیث مرتب کی جاتی ہیں، ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ مصنف میں مرفوع روایات کے ساتھ ساتھ موقوف اور مقطوع روایات بھی جمع کی جاتی ہیں جبکہ سنن میں صرف مرفوع روایات ہی نقل کی جاتی ہیں۔نیز مصنف اور جامع میں یہ فرق ہے کہ جامع میں (پیچھے ذکر کردہ) آٹھ موضوعات کے متعلق احادیث ہوتی ہیں جبکہ مصنف میں صرف فقہی احکام سے متعلقہ احادیث ہی ہوتی ہیں۔

❁ تدوین حدیث کا ایک منفرد اسلوب:

مسانید، جوامع اور سنن کے علاوہ تدوین حدیث کا ایک انفرادی اسلوب "اختلاف الحدیث" ہے۔اس اسلوب کے تحت صرف ان احادیث کو جمع کیا گیا جن کے معانی ومطالب مشکل تھے اور وہ متعارض احکام پر دلالت کرتی تھیں۔بعض محدثین نے ان احادیث کو جمع کیا اور پھر ان کی مشکلات کو حل بھی کیا۔اس سلسلے کی اہم کتب میں امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) کی اختلاف الحدیث ، امام ابن قتیبہؒ (م۲۶۳ھ) کی تاویل مختلف الحدیث اور امام طحاویؒ (م۳۰۲ھ) کی مشکل الآثار اور شرح معانی الآثار قابل ذکر ہیں۔

❁ تیسری صدی ہجری میں تدوین شدہ مختلف کتب:

☜ ایسی کتب جن میں بظاہر تفاسیر کے عنوانات تھے مگر ان میں احادیث کو یکجا کرنے کا اہتمام کیا گیا جیسے:

1- تفسیر عبد الرزاق بن همام (م۲۱۱ھ) 2- تفسیر عبد بن حمید الكشي (م۲۴۹ھ)

3- تفسیر ابن ماجہ (م۲۷۳ھ) 4- تفسیر النسائی (م۳۰۱ھ)

☜ ایسی کتب جن میں عقائد سے متعلقہ احادیث جمع کی گئیں جیسے:

1- کتاب الایمان : ابو عبید (م۲۲۴ھ) 2- کتاب الایمان : ابن ابی شیبۃ (م۲۳۵ھ)

3- کتاب الایمان : امام احمد (م۲۴۱ھ) 4- خلق افعال العباد: امام بخاری (م۲۵۶ھ)

5- کتاب السنۃ: ابن ابی عاصم (م۲۸۷ھ) 2- کتاب السنۃ: امام مروزی (م۲۹۴ھ)

☜ ایسی کتب جن میں کسی ایک خاص موضوع پر احادیث یکجا کی گئیں جیسے:

1- کتاب الاموال: ابو عبید (م۲۲۴ھ) 2- کتاب العلم : ابوخیثمہ (م۲۳۴ھ)

3- کتاب الأدب : ابن ابی شیبۃ (م۲۳۵ھ) 4- کتاب الزھد: امام احمد (م۲۴۱ھ)

5- الادب المفرد : امام بخاری (م۲۵۶ھ) 6- کتاب الشکر : ابن ابی الدنیا (م۲۸۱ھ)

7- کتاب قیام اللیل: امام مروزی (م۲۹۴ھ) 8- فضائل القرآن : امام فریابی (م۳۰۱ھ)

9- کتاب العیدین: امام فریابی (م۲۲۴ھ) 10- عمل الیوم واللیلۃ: امام نسائی (م۳۰۱ھ)

❀ چوتھی صدی ہجری و مابعد:

تیسری صدی ہجری تدوین حدیث کا زرّیں دور کہلاتا ہے۔ تاہم اس کے بعد بھی یہ سلسلہ مختلف اسالیب و مناہج کے تحت جاری رہا۔ تیسری صدی ہجری اور بعد کے اَدوار میں اختیار کیے جانے والے تدوین حدیث کے چند دیگر اسالیب پیش خدمت ہیں:

معاجم: معاجم معجم کی جمع ہے۔ معجم حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو صحابہ کرام، یا شیوخ یا ان کے دیار و بلاد کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہو اور اس میں حروفِ تہجی کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ اس اسلوب پر لکھی جانے والی معروف کتب میں امام طبرانیؒ (۳۶۰ھ) کی تین معاجم (معجم صغیر، معجم اوسط، معجم کبیر) قابل ذکر ہیں۔

اربعین: ایسی کتب جن میں محدثین نے ایک باب کے تحت یا مختلف ابواب کے تحت، ایک ہی سند سے یا مختلف اسناد سے چالیس احادیث جمع کیں۔ جن کتب میں ایسی احادیث یکجا کی گئیں انہیں اربعینیات کا نام دیا گیا، جو لفظ اربعین کی ہی جمع ہے۔ اس طرح کی کتابوں میں اربعین امام آجریؒ (م۳۶۰ھ)، اربعین امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، اربعین امام ابونعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) اور اربعین امام نوویؒ (۶۷۶ھ) قابل ذکر ہیں۔

اجزاء: اجزاء جزء کی جمع ہے اور جزء اس حدیث کی کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی ایک خاص موضوع پر احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے جزء رفع الیدین امام بخاریؒ (م۲۵۶ھ) اور جزء القراءۃ امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) وغیرہ۔

اطراف: اطراف سے مراد وہ کتب ہیں جن میں محدثین نے ہر حدیث کا ایک ایسا طرف یعنی حصہ جمع کر دیا ہو

جس پر غور کرنے سے باقی ماندہ حدیث کا مضمون سمجھ میں آ سکتا ہو۔ جیسے اطراف الصحیحین ازابومسعود دمشقیؒ (م۴۰۱ھ) اور تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف از امام مزیؒ (م۷۴۲ھ) وغیرہ۔

استدراک: اس اسلوب کے تحت کسی دوسری کتاب کے مؤلف کی متروکہ روایات' جو اس کی مقررہ شرائط پر پوری اترتی ہوں' کو تلاش کر کے ایک کتاب میں مدون کیا جاتا ہے۔ اس اسلوب پر تدوین کردہ کتب میں المستدرک علی الصحیحین از امام حاکم (م۴۰۵ھ) اور المستدرک علی الصحیحین از امام ہرویؒ (م۴۳۴ھ) قابل ذکر ہیں۔

استخراج: یہ ایسا اسلوبِ تدوین ہے جس میں محدثین پہلے سے مدونہ کتبِ حدیث میں سے کسی کتاب کو اپنی سند سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ سلسلہ سند سے مدوِن کے نام کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اپنی سند کو مدون کے شیخ یا اس سے اوپر کے کسی راوی سے ملا لیتے ہیں۔ اس عمل کو استخراج کہتے ہیں۔ اس اسلوب پر تدوین کی جانے کتب میں المستخرج امام بلازریؒ (م۳۳۹ھ)، المستخرج امام اسماعیلیؒ (م۳۷۱ھ) اور المستخرج ابوعوانہؒ (م۳۱۰ھ) وغیرہ شامل ہے۔

علل حدیث: تدوین حدیث کا ایک طریقہ علل الحدیث بھی ہے۔ اس کے تحت وہ احادیث یکجا کی جاتی ہیں جو بظاہر ضعف سے خالی ہوں مگر ان میں کوئی ایسا مخفی سبب موجود ہو جو ان کی صحت کو مشکوک کرتا ہو۔ ایسی کتب میں امام ابن مدینیؒ (م۲۳۴ھ) کی کتاب العلل، امام احمدؒ (م۲۴۱ھ) کی العلل ومعرفۃ الرجال، امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) اور امام مسلمؒ (م۲۶۱ھ) کی کتاب العلل قابل ذکر ہیں۔

غریب الحدیث: اس اسلوب کے تحت وہ احادیث جمع کی جاتی ہیں جن کے متون کے الفاظ مشکل ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے احادیث کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ محدثین ایسی احادیث کو ایک کتاب میں جمع کر کے ان کے مشکل الفاظ کی وضاحت فرماتے ہیں یا پھر صرف مشکل الفاظ کے معانی ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ایسی کتب میں غریب الحدیث ازابوعمر شمر بن حمدویہ (م۲۵۶ھ)، غریب الحدیث ازابواسحٰق الحزمیؒ (م ۲۷۶ھ) اور الفائق فی غریب الحدیث از زمخشری (م۵۳۸ھ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

خلاصہ کلام

تدوینِ حدیث کا آغاز عہدِ رسالت سے ہی ہو گیا تھا اور یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ کتابتِ حدیث ممنوع ہونے کی وجہ سے ذخیرۂ حدیث بعد کی پیداوار ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت صحیفہ صادقہ اور صحیفۂ ہمام بن منبہ ہے جسے ڈاکٹر حمید اللہ نے ایڈٹ کر کے شائع کرایا ہے۔ علاوہ ازیں آج جو مصادرِ حدیث موجود ہیں یہ کسی حادثاتی عمل کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ان کی تدوین وترتیب کے پس منظر میں بہترین دفاع اور اعلیٰ وارفع اغراض ومقاصد کارفرما ہیں جن کے تحت مختلف نوعیت کے اسالیب ومناہج پر احادیث کی تدوین ہوئی۔ نیز احادیث کی تدوین محض دینی

تقاضوں، دینی عوامل اور دینی محرکات کی بنا پر ہوئی ہے اور اس تدوینی عمل میں خاص قسم کا تسلسل و اتصال پایا جاتا ہے اور یہ تسلسل بطورِ خاص پانچویں صدی ہجری تک جاری رہا۔(۱)

تحقیقِ حدیث و سنت اور اس کا آغاز و ارتقاء

تحقیق حدیث کا مفہوم اور کتاب وسنت سے شہادت

تحقیقِ حدیث سے مراد ہے صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا اور ان کے رواۃ پر علمی دلائل اور مخصوص الفاظ کے ساتھ جرح وتعدیل کا حکم لگانا۔(۲) اس عمل کی اصل بنیاد کتاب وسنت نے ہی فراہم کی ہے، چنانچہ قرآن کریم نے خبروں کی جانچ پڑتال کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے کہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ [الحجرات: ٦] ''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق شخص کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام خازنؒ نے فرمایا ہے کہ ((اُطْلُبُوْا بَيَانَ الْاَمْرِ وَانْكِشَافَ الْحَقِيْقَةِ وَلَا تَعْتَمِدُوْا عَلٰى قَوْلِ الْفَاسِقِ)) ''معاملات کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف طلب کرو اور فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔''(۳)

رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کرام کو خبروں کی تحقیق وتفتیش کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے فرامین کے ذریعے انہیں خبر دینے والے کی ثقاہت وصداقت کا اہتمام کرنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا ﴿ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ﴾ ''آدمی کے گناہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔''(٤) ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ ﴾ ''مجھ پر جھوٹ مت باندھو، یقیناً جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ آگ میں داخل ہوگا۔''(٥) اسی طرح ایک اور فرمان یوں ہے کہ ﴿ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ﴾ ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ

---

(۱) [تدوین حدیث کی درج بالا معلومات ان مراجع سے تلخیص شدہ ہیں، تفصیل کے لیے ان کی طرف رجوع فرمایئے: حفاظت حدیث از ڈاکٹر خالد علوی۔ "تدوین حدیث (تاریخ، مراحل اور امتیازات)" از مولانا احمد مجتبی سلفی: علوم الحدیث مطالعہ وتعارف۔ "تدوین حدیث کے مناہج واسالیب" از عبد الحمید خان عباسی، ماہنامہ محدث (جلد ۲۷/ عدد ٦)]

(۲) [اصول منہج النقد عند اهل الحدیث (ص: ۷)]

(۳) [تفسیر الخازن (٦/۲۲۲)]

(٤) [مسلم (٥) مقدمۃ: باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، ابوداود (٤٩٩۲) ابن أبي شيبة (٨/٥٩٥)]

(٥) [مسلم (۱) مقدمۃ: باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، بخاری (۱۰٦) ترمذی (۲٦٦۰)]

باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''(۱)

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو خبروں کی تحقیق کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کے سامنے اس کا سبب بھی بیان کیا کہ عنقریب کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو جھوٹی روایات گھڑ کے ان کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔(۲)

اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو جھوٹی روایات بیان کریں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تحقیقِ حدیث کو شرعی ضرورت سمجھتے ہوئے صحابہ کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ خبروں کی تحقیق دین کا حصہ ہے، اس لیے انہیں اس میں بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔ یہی باعث ہے کہ پھر صحابہ نے پوری دقتِ نظر کے ساتھ روایت قبول کرنے میں احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ بعد ازاں تابعین اور ائمہ بھی اسی نہج پر چلتے رہے۔

عہد صحابہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ : امام ذہبیؒ رقمطراز ہیں کہ سب سے پہلے قبولِ حدیث کے سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احتیاط کا رویہ اپنایا۔(۳)

عمر رضی اللہ عنہ : ایک مرتبہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ روایت بیان کی کہ ''اگر تم میں سے کوئی کسی کو تین مرتبہ سلام کرے اور وہ جواب نہ دے تو سلام کرنے والا واپس لوٹ جائے۔'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس حدیث پر تم گواہی لے کر آؤ ورنہ تم دیکھنا کہ میں تمہارا کیا حال کرتا ہوں۔ پھر ایک اور صحابی نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر گواہی دی تب ان تشفی ہوئی۔(٤)

علی رضی اللہ عنہ : امام ذہبیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ قبولِ حدیث کے سلسلے میں بہت زیادہ محتاط تھے لہٰذا جب بھی کوئی انہیں حدیث بیان کرتا تو وہ اس سے قسم لیا کرتے تھے۔(٥)

ابن عمر رضی اللہ عنہما : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ ''جو جنازے کے پیچھے چلے گا اسے ایک قیراط ثواب ملے گا۔'' تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس وقت تک قبول کرنے میں توقف کیا جب تک عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تصدیق نہ کردی۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۱۰) کتاب العلم : باب اثم من کذب علی النبی ، مسلم (۳) ابن ابی شیبة (۷٦۲/۸)]

(۲) [مسلم (۷) مقدمة : باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملها]

(۳) [تذکرة الحفاظ (۲/۱)]

(٤) [بخاری (٦۲٤٥) کتاب الاستئذان : باب التسلیم والاستئذان ثلاثا ، معرفة السنن والآثار (۳۲/۱)]

(٥) [تذکرة الحفاظ (۱۰/۱)]

(٦) [بخاری (۱۳۲٤) کتاب الجنائز : باب فضل اتباع الجنائز]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس آئے تو ان کے سامنے قربانی کا گوشت پیش کیا گیا۔ (گھر والوں نے اسے کھانے کے جواز کے بارے میں بتایا مگر) انہوں نے وہ گوشت اس وقت تک نہ کھایا جب تک یہ تحقیق نہ کر لی کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی ہے یا نہیں۔ (۱)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ صحابہ کرام کا قبولِ حدیث کے سلسلے میں اس قدر اہتمام حدیث کے معاملے میں اپنے ساتھیوں کو متہم کرنے کی غرض سے ہرگز نہیں تھا بلکہ محض احتیاط کی غرض سے تھا تاکہ کوئی بھی ایسا کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

عہدِ تابعین

صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آیا تو وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے راستے پر ہی چلے اور نقدِ حدیث کی عمارت کو مضبوط کرنے کے لیے اس میں مزید اینٹیں لگانا شروع کر دیں تاکہ کوئی بھی کذاب، منافق یا ملحد احادیثِ نبویہ میں جھوٹ کی آمیزش نہ کر سکے۔ بطورِ خاص ان کی اس کوشش میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہوا کہ ان کے دور میں گمراہ فرقوں، منافقانہ چالوں، ملحدانہ نظریات اور بہت سے باطل عقائد کا ظہور ہو چکا تھا۔ (۲)

امام ابوحاتم ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ ''(صحابہ کرام کے بعد) ان کے راستے اور ان کے طریقے کو اہل مدینہ کے کبار تابعین نے اپنایا جن میں سعید بن مسیبؒ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ، سالم بن عبداللہ بن عمرؒ، علی بن حسین بن علیؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؒ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؒ، خارجہ بن زید بن ثابتؒ، عروہ بن زبیرؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؒ اور سلیمان بن یسارؒ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے سنت کی حفاظت، اس کی تفتیش اور تفقہ کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔'' مزید فرماتے ہیں کہ پھر اس جماعتِ تابعین سے ایک اور جماعت نے علم حاصل کیا اور وہ بھی (تحقیقِ حدیث کے سلسلے میں) انہی کے طریق پر چلی۔ ان میں امام زہریؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، ہشام بن عروہؒ اور سعد بن ابراہیمؒ شامل ہیں، البتہ ان سب میں وسعتِ حفظ، کثرتِ رحلت اور علمی بصیرت و بیداری کے لحاظ سے امام زہریؒ زیادہ ہیں۔ (۳)

عہدِ تبع تابعین

تابعین کے مذکورہ بالا طبقہ سے تبع تابعین نے علم حاصل کیا۔ اس طبقہ کے کبار علماء و محققین میں مدینہ کے

---

(۱) [**صحیح**: صحیح نسائی، نسائی (٤٤٢٧) کتاب الضحایا: باب الاذن فی ذلك]

(۲) [أسنة قبل التدوين (ص: ۱۲٤)]

(۳) [ماخوذ از، کتاب المجروحين (۳۸/۱ - ۳۹)]

مالک بن انسؒ (۹۳۔۱۷۹ھ) مکہ کے سفیان بن عیینہؒ (۱۰۷۔۱۹۸ھ) کوفہ کے امام ثوریؒ (۹۷۔۱۶۱ھ) بصرہ کے شعبہؒ (۸۲۔۱۶۰ھ) اور حماد بن زیدؒ (۹۸۔۱۷۹ھ) اور شام کے امام اوزاعیؒ (۸۸۔۱۵۸ھ) شامل ہیں۔
اس دور کے دیگر محدثین میں کوفہ کے وکیع بن الجراحؒ (۱۲۷۔۱۹۷ھ) اور ابن نمیرؒ (۱۱۵۔۱۹۹ھ) بصرہ کے یحییٰ بن سعید القطانؒ (۱۲۰۔۱۹۸ھ) اور عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (۱۲۵۔۱۹۸ھ) شام کے ابو سہر (۱۴۰۔۲۱۸ھ) اور خراسان کے عبداللہ بن مبارکؒ قابل ذکر ہیں۔

تابعین کے بعد ان اہل علم نے حفاظتِ حدیث اور تحقیقِ حدیث کے حوالے سے قابل قدر خدمات انجام دیں حتی کہ اس دور کے دو حضرات ''یحییٰ بن سعید القطانؒ اور عبد الرحمٰن بن مہدیؒ'' نے اس کام کو ایک مستقل فن کی حیثیت دی۔(۱)

عہد تدوین

تحقیقِ حدیث کے حوالے سے سب سے پہلے جس نے کلام جمع کیا وہ یحییٰ بن سعید القطانؒ ہیں جیسا کہ امام ذہبیؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ پھر ان کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے علومِ تحقیق میں بہت سی کتب تالیف کیں۔ اس طبقہ کی ابتداء یحییٰ بن معینؒ، علی بن مدینیؒ اور امام احمدؒ سے ہوتی ہے۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے خود تو کتب تالیف نہیں کیں البتہ ان کے تلامذہ نے ان سے جرح وتعدیل اور عللِ حدیث کے معارف حاصل کر کے انہیں مدون کیا۔ تاہم امام ابن مدینیؒ اور امام احمدؒ نے اس حوالے سے متعدد کتب تالیف کیں۔

ان ائمہ حدیث کے بعد جو محدثین آئے انہوں نے انہی ائمہ کی کتب کو بنیاد بنایا اور ان سے استفادہ کیا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ ''خلف ہمیشہ سلف سے استفادہ کرتے ہیں۔'' اور پھر بہت سی مطول اور مختصر کتب تالیف کی گئیں۔
اس ساری جدوجہد کے نتیجے میں تحقیقِ حدیث کے حوالے سے جو مختلف علوم وفنون وجود میں آئے ان میں اسماء الرجال، جرح وتعدیل اور اصولِ حدیث کے قواعد وضوابط قابل ذکر ہیں (ان علوم کا قدرے تفصیلی تعارف آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے)۔

فن اسماء الرجال... تعارف اور آغاز وارتقاء

اسماء الرجال کا تعارف

لفظِ اسماء جمع ہے اسم کی اور اس کا معنی ''نام'' ہے۔ رجال جمع ہے رجل کی اور اس کا معنی

---

۱) ماخوذ از، کتاب المجروحین لابن حبان (۴۰/۱)، (۵۲/۱) فتح المغیث (۳۱۹/۲)

''آدمی'' ہے۔فنِ اسماء الرجال یا علم اسماء الرجال سے مراد وہ علم ہے جس میں رواۃِ حدیث کے حالاتِ زندگی اور سیر وسوانح اس انداز سے زیرِ بحث لائے جاتے ہیں کہ ان کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ پوشیدہ نہ رہے تاکہ بآسانی ان پر مقبول وغیر مقبول ہونے کا حکم لگایا جا سکے۔(۱) بالفاظِ دیگر فن اسماء الرجال رواۃِ حدیث کی تاریخ اور سوانح عمری کا علم ہے، اس میں رواۃ کے نام ولقب، حسب ونسب، قوم ووطن، ولادت ووفات، علم وفضل اور حفظ وذکاوت وغیرہ کا بیان کیا جاتا ہے۔(۲) اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حدیث نبوی کو بیان کرنے والے راوی کون تھے؟ کس علاقے کے تھے؟ ان کا ذہن کیسا تھا؟ ان کے آداب واخلاق کیسے تھے؟ تقویٰ و پرہیزگاری میں ان کا کیا معیار تھا؟ ان کی پیدائش ووفات کب اور کہاں ہوئی؟ وغیرہ وغیرہ۔ یقیناً یہ ایک مشکل کام تھا مگر محدثین نے اپنی زندگیاں اس کام کے لیے وقف کر دیں اور طویل سفر کر کے رواۃ کے ہر قسم کے حالات اور ان کے متعلق جزوی معلومات تک جمع کر ڈالیں۔ یقیناً یہ حدیث نبوی کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اہمیت وضرورت

اس علم کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے علم حدیث کا نصف کہا گیا ہے (کیونکہ علم حدیث سند ومتن کا مرکب ہے اور سند رواۃ کے تسلسل کا ہی نام ہے تو یقیناً رواۃ کے احوال کی معرفت نصف علم ہوا)۔(۳) اس علم کے ذریعے صحیح اور ضعیف روایات میں تمیز کرنے میں مدد ملتی ہے کیونکہ صحتِ حدیث صحتِ سند کے ذریعے ہی پہچانی جاتی ہے۔(٤) کچھ اہل علم نے اس علم کو لڑائی میں مومن کے اسلحہ سے تعبیر کیا ہے(٥) اور لڑائی میں اسلحہ کی اہمیت یقیناً سب پر عیاں ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ علم امتِ محمدیہ کی ہی خصوصیت ہے اور اس کے معترف غیر مسلم سکالرز بھی ہیں چنانچہ مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر سپرنگر "الاصابة في تمييز الصحابة" کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری اور نہ ہی آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی مانند اسماء الرجال کا عظیم فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت پانچ لاکھ مسلمانوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔

اس فن کی ایجاد وتدوین میں جو عوامل کارفرما تھے ان میں فتنہ وضع حدیث کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ جب رواۃ میں کذب بیانی نے جنم لیا، قبائلی ونسلی تعصبات کی وجہ سے، یا لوگوں کو عبادات کی رغبت دلانے کے لیے یا امراء وحکام کے ہاں تقرب حاصل کرنے کے لیے، یا اپنے اپنے مذہب ومسلک کی تائید وحمایت کے لیے روایات

---

(۱) [کشف الظنون، از حاجی خلیفہ (۸۷/۱)]
(۲) [تاریخ الحدیث، از عبدالصمد صارم (ص: ۱۲۷)]
(۳) [تاریخ فنون الحدیث (ص: ۱۹۸)]
(٤) [التمهيد لما في الموطا من المعاني والاسانيد (٥٧/١)]
(٥) [فتح المغيث (٣/٣)]

گھڑی جانے لگیں تو محدثین نے اسناد اور رواۃ کے احوال کی جانچ پرکھ شروع کر دی۔(١)

فوائد

اس فن کے چند فوائد حسب ذیل ہیں:

① سیرتِ نبوی کی حفاظت۔
② ثقہ اور غیر ثقہ رواۃ کی پہچان۔
③ صحیح اور ضعیف روایات کی معرفت۔
④ متقدم اور متاخر احادیث سے شناسائی۔
⑤ متصل اور منقطع سند کی پہچان۔
⑥ رواۃ کی خوبیوں اور مراتب کی معرفت۔
⑦ رواۃِ حدیث کے حالات سے آگاہی۔

آغاز وارتقاء اور چند اہم کتب

فن اسماء الرجال کا آغاز عہد صحابہ سے ہی ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم الانساب کے ماہر تھے اور یہ علم اسماء الرجال سے ہی متعلق ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت کو یہ کہہ کر مسترد کیا تھا کہ ''ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے، ہمیں کیا معلوم کہ اس نے سچ کہا یا جھوٹ، اس نے یاد بھی رکھا ہے یا بھول گئی ہے۔''(٢)

تابعین میں علم رجال پر کلام کرنے والے چند اہل علم یہ ہیں: سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، عامر شعبی، طاؤس، حسن بصری، ایوب سختیانی، ابن عون، سلیمان تیمی، شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، وکیع بن جراح اور عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہم اللہ وغیرہ۔

تیسری صدی ہجری میں امام ابن مدینی نے ''كتاب العلل'' میں، امام احمد نے ''كتاب العلل ومعرفة الرجال'' میں، امام بخاری نے ''التاريخ'' میں، امام مسلم نے ''مقدمه صحيح مسلم'' میں اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے ''كتاب العلل'' میں علم رجال پر کلام کیا۔

چوتھی صدی ہجری میں اس فن پر امام نسائی نے ''كتاب الضعفاء والمتروكين''، محمد بن احمد بن حماد الدولابی نے ''كتاب الاسماء والكنى''، امام ابن ابی حاتم نے ''كتاب الجرح والتعديل، كتاب الكنى اور كتاب المراسيل''، امام ابن حبان نے ''كتاب الثقات اور كتاب المجروحين''، امام ابن عدی نے ''الكامل فى ضعفاء الرجال'' اور امام دارقطنی رحمہم اللہ نے ''كتاب العلل اور كتاب الضعفاء'' تحریر فرمائی۔

---

(١) [الكامل فى معرفة الضعفاء (٤/٣) مقدمة ابن الصلاح (ص: ١٨٩)]

(٢) [مسلم (٣٧٨٣) كتاب الطلاق: باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها]

پانچویں صدی ہجری میں اسماء الرجال پر ابو یوسف بن عمر بن عبد البر اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ کا کام نمایاں ہے۔

چھٹی صدی ہجری کے مؤلفینِ رجال میں سے امام بیہقی اور امام ابن جوزی رحمہما اللہ ہیں۔ علاوہ ازیں محدث عبدالغنی مقدسی نے "الکمال فی اسماء الرجال" تحریر فرمائی۔

ساتویں صدی ہجری میں امام نوویؒ نے اس فن پر گرانقدر کام کیا۔ اس حوالے سے ان کی کتاب "تهذيب الاسماء واللغات" بہت معروف ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں حافظ یوسف بن زکی مزی نے "تهـذيب الكمال"، حافظ ذہبی نے "تاريخ الاسلام، سير اعلام النبلاء اور تذكرة الحفاظ" اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البداية والنهاية" تحریر فرمائی۔

نویں صدی ہجری میں حافظ ابن حجرؒ نے اس فن میں گرانقدر کام کیا۔ ان کی کتب میں "الاصـابة فـی تمييز الصحابة، تهذيب التهذيب اور تقريب التهذيب" بہت معروف ہیں۔

دسویں صدی ہجری میں شمس الدین سخاوی اور امام سیوطی رحمہما اللہ نے اس فن پر کام کیا۔

گیارہویں صدی ہجری کے رجال کے متعلق "خلاصة الاثر فی اعيان القرن الحادی عشر" تحریر کی گئی اور بارھویں صدی ہجری میں اسماء الرجال کے متعلق "سلك الدرر فی اعيان القرن الثانی عشر" لکھی گئی۔

فنِ اسماء الرجال پر تحقیق کا یہ سلسلہ پہلی صدی ہجری سے لے کر اب تک جاری ہے۔ اس عرصہ میں حدیث اور رجال پر بے پناہ کام ہوا اور مختلف محدثین نے اس پر عمریں صرف کر دیں۔ "علم اسماء الرجال آغاز تا عصر حاضر" کے عنوان پر رفعت طاہرہ نے محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت کی زیر نگرانی ۲۰۰۴ء میں شیخ زاید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔فل کا مقالہ لکھا ہے۔ اسی طرح محترمہ سمیہ نے پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد کی زیر نگرانی "فن رجال کی منتخب تالیفات کا تحقیقی مطالعہ (تیسری تا دسویں صدی ہجری)" کے عنوان پر پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھ کر شعبہ علومِ اسلامیہ کراچی یونیورسٹی سے ۲۰۰۵ء میں ڈگری حاصل کی ہے۔ (۱) یوں علم اسماء الرجال پر مختلف جہات سے تا حال کام جاری ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

علم جرح و تعدیل... تعارف اور آغاز و ارتقاء

جرح وتعدیل کا تعارف

حدیث کی حفاظت کی غرض سے جو علوم وفنون وجود میں آئے ان میں سے ایک نہایت اہم اور مشکل علم جرح وتعدیل کا علم ہے۔ اس علم کا مختصر تعارف آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔

---

(۱) [ماخوذ از، علوم الحدیث از ڈاکٹر عبد الرؤوف ظفر (ص: ۱۹۶-۱۹۸)]

لغوی اعتبار سے جرح زخم لگانے کو کہتے ہیں۔(۱) اور اصطلاحاً رواۃِ حدیث کو ایسی صفات کے ساتھ متصف کرنے کا نام جرح ہے جن کے ذریعے ان کی عدالت اور ضبط میں کمزوری ثابت ہو جائے اور ان کی روایت ضعیف و مردود قرار پائے۔(۲)

لفظِ تعدیل لغت میں عدل سے مشتق ہے اور عدل جور (یعنی ظلم) کی ضد ہے۔ تعدیل (بروزن تفعیل) مصدر ہے اور اس کا معنی ہے کسی چیز کو درست کرنا۔(۳) اصطلاحی اعتبار سے کسی راوی پر عادل وضابط ہونے کا حکم لگانے کو تعدیل کہتے ہیں۔(٤)

علم جرح وتعدیل سے مراد وہ علم ہے جس میں رواۃِ حدیث پر بحیثیتِ قبول ورد، مخصوص الفاظ کے ذریعہ گفتگو کی جائے اور ان الفاظ کے مراتب پر بحث کی جائے۔(٥)

اسماء الرجال اور جرح وتعدیل، دونوں اصطلاحات میں بہت زیادہ مشابہت ہے، البتہ ان دونوں میں ہم یوں فرق کر سکتے ہیں کہ اسماء الرجال عام ہے اور جرح وتعدیل خاص۔ یعنی اسماء الرجال میں رواۃ کی سوانح عمری کے ساتھ ساتھ ان کی ثقاہت یا عدمِ ثقاہت کا بھی ذکر آجاتا ہے جبکہ جرح وتعدیل میں بطورِ خاص رواۃ کی ثقاہت یا عدمِ ثقاہت اور فرقِ مراتب کا ہی بیان ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

اہمیت وضرورت

دین وشریعت میں سنت کا مقام کسی پر مخفی نہیں۔ قرآن وحی جلی ہے تو سنت وحی خفی ہے، یہی بات وحی متلو اور غیر متلو کے الفاظ سے بھی تعبیر کی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن کی تشریح وتفسیر بھی سنتِ نبوی میں ہی موجود ہے۔ یہی باعث ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کو امتِ مسلمہ کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے اور آپ کی اطاعت واتباع کو واجب کیا گیا ہے۔ ان اُمور کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جیسے آپ کی تعلیمات آپ کے زمانہ کے لوگوں کے لیے واضح اور نمایاں تھیں ویسے تا قیامت آنے والے لوگوں کے لیے بھی نمایاں اور محفوظ ہوں۔ مزید برآں آپ کا یہ فرمان ''جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے'' بھی آپ کی تعلیمات کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔ چنانچہ اسی حفاظت کی غرض سے محدثین کی محنتِ شاقہ، طویل وپرصعوبت رحلات اور تحقیق وجستجو سے جرح وتعدیل کا علم وجود میں آیا اور اب یہی وہ واحد علم ہے جس کے ذریعے قرآن کے معنی وتفسیر یعنی سنتِ نبوی کو صحت وضعف کے

---

(۱) [لسان العرب (۲/۴۲۲)]

(۲) [علوم الحدیث (ص: ۲۱۷) لمحات من تاریخ السنة وعلوم الحدیث (ص: ۹۳)]

(۳) [الصحاح (۵/۱۷٦۱)]

(٤) [ضوابط الجرح والتعدیل (ص: ۱۱)]

(٥) [الحطة فی ذکر صحاح الستة (ص: ۸۹)]

اعتبار سے پرکھا جاسکتا ہے، اس کے بغیر سنت کے ثبوت وعدمِ ثبوت سے آگاہی ممکن نہیں۔

آغاز وارتقاء

جرح وتعدیل کا آغاز عہد نبوی سے ہی ہوگیا تھا اور اگر یوں کہا جائے کہ خود قرآن کریم نے اس کا آغاز کیا تھا تو بے جانہ ہوگا۔ چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت جرح وتعدیل کے اثبات کا منہ بولتا ثبوت ہے ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰] ''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔'' اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے کہ ﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا ﴾ [البقرة : ۱۴۳] ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا۔''

نبی کریم ﷺ سے بھی جرح وتعدیل ثابت ہے۔ جرح کے متعلق وہ روایت قابل ذکر ہے جس میں ہے کہ آپ نے ایک آدمی کے متعلق کہا ''اسے اندر آنے دو یہ فلاں قبیلے کا برا آدمی ہے۔''(۱) اور تعدیل کے متعلق صحیح بخاری میں موجود حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش نظر رکھا جاسکتا ہے جس میں ہے کہ آپ نے حاطب رضی اللہ عنہ کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ 'واقعی انہوں نے تمہارے سامنے سچی بات بیان کی ہے۔''(۲)

اسی طرح صحابہ کرام نے جو قبولِ حدیث کے سلسلے میں محتاط رویہ اپنایا' جس کی متعدد امثلہ سابقہ اَوراق میں ''تحقیقِ حدیث'' کے عنوان کے تحت گزر چکی ہیں' بھی اسی قبیل سے ہیں۔ بعدازاں تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین نے سند کی اہمیت کے پیش نظر اس علم کو باقاعدہ مدون کیا۔ علاوہ ازیں اس علم کے آغاز وارتقاء کی تفصیل تقریباً وہی ہے جو تحقیقِ حدیث' اور اسماء الرجال کے عنوانات کے تحت ذکر کی جاچکی ہے۔

جارح ومعدل کے اوصاف اور آداب

کسی راوی پر جرح یا تعدیل کا حکم لگانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، یہ کام صرف وہی انجام دے سکتا ہے جس میں محدثین کی مقرر کردہ شرائط اور اوصاف پائے جائیں اور وہ یہ ہیں:

① جرح وتعدیل کرنے والا شخص نیک، متقی، پرہیزگار، دیانت دار، سچا اور عصبیت سے پاک ہو۔

② جرح وتعدیل کے اسباب سے بخوبی واقف ہو۔

③ عربی کلام میں ماہر اور عربی محاورات وغیرہ سے واقف ہو، تاکہ اہل علم کے اقوال سمجھ سکے۔

مذکورہ اوصاف کے ساتھ ساتھ جرح وتعدیل کے چند آداب بھی مقرر کیے گئے ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں کہ جرح وتعدیل میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے اور کسی کے اصل مقام میں کچھ بھی کمی بیشی نہ کی

---

(۱) [بخاری (۶۰۵۴) كتاب الادب : باب ما يجوز من اغتياب اهل الفساد والريب]

(۲) [بخاری (۴۲۷۴) كتاب المغازی : باب غزوة الفتح]

جائے۔ دوسرے یہ کہ جرح صرف اتنی ہی کی جائے جتنی کی ضرورت ہے، زائد از ضرورت یا بعد از ضرورت کسی پر جرح جائز نہیں۔ (۱) تیسرے یہ کہ جرح مفسر ہو یعنی جرح وہی قبول ہوگی جس میں جرح کا سبب بھی بیان کیا گیا ہو۔

اسباب جرح وتعدیل

اسبابِ جرح وتعدیل میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن جن پر اتفاق ہے ان کا بیان پیش خدمت ہے:

تعدیل کے اسباب : ① اسلام ② بلوغت ③ عقل ④ اسباب فسق سے محفوظ رہنا ⑤ مروت ختم کرنے والی اشیاء سے بچنا

جب کسی راوی میں یہ اوصاف پائے جائیں تب اسے عادل قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن محض عادل ہونا قبولِ روایت کے لیے کافی نہیں بلکہ ضابط ہونا بھی ضروری ہے اور ضبط یہ ہے کہ راوی کا حافظہ درست ہو اور وہ پوری توجہ کے ساتھ روایت سنے اور پھر من وعن اسے آگے پہنچا دے، کسی جگہ بھی غفلت ونسیان کا شکار نہ ہو۔ ایسے راوی کو ثقہ قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کی عدالت یا ضبط میں خلل واقع ہو تو اس کی ثقاہت مجروح ہو جاتی ہے۔ جن اسباب کی بنا پر ثقاہت مجروح ہوتی ہے وہ دس ہیں، جن میں سے پانچ عدالت سے متعلقہ ہیں اور پانچ ضبط سے۔

جرح کے اسباب : ① کذب یعنی جھوٹ بولنا ② اتہام بالکذب یعنی جھوٹ کے ساتھ متہم ہونا ③ فحش غلط یعنی فاش غلطیاں کرنا ④ کثرت غفلت ⑤ فسق یعنی گناہوں میں مبتلا ہونا ⑥ وہم یعنی بہت زیادہ اوہام کا شکار ہونا ⑦ ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا ⑧ جہالت یعنی مجہول، مبہم یا مستور ہونا ⑨ بدعت یعنی بدعات کا مرتکب ہونا ⑩ سوء حفظ یعنی حافظہ خراب ہونا۔

اگر کسی راوی میں مذکورہ اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے تو اسے مجروح قرار دیا جاتا ہے اور اس کی روایت رد کر دی جاتی ہے۔

جرح وتعدیل پر چند اہم کتب

جرح وتعدیل پر کتب کی تین اقسام ہیں:

① جن میں صرف ثقہ راویوں کا ذکر ہے۔ چند ملاحظہ فرمایئے:

1- الثقات ، از ابن حبان
2- الثقات ، از ابو اسحٰق جوزجانی
3- الثقات ، از ابوالحسن عجلی
4- الثقات ، از ابوالعرب تمیمی
5- الهداية والارشاد ، از ابونصر الکلاباذی
6- تاریخ اسماء الثقات ، از ابن شاہین

---

(۱) [منهج النقد (ص : ۹۰)]

7- ذکر اسماء تابعین ، از دارقطنی
8- تذکرۃ الحفاظ ، از حافظ ذہبی

② جن میں صرف ضعیف راویوں کا ذکر ہے۔ چند ملاحظہ فرمائیے:

1- علل حدیث معرفۃ الرجال ، از ابن مدینی
2- کتاب الضعفاء ، از ابن معین
3- الضعفاء الصغیر ، از امام بخاری
4- الضعفاء والمتروکون ، از ابوزرعہ رازی
5- الضعفاء والمتروکون ، از امام نسائی
6- کتاب الضعفاء والمتروکین ، از ابن جوزی
7- کتاب الضعفاء والمتروکین ، از دارقطنی
8- میزان الاعتدال ، از حافظ ذہبی

③ جن میں دونوں طرح کے راویوں کا ذکر ہے۔ چند ملاحظہ فرمائیے:

1،2،3- التاریخ الکبیر، الاوسط ، الصغیر ، از امام بخاری
4- الجرح والتعدیل ، از ابن ابی حاتم
5- تاریخ بغداد ، از خطیب بغدادی
6- تہذیب الکمال ، از حافظ مزی
7،8- تہذیب التہذیب والتقریب ، از ابن حجر
9- اخبار اصبہان ، از ابونعیم اصبہانی

اصول حدیث ... تعارف اور آغاز وارتقاء

اصول حدیث کا تعارف

اصول حدیث سے مراد اُن اصول وقواعد کا علم ہے جن کے ذریعے سند ومتن کو قبول یا رد کرنے کی معرفت حاصل ہو۔ اس علم کا موضوع سند اور متن کا رد وقبول ہے اور اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ احادیثِ رسول میں صحیح اور غیر صحیح کے درمیان تمیز کا ملکہ حاصل ہو جائے۔ (۱)

○ یہاں یہ واضح رہے کہ سند لغوی اعتبار سے "قابل اعتماد چیز" کو اور اصطلاحی اعتبار سے "رواۃ کے اس تسلسل کو کہتے ہیں جو الفاظِ حدیث تک پہنچاتا ہے" اور متن لغت میں "سخت اور بلند چیز" کو اور اصطلاحاً "اُن الفاظِ حدیث کو کہتے ہیں جہاں جا کر سند ختم ہوتی ہے"۔

○ سند ومتن کو پرکھنے کے لیے محدثین نے پانچ بنیادی اصول وضع کیے ہیں، ان میں سے تین کا تعلق سند کی تحقیق کے ساتھ ہے اور وہ یہ ہیں:

❶ عدالتِ رواۃ پر بحث ❷ ضبطِ رواۃ پر بحث ❸ اتصالِ سند پر بحث

اور دو کا تعلق متن کی تحقیق کے ساتھ ہے اور وہ یہ ہیں:

❶ علت پر بحث ❷ شذوذ پر بحث (اگرچہ ان دونوں کا تعلق بعض اوقات سند کے ساتھ بھی ہوتا ہے)۔

---

(۱) [نزھۃ النظر (ص : ۲۲) تیسیر مصطلح الحدیث (ص : ۲۰) ضبط الحدیث ، از خالد علوی (ص : ۲۰)]

آغاز وارتقاء

عہد نبوی، عہد صحابہ وتابعین اور تبع تابعین میں قبولِ حدیث کے سلسلے میں جومحتاط رویہ اپنایا گیا، اس کے نتیجے میں جوعلوم وفنون وجود میں آئے ان میں سے ایک اہم علم اصول حدیث (یا علوم حدیث) ہے۔ اس سلسلے میں جو کتب تالیف کی گئیں ان میں سے چند اہم کا ذکر حسب ذیل ہے۔

❁ **المحدث الفاصل**: یہ کتاب ابومحمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی (۲۶۵۔۳۶۰ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب اصولِ حدیث پر لکھی جانے والی پہلی کتاب شمار کی جاتی ہے' جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے یہ بات نقل فرمائی ہے۔(۱) اس کتاب کے متعلق امام ذہبیؒ نے کہا ہے کہ یہ علومِ حدیث کی بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔(۲)

❁ **معرفۃ علوم الحدیث**: یہ کتاب ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیساپوریؒ (۳۲۱۔۴۰۵ھ) کی تصنیف ہے۔ المحدث الفاصل کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو اصولِ حدیث پر لکھی گئی۔ اور یہی وہ پہلی کتاب ہے جس کا نام ''علوم الحدیث'' رکھا گیا۔ کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ اصولِ حدیث کی جامع پہلی کتاب یہی ہے کیونکہ المحدث الفاصل علومِ حدیث کی انواع یکجا کرنے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اس میں تحمل واداء روایت کے متعلق زیادہ بیان ہے اور علومِ حدیث کی بہت سی اہم انواع اس میں موجود نہیں۔

❁ **الکفایۃ فی علم الروایۃ**: یہ کتاب حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادیؒ (۳۹۲۔۴۶۳ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب کو اصولِ حدیث کی ابتدائی معروف کتابوں میں تیسری قرار دیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کے بیان کے مطابق مصطلح الحدیث میں سب سے پہلے رامہرمزی نے' پھر حاکم نے اور پھر خطیب نے کتاب لکھی اور اس کا نام الکفایہ رکھا۔(۳)

❁ **مقدمۃ ابن الصلاح**: یہ کتاب ابوعمرو عثمان بن الصلاح الشہرزوریؒ (۵۷۷۔۶۴۳ھ) کی کاوش ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اصولِ حدیث کی ایک نئی ترتیب قائم کی جس باعث یہ بہت مقبول ہوئی اور ایک عرصہ تک اہل علم کی سرگرمیوں کا مرکز بنی رہی۔ اس کے متعلق امام نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ بہت زیادہ فوائد پر مشتمل ہے۔(۴) اس کتاب کی اہمیت وافادیت میں امام زرکشیؒ کی یہی بات کافی ہے کہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے آبِ زر کے ساتھ تحریر کیا جائے۔(۵)

اس کتاب کی اسی اہمیت کے باعث علماء کے ایک بڑے گروہ نے اس کی طرف توجہ کی۔ کچھ نے اس کی

---

(۱) [نزهة النظر شرح نخبة الفكر (ص: ۳٤)]
(۲) [سير أعلام النبلاء (۲/ ۱٦۱)]
(۳) [نزهة النظر شرح نخبة الفكر، (ص: ۲۲)]
(٤) [ارشاد طلاب الحقائق (۱/ ۱۰۸)]
(٥) [النكت على ابن الصلاح (۱/ ۹)]

شروحات، کچھ نے منظومات اور کچھ نے اختصارات کیے۔اس کی شروح میں سے چند اہم یہ ہیں:

① النکت علی مقدمة ابن الصلاح ، از زرکشی ② التقیید والایضاح ، از حافظ عراقی
③ النکت علی ابن الصلاح ، از ابن حجر ④ محاسن الاصطلاح ، از بلقینی ، وغیرہ

اس کی چند منظومات یہ ہیں:

① اقصی الامل والسول ، از تبریزی ② التبصرة والتذکرة ، از حافظ عراقی
③ المورد الاصفی ، از محمد بن عبدالرحمٰن المصری ④ سلک الدرر از رضی الدین الغزی

اس کے چند اختصارات یہ ہیں:

① الاقتراح ، از ابن دقیق العید ② المنهل الروی ، از ابن جماعہ
③ الخلاصه فی علوم الحدیث ، از طیبی ④ الملخص ، از رضی الدین الطبری
⑤ الموقظة ، از ذہبی ⑥ مختصر ، از حافظ علائی
⑦ الارشـــاد از نووی۔امام نوویؒ نے اس کا مزید اختصار ''تقریب'' کے نام سے کیا۔تدریب الراوی اسی کی شرح ہے۔(۱)

❁ **نخبة الفكر** : یہ کتاب حافظ ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانیؒ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) کی تالیف ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ حافظ ابن صلاحؒ کی علومِ حدیث کا اختصار ہے۔اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے اس کا اختصار کیا' شروحات لکھیں اور اسے منظوم انداز میں پیش کیا۔اس کتاب کی تالیف کے بعد مؤلف موصوف نے خود ہی اس کی شرح بھی کی جو نزهة النظر کے نام سے معروف ہے۔

اس کتاب کی چند دیگر شروحات یہ ہیں:

① نتیجة الفکر ، از کمال الدین شمنی ② عنوان معانی نخبة الفکر ، از ابوالفضل قاہری
③ شرح نخبة الفکر ، از ابوموسیٰ المراکشی ④ نتیجة الفکر ، از عبدالرؤف مناوی
⑤ استجلاء البصر ، از عبدالعزیز العثمانی ⑥ نتیجة النظر ، از ابن ہمات الدمشقی

اسی طرح اسے منظوم انداز میں پیش کرنے والے چند احباب یہ ہیں:

① کمال الدین محمد بن محمد الشمنی ② شہاب الدین الطوفی ③ برہان الدین المقدسی
④ ابن صدقہ ⑤ رضی الدین الغزی ⑥ منصور الطبلاوی

(۱) [مقدمة معرفة انواع علم الحديث ، (ص: ۳۰ - ۴۲)]

⑦ محمد بن اسماعیل امیر یمانی ⑧ عبداللہ بن عمر الیمانی ⑨ عثمان البقری

اس کے جو اختصارات کیے گئے ان میں سے چند یہ ہیں:

① بلغة الاریب ، از مرتضیٰ الزبیدی ② المختصر من نخبة الفکر ، از ابن برکات الاحمدی

③ مختصر النخبة ، از محمد بن مصطفیٰ ④ مختصر علوم الحدیث ، از ابن ابراہیم الوزیر (۱)

نقدِ سند و متن کے اصولوں سے متعلقہ بنیادی حیثیت کی حامل کتب تو درج بالا ہیں۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر کتب کی تالیف کا سلسلہ طویل ہے جو آج تک جاری ہے مگر اس کی بنیاد مذکورہ بالا کتب ہی ہیں۔ اس سلسلے کی چند دیگر قدیم و جدید کتب یہ ہیں:

① **تدریب الراوی** ۔ از علامہ جلال الدین السیوطیؒ۔

② **فتح المغیث** ۔ از امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ۔

③ **المقنع فی علوم الحدیث** ۔ از ابو حفص سراج الدین ابن الملقنؒ۔

④ **المنظومة البیقونیة** ۔ از علامہ عمر بن محمد البیقونیؒ ۔

⑤ **قواعد التحدیث** ۔ از علامہ جمال الدین قاسمیؒ۔

⑥ **منہج النقد فی علوم الحدیث** ۔ از ڈاکٹر نور الدین عتر۔

⑦ **قواعد المحدثین** ۔ از عبداللہ شعبان۔

⑧ **تیسیر مصطلح الحدیث** ۔ از ڈاکٹر محمود طحان۔

⑨ **علوم حدیث اور چند اہم محدثین (اردو)** ۔ از سالم قدوائی۔

⑩ **مطالعہ حدیث (اردو)** ۔ از محمد حنیف ندوی۔

⑪ **اصولِ حدیث (اردو)** ۔ از ڈاکٹر خالد علوی۔

⑫ **حدیث کی اہمیت اور ضرورت (اردو)** ۔ از خلیل الرحمٰن چشتی۔

⑬ **رسالہ اصول حدیث (اردو)** ۔ از مولانا ابوبکر بن محمد شیث جون پوری۔

⑭ **خیر الاصول فی احادیث الرسول (اردو)** ۔ از مولانا خیر محمد جالندھری۔

⑮ **تیسیر اصول حدیث** (اردو ترجمہ تیسیر مصطلح الحدیث) ۔ از ابو عمار عمر فاروق السعیدی۔

(۱) مقدمة النكت على نزهة النظر، (ص: ١٦-٢٠)

فن تخریج ... ایک تعارف

فن تخریج کا مفہوم

لفظ تخریج باب خَرَّجَ يُخَرِّجُ (بروزن تفعیل) سے مصدر ہے۔اس کا معنی ہے''نکالنا اور ظاہر کرنا'' وغیرہ۔(۱) اصطلاحی اعتبار سے اس کے مختلف مفاہیم ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

① محدث کا اپنی سند سے حدیث روایت کرنا(لفظِ تخریج کا یہ استعمال متقدمین کے ہاں تھا)۔

② کسی کتاب سے احادیث کا حسب ضرورت انتخاب کرنا(یہ استعمال متقدمین کے بعد شروع ہوا)۔

③ احادیث کی مصادرِ اصلیہ کی جانب نسبت ورہنمائی کرنا(متاخرین کے ہاں یہی معنی مستعمل ہے)۔(۲)

واضح رہے کہ آج کل تخریج سے تیسرا مفہوم ہی مراد لیا جاتا ہے۔اسے مزید یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کسی حدیث کی نسبت فرعی مصدر کی طرف ہوتو وہ تخریج نہیں ہوگی جیسے کہ مشکاۃ، بلوغ المرام یا اللؤلؤ والمرجان وغیرہ جیسی کتب کی طرف کسی حدیث کی نسبت کرنا کیونکہ یہ مصادر اصلیہ نہیں بلکہ ان میں خود دوسری کتب سے استفادہ کر کے احادیث جمع کی گئی ہیں، تاہم اگر احادیث کی نسبت اُن مصادر کی طرف کی جائے جن سے ان کتب کے مصنفین نے خود استفادہ کیا ہے تو پھر اسے تخریج کہیں گے جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ(بقول حافظ عراقیؒ)فن تخریج کا مقصدِ اعظم احادیث کی صحت وضعف کا بیان ہے،یعنی اس کے حکم کی توضیح اور اگر ایسا نہ ہوتو پھر محض مصادرِ اصلیہ کی طرف نسبت سے کچھ حاصل نہیں۔

اہمیت وضرورت

حدیث کا طالب علم اور کسی بھی طرح حدیث کی خدمت کا خواہش منداس فن سے کبھی بھی مستغنی نہیں ہوسکتا کیونکہ اسی کے ذریعے صحیح وضعیف اور ثابت وغیر ثابت روایات کا پتہ چلتا ہے،جن پر شریعت کا دارومدار ہے اور جن کے ذریعہ حلال وحرام کی تمیز ممکن ہے۔پھر یہی وہ فن ہے جو احادیثِ رسول کے مصادر اصلیہ کا پتہ دیتا ہے اور کتبِ حدیث کی انواع واقسام اور ان سے استفادہ کا طریقہ بتاتا ہے۔اس فن کے ذریعے احادیثِ رسول سے صحیح

---

(۱) [لسان العرب (۲۴۹/۲)]

(۲) [فتح المغیث ، از سخاوی (۳۱۸/۳)]

آگاہی حاصل ہوتی ہے، حدیث روایت کرنے والے مختلف ائمہ اور ان کی کتب کا پتہ چلتا ہے، حدیث کے متابعات وشواہد، علل وشذوذ، مختلف فوائد سند ومتن جیسے کثرتِ طرق، تدلیس وتحدیث، ادراج واضطراب، غریب الفاظ کی تشریح، الفاظِ متن کی کمی بیشی اور دیگر اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

طرقِ تخریج

تخریجِ حدیث کے متعدد طریقوں میں سے چند اہم یہ ہیں:

① معرفتِ راوی کے اعتبار سے۔اس طریقے میں اگر راوی کے نام کا علم ہو تو حدیث کے مصدر تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔اس طریقے میں تین طرح کی کتب معاون ثابت ہوتی ہیں مسانید، معاجم اور اطراف۔

② حدیث کے موضوع کے اعتبار سے۔اس طریقے میں حدیث کے مضمون یا موضوع کا پتہ چل جائے (جو کہ عموماً طلبائے حدیث کو پتہ ہی ہوتا ہے) تو حدیث کے مصدر تک پہنچنا ممکن ہو جاتا ہے۔اس طریقے میں جس طرح کی کتب سے استفادہ کیا جاتا ہے ان میں جوامع، سنن، مؤطات، مصنفات اور ترغیب وترہیب وغیرہ پر مشتمل کتب شامل ہیں۔

③ حدیث کے ابتدائی حصہ کی معرفت کے اعتبار سے۔ یہ طریقہ اس وقت قابل عمل ہے جب حدیث کے ابتدائی کلمات معلوم ہوں۔اس طریقے میں اُن کتب سے مدد لی جاتی ہے جنہیں حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے جیسے عام وخاص فہارس کی کتب اور زبانوں پر مشہور احادیث پر مشتمل کتب وغیرہ۔

④ حدیث کے کسی مشتق کلمہ کی معرفت کے اعتبار سے۔اس طریقے میں وہ کتابیں معاون ہوتی ہیں جن میں کلماتِ حدیث کو لغوی اعتبار سے مرتب کیا گیا ہو جیسے المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی، اس کتاب میں نو کتب (بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی اور مؤطا) کی احادیث کو اسی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے۔

چند اہم کتبِ تخریج

① نصب الراية، از امام زیلعی
② تلخيص الحبير، از حافظ ابن حجر
③ الدراية، از حافظ ابن حجر
④ البدر المنير، از ابن ملقن
⑤ تحفة الاشراف، از حافظ مزی
⑥ تخريج احاديث الاحياء، از حافظ عراقی
⑦ المقاصد الحسنة، از امام سخاوی
⑧ كشف الخفاء، از امام عجلی
⑨ سلسلة الاحاديث الصحيحة، والضعيفة، وصحيح وضعيف الجامع الصغير، از شیخ البانی

فتنہ انکارِ حدیث ... تعارف اور آغاز و ارتقاء

انکارِ حدیث کی تاریخ

فتنہ انکار حدیث دراصل رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کا مصداق ہے جس کے مطابق ایسے لوگوں کا ظہور ہوگا جو صرف قرآن کریم کی اتباع کو ہی کافی وشافی سمجھیں گے۔(۱) چنانچہ ابتداء دوسری صدی ہجری میں عراق میں اور بعدازاں تیرہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک وہند میں اس فتنہ کا ظہور ہوا۔

دوسری صدی ہجری میں خوارج اور معتزلہ کا انکارِ حدیث:

دوسری صدی ہجری میں اس فتنہ کے بانی خوارج اور معتزلہ ہیں۔ خوارج کو تاریخ اسلام کا اوّلین فرقہ شمار کیا جاتا ہے۔(۲) خوارج کی وجہ تسمیہ ان کا ائمۃ المسلمین اور اسلامی جماعات کے خلاف خروج کو حلال سمجھنا ہے۔(۳) اس فرقہ کا بنیادی عقیدہ ہی یہ تھا کہ صرف قرآن کی بات تسلیم کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حدِ رجم کا انکار کیا۔ کیونکہ اس کا ذکر قرآن میں نہیں۔ اسی بناء پر اکثر ائمہ خوارج کی تکفیر کے قائل ہیں۔ دراصل خوارج نے کچھ ایسے غلو آمیز اور انتہا پسندانہ نظریات قائم کر رکھے تھے جن کی بقاء انکارِ حدیث کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔ اس لئے وہ صرف انہی احادیث کو قبول کرتے جو ان کے عقائد کی مؤید ہوتیں اور باقی کا انکار کر دیتے تو اس طرح انکارِ حدیث کا آغاز ہوا۔(۴)

انکارِ حدیث کے آغاز کے سلسلے میں دوسرے جس فرقے کا نام لیا جاتا ہے وہ معتزلہ ہے۔ معتزلہ کی وجہ تسمیہ حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول ہے کہ (اعتزل عنا) ''یعنی وہ (واصل بن عطاء) ہم سے الگ ہوگیا'' اس کے الگ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مرتکب کبیرہ کے متعلق حضرت حسن بصریؒ کی اس رائے سے اختلاف کیا تھا جس پر مسلمانوں کا اجماع تھا۔ چنانچہ واصل اور اس کے ساتھ الگ ہونے والے معتزلہ کہلائے۔(۵) انہوں نے دراصل یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر عقل کو فیصلہ کن حیثیت دے رکھی تھی۔(۶) لہٰذا یہ صرف وہی اسلامی احکامات تسلیم کرتے جو عقل کے تقاضوں پر پورے اترتے۔ یوں انہوں نے بھی بہت سی ایسی صحیح احادیث کو رد کر دیا جو ان کے عقائد و نظریات کے خلاف تھیں۔

ردّ حدیث کے لئے انہوں نے دو حربے اختیار کر رکھے تھے، ایک یہ کہ حدیث کے بارے میں یہ شک دلوں

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابو داود، ابو داؤد (۴٦۰۵) ترمذی (۲٦٦۳) ابن ماجۃ (۱۳)]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۳/۳۴۹)] (۳) [الخوارج، از ناصر بن عبدالکریم العقل (ص:۲۸)]

(۴) [ایضاً، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۱۳/۴۸، ۴۹)]

(۵) [اعتقاد اھل السنۃ (ص:۳۷)] (٦) [اعتقاد ائمۃ الحدیث از ابو بکر اسماعیل (ص:٦)]

میں ڈالا جائے کہ وہ فی الواقع حضور ﷺ کی ہیں بھی یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اصولی سوال اٹھایا جائے کہ کوئی قول یا فعل حضور ﷺ کا ہو بھی تو ہم اس کی اطاعت واتباع کے پابند کب ہیں؟ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہم تک قرآن پہنچانے کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ سو انہوں نے وہ پہنچا دیا، اس کے بعد محمد بن عبداللہ ﷺ ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے ہم ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لئے حجت کیسے ہوسکتا ہے؟(۱)

یہ فتنہ کچھ ہی عرصہ میں روبہ زوال ہوگیا کیونکہ اس کے سدباب کے لئے ائمہ محدثین نے پوری جستجو سے تحقیقات پیش کیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، امام غزالیؒ اور امام ابن حزمؒ جیسے جبال علم اس کی راہ میں حائل ہوگئے اور عقلی ونقلی دلائل کے ذریعے اس کی تردید کرکے اسے مزید پنپنے سے روک دیا۔ علاوہ ازیں سنت نبوی کے بغیر بڑی حد تک دین کا حلیہ ہی بدل جانے کے باعث امہ اسلامیہ کے اجتماعی ضمیر نے بھی اس فتنہ کو قبول نہیں کیا جس بنا پر اسے دم توڑنا ہی پڑا اور پھر صدیوں تک اس کا کہیں نام و نشان بھی نظر نہ آیا۔(۲)

❀ تیرہویں صدی ہجری میں برصغیر میں انکارِ حدیث:

تیرہویں صدی ہجری میں اس نے دوبارہ جنم لیا۔ اب اس کا مقام پیدائش برصغیر پاک و ہند تھا۔ واضح رہے کہ دوسری صدی ہجری کی بہ نسبت اب حالات بہت مختلف تھے۔ اس وقت مسلمان فاتح تھے اور انہیں سیاسی غلبہ حاصل تھا اور جن فلسفوں سے انہیں سابقہ پیش آیا تھا وہ مفتوح ومغلوب قوموں کا فلسفہ تھا۔ اس وجہ سے ان فلسفوں کا حملہ بہت ہلکا ثابت ہوا۔ اس کے برعکس تیرہویں صدی ہجری میں یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا جب کہ مسلمان ہر میدان میں پٹ چکا تھا۔ اس کے ملک پر دشمنوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ معاشی حیثیت سے انہیں کچل ڈالا گیا تھا۔ ان کا نظام تعلیم درہم برہم ہو چکا تھا اور ان پر فاتح قوم نے اپنی تعلیم، اپنی تہذیب، اپنی زبان، اپنے قوانین اور اپنے اجتماعی، سیاسی اور معاشی اداروں کو پوری طرح مسلط کر رکھا تھا۔ ایسے حالات میں فاتحوں کے فلسفے اور سائنس نے ان کو معتزلہ کی نسبت ہزار درجہ زیادہ مرعوب کر دیا۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ مغرب سے جو افکار ونظریات درآمد ہو رہے ہیں وہ سراسر معقول ہیں ان پر اسلام کے نقطۂ نظر سے تنقید کرکے حق و باطل کا فیصلہ کرنا محض تاریک خیالی ہے اور زمانہ کے ساتھ چلنے کی صورت بس یہی ہے کہ اسلام کو کسی نہ کسی طرح ان کے مطابق ڈھال لیا جائے۔(۳)

برصغیر میں اس جدید فتنہ کے بانی اور سرخیل سرسید احمد خان تصور کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے مغربی نظریات اور عقل وفلسفہ سے متاثر ہوکر نہ صرف جدید انکار حدیث کی داغ بیل ڈالی بلکہ اسلام کے بہت سے متفقہ مسائل کا بھی

---

(۱) [سنت کی آئینی حیثیت، از مودودیؒ (ص:۱٤)] (۲) [فتنۃ انکار السنۃ، از میر عبدالحمید (ص:۱۲-۱۰)]

(۳) [آئینہ پرویزیت، از مولانا عبدالرحمن کیلانی (ص:٦۹)]

یا تو کلیۃً انکار کر دیا یا پھر ان میں من مانی تاویل کر دی جیسے معجزات کا انکار، فرشتوں کے وجود کا انکار، تجارتی سود کی حرمت کا انکار، پردہ کا انکار اور متعدد خرق عادت شرعی امور کا انکار وغیرہ۔(۱) البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ سر سید احمد خان احادیث کی صحت کے منکر نہیں تھے بلکہ وہ احادیث سے استدلال بھی کرتے تھے، تاہم وہ صرف اُن احادیث کا انکار کرتے جو ان کے خود ساختہ معیار پر پوری نہ اترتیں۔ جیسا کہ انہوں نے خود بھی یہ وضاحت فرمائی ہے۔(۲)
سر سید کے بعد مولوی عبداللہ چکڑالوی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث کا کھلا انکار کیا۔(۳) انہوں نے حدیث نبوی کو "لهو الحديث" قرار دیا۔(۴) اور 'اہل قرآن' کے نام سے باقاعدہ ایک فرقے کی بنیاد رکھی۔(۵)

عبداللہ چکڑالوی کے بعد مولوی احمد الدین امرتسری اور مولانا اسلم جیراجپوری اس فتنہ کے علم بردار بنے۔ بالآخر غلام احمد پرویز نے اس کی بھاگ دوڑ سنبھالی۔ اسے ایک منظم مکتب فکر کی شکل دی اور اسے ضلالت کی انتہا تک پہنچا دیا۔(۶) ان حضرات کے علاوہ برصغیر میں تحریک انکارِ حدیث میں کسی نہ کسی طرح حصہ لینے والوں میں علامہ مشرقی، مستری محمد رمضان گوجرانوالہ، محبوب شاہ، تمنا عمادی، قمر الدین قمر، سید عمر شاہ گجراتی، خدا بخش اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق (جنہوں نے بعد میں رجوع کر لیا تھا) وغیرہ بھی شامل ہیں۔(۷)

انکارِ حدیث کی تردید

حدیث چونکہ اسلام کے بنیادی ماخذ اور قرآن کی شارح کی حیثیت رکھتی ہے اور انکارِ حدیث کی صورت میں اسلام کا وہ حلیہ ہی مسخ ہو جاتا ہے جس کی عملی تصویر نبی کریم ﷺ نے پیش کی تھی۔ اس لئے امت نے کلیۃً انکار حدیث کو کبھی بھی قبول نہیں کیا۔ لہٰذا برصغیر میں جب یہ فتنہ اٹھا تو اہل علم نے اس کی پُر زور تردید کی۔ انہوں نے انکار حدیث کے جو تردیدی دلائل پیش کیے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

چند تردیدی دلائل:

(1) حدیث کے بغیر قرآن سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ جیسی عبادات کی تفاصیل صرف حدیث میں ہیں۔ اسی طرح مالِ غنیمت کی مجاہدین میں تقسیم کا تناسب، چور کے ہاتھ کتنی مقدار کی چوری پر کاٹے جائیں اور دونوں کاٹے جائیں یا ایک؟ نماز جمعہ کے لیے کب پکارا جائے اور کیسے؟ وغیرہ ایسے مسائل ہیں جن کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں بلکہ ان کا بیان صرف حدیث میں ہی ہے۔

---

(۱) [درس ترمذی، از تقی عثمانی (ص:۲۶)]
(۲) [مقالات سر سید، از اسماعیل پانی پتی (۱۳:۱۷)]
(۳) [حجیت حدیث، از محمد اسماعیل سلفی (ص:۱۷)]
(۴) [حجیت حدیث، از ثناء اللہ امرتسری (ص:۱)]
(۵) [درس ترمذی، از تقی عثمانی (ص ۲۶)]
(۶) [سنت کی آئینی حیثیت، از مودودیؒ (ص:۱۶)]
(۷) [آئینہ پرویزیت، از عبدالرحمٰن کیلانی (ص:۱۰۱)]

(2) حدیث کے بغیر دین کی تکمیل ممکن ہی نہیں۔ جیسے لڑکی اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو ایک نکاح میں اکٹھا کرنے کی حرمت، دوخون (جگر اور تلی) اور دو مرداروں (ٹڈی اور مچھلی) کی حلت کا مسئلہ وغیرہ۔

(3) قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ نبی ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم ہے اور نبی ﷺ کی اطاعت کا مطلب آپ کے فرامین یعنی حدیث وسنت کی اتباع ہی ہے۔

❁ چند تردیدی کتب ودیگر لٹریچر:

اہل علم نے اس فتنہ کی تردید میں بیسیوں کتب تالیف کیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

① حجیت حدیث، از مولانا اسماعیل سلفی
② حجیت حدیث، از مولانا محمد ادریس کاندھلوی
③ حجیت حدیث واتباع سنت، از مولانا ثناء اللہ امرتسری
④ اتباع سنت، از سید بدیع الدین شاہ راشدی
⑤ اسلام میں سنت کا مقام، از مولانا عبدالغفار حسن
⑥ انکار حدیث حق یا باطل، از صفی الرحمٰن مبارکپوری
⑦ تاریخ تدوین حدیث، از مولانا ہدایت اللہ ندوی
⑧ تدوین حدیث، از مناظر احسن گیلانی
⑨ آئینہ پرویزیت، از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
⑩ سنت کی آئینی حیثیت، از مولانا مودودی

اسی طرح علما نے منکرین حدیث سے مناظرے کیے (جیسے حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور عبداللہ چکڑالوی کے درمیان مناظرہ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی احمد الدین کے درمیان مناظرہ وغیرہ)، اجتماعات منعقد کیے اور رسائل وجرائد میں ابحاث قلمبند کیں وغیرہ وغیرہ۔ نتیجۃً فتنۂ انکارِ حدیث کافی حد تک انحطاط کا شکار ہو گیا اور اسے عوام میں پذیرائی نہ مل سکی۔ اور اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ نہ تو آج سرسید کی تفسیر کو قبول عام حاصل ہے اور نہ ہی فرقہ اہل قرآن کا نام ونشان باقی ہے۔ بہر حال جب منکرین حدیث نے اس قدر شدید ردعمل دیکھا تو کلی طور پر انکار حدیث کی روش ترک کر دی۔ بعد ازاں مختلف حیلوں بہانوں سے حدیث کو مشکوک بنانے کی کوشش شروع ہوئی اور ایسے نئے نئے طریقوں سے ردّ حدیث کا دروازہ کھولا گیا کہ احادیث کی تردید بھی ہو جائے اور اس کا احساس تک نہ ہو۔ چنانچہ ایک نعرہ یہ لگایا گیا کہ محدثین کا کام غیر جامع اور ناکافی ہے۔

انکارِ حدیث کا جدید روپ

❁ محدثین کا کام غیر جامع اور ناکافی ہے:

اس ضمن میں قبول وردّ حدیث کے نئے نئے اصول وضع کیے گئے جو متقدم محدثین میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیے تھے جیسے کہ

✧ جو روایت نص قرآنی کے خلاف ہو وہ مردود ہوگی۔ ✧ جو روایت سنت ثابتہ کے خلاف ہو وہ مردود ہوگی۔

✧ جو روایت عقل عام کے تقاضوں پر پوری نہ اترے وہ مردود ہوگی وغیرہ وغیرہ (خواہ اس کی سند کتنی ہی صحیح ہو)۔

بالفاظ دیگر ان حضرات کے نزدیک محدثین نے تحقیق سند کے سلسلے میں تو بہت کوشش کی ہے مگر تحقیق متن کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے درج بالا تحقیق متن کے اصول وضع کر کے گویا محدثانہ اصولوں کے اس نقص کی تکمیل کی کوشش کی ہے۔

محدثین اور تحقیق متن:

یہ بات کہ محدثین نے متن کی تحقیق کو ملحوظ نہیں رکھا کوئی عالمانہ بات نہیں کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ محدثین نے سند کے ساتھ ساتھ متن کی تحقیق کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ جب وہ صحیح حدیث کی تعریف ذکر کرتے ہیں تو اس میں سند کے ساتھ ساتھ متن کی تحقیق کے اصول بھی شامل کرتے ہیں۔ محدثین کی ذکر کردہ صحیح حدیث کی تعریف ملاحظہ فرمایئے ''صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند متصل ہو، اسے نقل کرنے والے عادل وضابط ہوں اور وہ روایت شاذ ومعلول نہ ہو۔''(۱)

اس تعریف میں صحت حدیث کے لئے محدثین نے جن پانچ شرائط کا ذکر کیا ہے ان میں سے پہلی تینوں کا تعلق تو سند کے ساتھ ہے (لیکن یہ یاد رہے کہ چونکہ مقصود متن ہوتا ہے اور سند محض اس تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہی ہوتی ہے لہٰذا یہ شرائط بھی نتیجۃً تحقیق متن پر ہی منتج ہوتی ہیں) تاہم آخری دونوں شرائط کا تعلق براہ راست متن کے ساتھ ہے۔ چنانچہ امام سخاویؒ شاذ حدیث کی تعریف میں رقم طراز ہیں کہ ''شاذ روایت وہ ہوتی ہے جس میں ایک ثقہ راوی الفاظ حدیث کی کمی یا زیادتی میں ثقہ راویوں کی ایک جماعت کی مخالفت کرے جبکہ دونوں میں جمع وتوفیق بھی ممکن نہ ہو، یہ مخالفت بعض اوقات سند میں اور بعض اوقات متن میں ہوتی ہے۔''(۲)

معلول روایت کی تعریف میں امام حاکمؒ نے نقل فرمایا ہے کہ ''معلول روایت وہ ہوتی ہے جس کی علت کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں راوی نے ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیا ہے یا اس میں راوی کو وہم ہو گیا ہے یا ایک راوی نے اسے مرسل بیان کیا ہے جبکہ وہم میں مبتلا ہونے والا اسے موصول بیان کر رہا ہے۔''(۳)

ان تعریفات سے معلوم ہوا کہ صحیح حدیث کی تعریف میں محدثین نے جو آخری دو شرائط (عدم علت وعدم شذوذ) ذکر کی ہیں ان کا تعلق متن کے ساتھ ہے۔ (اگرچہ بعض اوقات ان کا تعلق سند کے ساتھ بھی ہوتا ہے) اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ تحقیق حدیث کے حوالے سے محدثین نے سند ومتن دونوں کو اہمیت دی ہے اور دونوں کے جامع اصول مرتب فرمائے ہیں جو بعد کے تمام ادوار کے لئے یقیناً کافی شافی ہیں۔ باوجود اس کے کہ محدثین کی ایک جماعت انہی اصولوں کو کافی خیال کرتے ہوئے ان پر کاربند رہی ہے۔ کچھ تجدد پسند حضرات نے محدثانہ

---

(۱) [مقدمۃ ابن الصلاح (ص:۷)]
(۲) [فتح المغیث (ص:۱۹۶)]
(۳) [معرفۃ علوم الحدیث (ص:۱۱۹)]

تحقیق متن کے اصولوں پر مزید چند اصولوں کا اضافہ کر کے ائمہ سلف سے انحراف کی راہ اختیار کی ہے۔

❁ متجددین کے اصولوں کی حقیقت:

ہر چند کہ یہ لوگ اپنے اصولوں کی تائید میں ائمہ محدثین کے ہی مختلف اقوال نقل کرتے ہیں لیکن ان اقوال کی حیثیت محدثانہ اصولوں سے ٹکراؤ یا ان کے نقص کی تکمیل کی ہرگز نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جو اقوال وضع حدیث کی علامات کے بطور بیان کیے تھے ان متجدد حضرات نے انہیں اصولی حیثیت دے دی ہے اور انہی کو بنیاد بنا کر متفقہ طور پر صحیح السند احادیث کو بھی رد کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس نوعیت کے چند اقوالِ محدثین پیش خدمت ہیں:

(1) خطیب بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ ''جب خبر واحد عقل کے فیصلے، قرآن کے ثابت اور محکم حکم، سنت معلومہ، سنت کی طرح جاری عمل یا دلیل قطعی کے خلاف آ جائے تو وہ غیر مقبول ہوگی۔''(۱)

(2) امام ابن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ ''ہر وہ حدیث جسے آپ عقل یا اصول کے خلاف پائیں تو یہ جان لیں کہ وہ موضوع ہے۔''(۲)

(3) امام ابن قیمؒ نے نقل فرمایا ہے کہ ''ہر وہ حدیث جو فساد، ظلم، بے مقصد اشیاء، باطل کی مدح، حق کی خدمت یا اس جیسی کسی چیز پر مشتمل ہو تو رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں۔''(۳)

یہ اور ان جیسے دیگر اقوالِ محدثین محض معرفت وضع الحدیث اور وضع حدیث کے قرائن و آثار کے قبیل سے بیان ہوئے ہیں۔ ان سے مقصود یہ ہرگز نہیں کہ کوئی روایت کب موضوع یا ضعیف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین جب بھی موضوع حدیث کی تعریف کرتے ہیں تو یہی بیان کرتے ہیں کہ ایسی احادیث جس میں کوئی واضع یا کاذب راوی پایا جائے، موضوع کہلاتی ہے۔(٤)

حقیقت یہ ہے کہ محدثین کرام میں شب و روز حدیثی خدمات میں مصروف رہنے اور بار بار ضعیف اور موضوع روایات کے ساتھ سابقہ پیش آنے کی وجہ سے یہ ملکہ پیدا ہو چکا تھا کہ وہ کسی بھی روایت کے متن کو دیکھتے ہی یہ جان جاتے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ محدثین نے ایک عمومی جائزے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ضعیف اور موضوع روایات کے مردود ہونے کی بنیاد اگرچہ ضعیف اور کاذب راوی ہی ہوتا ہے مگر ایسی تمام روایات کے متون میں بھی کچھ علامات پائی جاتی ہیں جن سے وضع حدیث کا اشارہ مل جاتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ان علامات کو بھی ذکر کرنا شروع کر دیا۔ یہی باعث ہے کہ انہوں نے یہ علامات قبول و ردِ حدیث کے قواعدِ کلیہ کے طور پر نہیں بلکہ وضعِ حدیث کی معرفت کے طور پر ذکر کی ہیں۔ جیسا کہ علامہ جمال الدین قاسمیؒ ''معرفة

---

(۱) [الكفاية للخطيب (ص:٤٣٢)] (۲) [الموضوعات لابن الجوزي (١٠٦/١)]

(۳) [المنار المنيف لابن القيم (ص:٥٧)] (٤) [تيسير مصطلح الحديث (ص:٦٢)]

الوضع والحامل علیه" کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں کہ "ذكر المحدثون أمورا كلية يعرف بها كون الحديث موضوعا..." (١)

امام سخاویؒ نے حافظ عراقیؒ کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ "يعرف الوضع بالاقرار وما نزل منزلته وربما يعرف بالركة ..." (٢) اسی طرح حافظ ابن الصلاحؒ نے فرمایا ہے کہ "وقد يفهمون الوضع من قرينة حال الراوى أو المروى..." (٣)

درج بالا عبارتیں اس بات کی توضیح کے لئے یقیناً کافی ہیں کہ ائمہ محدثین کے جو اقوال عصر حاضر کے تجدد پسند حضرات قبول وردّ حدیث کے نئے نئے اصولوں کے طور پر پیش کر رہے ہیں ان کی حیثیت محض علامات اور آثار وقرائن کی ہی ہے۔

❁ جدید اصولوں کی بنیاد ضعیف روایات:

ان متجددین نے سابقہ اَوراق میں ذکر کردہ چند اقوالِ محدثین کے علاوہ جن روایات پر اپنے افکار ونظریات کی بنیاد رکھی ہے ان میں سے اکثر ضعیف اور من گھڑت ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمایئے:

(1) ﴿ سَيَأْتِيكُمْ عَنِّيْ اَحَادِيْث مُخْتَلِفَة فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَ سُنَّتِيْ فَهُوَ مِنِّيْ وَ مَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ﴾ ''عنقریب تمہارے پاس میری طرف منسوب مختلف احادیث آئیں گی تو جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو وہ تو میری طرف سے ہے اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے مخالف ہو وہ میری طرف سے نہیں۔'' (٤) اس روایت کو امام ابن عدیؒ، امام دارقطنیؒ، امام شافعیؒ، امام عجلونیؒ، امام خطابیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، امام شوکانیؒ اور شیخ البانیؒ نے بہت زیادہ ضعیف اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ (٥)

(2) ﴿ مَا حُدِّثْتُمْ عَنِّيْ مِمَّا تَعْرِفُوْنَهُ فَخُذُوْهُ وَ مَا حُدِّثْتُمْ عَنِّيْ مِمَّا تُنْكِرُوْنَهُ فَلَا تَأْخُذُوْا بِهِ ﴾ ''اگر تمہیں میری طرف منسوب کر کے کوئی ایسی روایت بیان کی جائے جو اس معروف کے مطابق ہو جس سے تم آشنا ہو تو اسے قبول کر لو اور اگر کوئی ایسی روایت بیان کی جائے جسے تم منکر سمجھو تو اسے قبول نہ کرو۔'' (٦) اس روایت کو امام ابن عدیؒ، امام ذہبیؒ، امام ابن رجبؒ، امام ابو حاتم رازیؒ اور شیخ البانیؒ نے منکر اور بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔ (٧)

---

(١) [قواعد التحديث (ص:١١)] (٢) [فتح المغيث (ص:٢٦٩)]

(٣) [مقدمة ابن الصلاح (ص:٨٩)] (٤) [الكفاية فى علم الرواية (ص:٤٣٠)]

(٥) [بالترتیب حوالہ جات: الكامل (١٠٦/٥) دارقطنى (٤٥٠/٣) الرسالة (ص:٢٢٤) كشف الخفاء (٨٦/١) معالم السنن (٩٠٧) لسان الميزان (٤٥٥/١) الفوائد المجموعة (ص:٢١١) السلسلة الضعيفة (١٠٦٩)]

(٦) [الكفاية فى علم الرواية (ص:٤٣٠)]

(٧) [بالترتیب حوالہ جات: الكامل (٣٣٨/٤) سير اعلام النبلاء (٥٢٤/٩) جامع العلوم والحكم (١٠٥/٢) العلل (٣١٠/٢) الضعيفة (١٠٩٠)]

(3) ﴿ اِنَّهَا تَكُوْنُ بَعْدِيْ رُوَاةٌ يَرْوُوْنَ عَنِّي الْحَدِيْثَ فَاعْرِضُوْا حَدِيْثَهُمْ عَلَى الْقُرْآنِ ﴾
''میرے بعد کچھ ایسے رواۃ ہوں گے جو میری طرف منسوب کر کے حدیث بیان کریں گے تم ان کی حدیث قرآن پر پیش کرنا۔''(۱) امام دار قطنیؒ، امام ابن حزمؒ اور شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۲)

سند سے قطع نظر متن کی تحقیق:

تحقیق حدیث کے سلسلے میں محدثین کے ہاں اصل بنیاد سند ہی ہے۔ اس وجہ سے ان کے نزدیک سند کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ امام ابن مبارکؒ کا قول معروف ہے کہ ''اسناد دین کا حصہ ہیں، اگر اسناد نہ ہوتیں تو کوئی جو چاہتا کہتا پھرتا۔''(۳) سند کی اسی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک تحقیق حدیث کی اساسی شرائط تین ہی ہیں۔ ''عدل، ضبط اور اتصال پسند''(٤) اور انہوں نے جن دو شرائط (شذوذ وعلت) کا ذکر تحقیق متن کے حوالے سے کیا ہے وہ بھی انتہائے تحقیق کے اعتبار سے درحقیقت سند اور رواۃ کی طرف ہی راجع ہوتی ہیں کیونکہ شذوذ مخالفت ثقات اور علت وہم الراوی کا نام ہے۔ لہٰذا شذوذ وعلت دونوں کا تعلق رواۃ کے ساتھ ہوا اور یہ معلوم ہے کہ رواۃ کا تعلق سند کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اس موقف کی مؤید یہ بات بھی ہے کہ یہ دونوں شرائط اُن تینوں شرائط میں ہی شامل ہیں جو محدثین نے تحقیق سند کے حوالے سے ذکر فرمائی ہیں (یعنی عدل، ضبط اور اتصال سند) یہی باعث ہے کہ محدثین ضبط مجروح کرنے والے امور میں کثرتِ اوہام اور شذوذ کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔(۵) البتہ محدثین نے علت و شذوذ کو جو الگ سے ذکر کیا ہے تو اس سے مقصود سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تحقیق متن سے متعلقہ امور پر ذرا بہتر انداز میں توجہ دی جا سکے۔ معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک تحقیق حدیث کی اصل بنیاد سند ہی ہے۔ لہٰذا اب اگر کوئی سند سے قطع نظر متن کی تحقیق کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہے تو یقیناً وہ اس محدثانہ طریق سے بدظنی کا مظاہرہ کر رہا ہے جس سے بدظنی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ذریعے ﴿ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ﴾(٦) گمراہی کی بنیاد قرار دیا ہے۔

محدثین اور عقلی تقاضے:

یہاں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ سند کو اہمیت دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ محدثین نے تحقیق حدیث کے دوران عقل کو ملحوظ ہی نہیں رکھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے عقل کو بھی خصوصی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ

---

(۱) [دار قطنی (۲۰۸/٤)]
(۲) [بالترتیب حوالہ جات: دار قطنی (۲۰۸/٤-۲۰۹) الإحکام لابن حزم (۷٦/۲) الضعیفۃ (۱۰۸۷)]
(۳) [مقدمۃ صحیح مسلم (ص:۸۷)]
(٤) [النکت علی ابن الصلاح (٦٥۳/۲)]
(۵) تیسیر مصطلح الحدیث (ص:۱۰۹)]
(٦) [النساء: ۱۱۵]

ہم دیکھتے ہیں کہ کتبِ اصول میں صحتِ حدیث کی اوّلین شرط "عدالت" مکتوب ہے اور عدالت کے متحقق ہونے کے لئے جن شروط کا پایا جانا ضروری ہے ان میں سے ایک عقل بھی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ صرف اس راوی کی روایت قبول کی جائے گی جو روایت لیتے وقت غفلت، سستی اور لاپرواہی جیسے رزائل سے کنارہ کش ہوتے ہوئے مکمل عقل وفکر سے کام لینے والا ہو اور ہر حدیث کو عقلِ سلیم کے سانچے میں پرکھنے کے بعد ہی قبول کرے۔ علاوہ ازیں ضبطِ راوی سے بھی یہی مراد ہے کہ راوی بیدار مغز ہو، سہو ونسیان اور تساہل کا شکار نہ ہو اور پورے غور وفکر اور توجہ کے ساتھ روایت سن کر اسے من وعن آگے بیان کر دے۔ یہی وہ اساسی شرائط ہیں جن کی بنا پر کسی راوی کے مقبول یا غیر مقبول ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث پر صحت وسقم کا حکم لگاتے وقت بھی محدثین نے عقل کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے وضع حدیث کی علامات میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ روایت عقل عام کے خلاف نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ محدثین نے چار مقامات پر بطورِ خاص عقل کو ملحوظ رکھا ہے:

① تحملِ حدیث کے وقت ② ادائے حدیث کے وقت ③ رواۃ پر حکم لگاتے وقت

④ اور احادیث پر حکم لگاتے وقت۔ یہی بات ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے بھی نقل فرمائی ہے۔ (۱)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ عقل کو ملحوظ رکھنے کا مطلب محض وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ محدثین نے عقل کو ہی قرآن وسنت پر حاکم بنایا ہوا تھا اور وہ صرف وہی روایت قبول کرتے تھے جو ان کی اپنی ذاتی عقل کے مطابق ہوتی (جیسا کہ آج کل کے متجددین کا نظریہ ہے) بلکہ فی الواقع ایسا ہے کہ محدثین عقل کو ملحوظ تو رکھتے تھے مگر اسے قرآن وسنت کے تابع رکھ کر استعمال کرتے تھے یعنی ان کے ہاں عقل کو حاکمیت حاصل نہ تھی۔

❀ خلاصۂ کلام:

انکارِ حدیث کا آغاز اگرچہ دوسری صدی ہجری سے ہی ہو گیا تھا لیکن اس فتنہ نے پوری آب وتاب اور سحر آفرینی کے ساتھ جس دور میں عوام الناس کو متاثر کیا وہ تیرہویں صدی ہجری کا دور ہے کیونکہ اس میں برصغیر پر مغربی تسلط کے باعث یہاں اس فتنہ کے پنپنے کے محرکات دوسری صدی ہجری کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھے۔ بہر حال ہر دور کی طرح اس دور میں بھی اسے علمائے حق کی طرف سے شدید ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں کلیۃً انکارِ حدیث کی روش ایک حد تک ختم ہو گئی، بعد ازاں اس فتنہ نے ایک نئے روپ میں رونما ہو کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ جس کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی کہ محدثین کا کام ناکافی ہے۔ انہوں نے تحقیق سند کے حوالے سے تو

(۱) [منهج النقد عند المحدثين (ص:۸۳)]

گراں قدر خدمات انجام دی ہیں مگر تحقیق متن پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اس بنیاد پر تحقیق حدیث کے بہت سے ایسے جدید اصول وضع کیے گئے جو متقدمین میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیے تھے (اور اگر اس ضمن میں کچھ بیان کیا بھی تھا تو اس کا مقصد کچھ اور تھا) جیسے خلافِ قرآن، خلافِ سنت یا عقلِ عام کے خلاف تمام روایات ردّ کر دی جائیں خواہ ان کی سند کتنی ہی صحیح ہو۔ ان اصولوں کی ایجاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی متفقہ صحیح احادیث کو بھی ہدف تنقید بنا لیا گیا۔ جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض احادیث وغیرہ حالانکہ ان کی صحت پر جمہور محدثین کا اتفاق ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ محدثین نے تحقیق سند کے ساتھ ساتھ تحقیق متن پر بھی بھرپور توجہ دی ہے جیسا کہ صحیح حدیث کی تعریف میں علت وشذوذ کا ذکر اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیونکہ ان دونوں شرائط کا تعلق براہ راست متن کے ساتھ ہے۔

علاوہ ازیں ان متجددین حضرات نے جن روایات کو تحقیق متن کے جدید اصولوں کی بنیاد بنایا ہے۔ ان میں سے اکثر ضعیف اور من گھڑت ہیں اور جن اقوالِ محدثین کو تائید میں پیش کیا ہے ان کی حیثیت قبول وردِ حدیث کے سلسلے میں قواعدِ کلیہ کی نہیں بلکہ محض علامات اور آثار وقرائن کی ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ محدثین کبھی بھی موضوع روایت کی تعریف میں یہ بات ذکر نہیں فرماتے کہ جو روایت قرآن وسنت یا عقل کے خلاف ہو وہ موضوع ہے بلکہ وہ ہمیشہ یہی ذکر کرتے ہیں کہ جس روایت کی سند میں کوئی کاذب یا واضع راوی پایا جائے وہ موضوع ہے۔ بالفاظ دیگر محدثین کے ہاں تحقیق حدیث کی اصل بنیاد سند ہی ہے اور تحقیق متن کے سلسلے میں جو انہوں نے علت و شذوذ کا ذکر کیا ہے نتیجے کے اعتبار سے ان کا تعلق بھی سند کے ساتھ ہی ہے کیونکہ علت وہم الراوی اور شذوذ مخالفتِ ثقات کا نام ہے اور یہ دونوں چیزیں رواۃِ سند سے ہی متعلقہ ہیں۔

یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ محدثین نے جو تحقیق حدیث کے سلسلے میں سند کو ہی بنیاد بنایا ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں عقلی تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض محض علم حدیث سے عدمِ واقفیت کا نتیجہ ہے ورنہ محدثین نے روایات کو پرکھنے کے لئے عقل کو بھی ملحوظ رکھا ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ محدثین نے صحیح حدیث کی جو اوّلین شرط "عدالت" بیان کی ہے اس کے متحقق ہونے کی ایک شرط عقل بھی ہے۔ نیز دوسری شرط "ضبط" کا تعلق بھی عقل وفہم اور غور وفکر کے ساتھ ہی ہے۔ لہٰذا فی الواقع ایسا ہے کہ محدثین کا کام جامع ہے اور کسی بھی حدیث کو پرکھنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے ہمیشہ اسی کو پیش نظر رکھنا راہِ صواب ہے اور ان ائمہ محدثین کے طریق سے انحراف قرآنی آیت ﴿ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ کے مصداق گمراہی میں مبتلا ہونے کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں راہِ ضلالت سے بچائے اور راہِ صواب پر چلائے (آمین!)

خبر واحد کی معرفت اور حجیت

خبر واحد کا مفہوم

بلحاظِ روایت سنت کو دو انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔خبر متواتر اور خبر واحد یا آحاد۔خبر متواتر وہ روایت ہوتی ہے جسے بیان کرنے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا ناممکن ہو اور یہ کثرتِ رواۃ ابتدائے سند سے انتہائے سند تک ہو۔خبر متواتر یقینی وقطعی علم کا فائدہ دیتی ہے۔

خبر واحد یا آحاد اسے کہتے ہیں جس میں خبر متواتر کی صفات وشروط نہ پائی جائیں۔گویا محدثین کے نزدیک وہ تمام روایات اخبارِ آحاد کا درجہ رکھتی ہیں جو متواتر کے علاوہ ہیں۔اہل علم کے صحیح ترین قول کے مطابق اگر خبر واحد بسند صحیح ثابت ہو جائے تو وہ عقائد واحکام میں حجت ہے۔اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

عقائد واحکام میں خبر واحد کی حجیت

❀ دلائلِ کتاب وسنت:

قرآن کریم کی یہ آیت ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾ ''اور رسول تمہیں جو کچھ دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔'' اور اس طرح کی دیگر تمام آیات جن میں عمومی طور پر پیغمبر کی اطاعت کا حکم ہے، سب اس بات کی دلیل ہیں کہ جیسے خبر متواتر عقائد واحکام میں حجت ہے اسی طرح خبر واحد بھی حجت ہے۔کیونکہ شریعت میں کہیں بھی کوئی ایسی تقسیم نہیں کی گئی کہ عقائد محض خبر متواتر سے ہی ثابت ہوں گے خبر واحد سے نہیں۔خبر واحد کی مطلقاً حجیت کے مزید چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

(1) رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ کل فلاں کی بیوی کی طرف جاؤ اگر وہ اعترافِ زنا کر لے تو اسے رجم کر دو۔(۱) معلوم ہوا کہ ایک شخص کا قول اور اعتراف قابل حجت ہے۔

(2) صحابہ مسجد قباء میں نماز فجر ادا فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے خبر دی کہ قبلہ تبدیل ہو چکا ہے تو ان سب نے بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف رخ پھیر لیے۔(۲) یعنی تمام صحابہ نے خبر واحد پر عمل کیا۔

(3) لوگ شراب پی رہے تھے کہ ایک آدمی نے خبر دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو صحابہ نے اسی وقت شراب کے مٹکے توڑ ڈالے۔(۳) یہاں بھی صحابہ نے خبر واحد پر ہی عمل کیا ہے۔

(4) ۹ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کچھ

(۱) [بخاری (۲۷۲٤، ۲۷۲۵)] (۲) [بخاری (۷۲۵۱)]
(۳) [بخاری (۷۲۵۳)]

اوامر ونواہی کے ساتھ بھیجا۔(۱) نبی ﷺ نے ان دونوں کو الگ الگ اسی لیے بھیجا کیونکہ ایک شخص کی خبر سے حجت قائم ہو جاتی تھی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ہر صحابی کے ساتھ دیگر صحابہ کی بھی ایک ایک جماعت روانہ فرماتے۔

(5) اہل یمن نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے پاس کوئی ایسا آدمی بھیجئے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے، تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما دیا۔(۲) اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ ﷺ اکیلے ابوعبیدہ کو نہ بھیجتے۔ اسی طرح دیگر صحابہ کو بھی مختلف علاقوں کی طرف اکیلے اکیلے روانہ نہ کرتے۔ علاوہ ازیں یہ صحابہ جہاں مختلف علاقوں میں پہنچ کر لوگوں کو احکام سکھاتے تھے وہاں عقائد کی بھی تعلیم دیتے تھے، جو عقائد میں بھی خبر واحد کی حجیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

علاوہ ازیں امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں "كتاب اخبار الآحاد" کا ذکر کیا ہے اور اس میں خبر واحد کی حجیت کے بہت سے دلائل نقل فرمائے ہیں، تفصیل کے لیے اس کی طرف رجوع فرمائیے۔

اقوالِ ائمہ ومحدثین:

(1) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے لیے کسی خاص مسئلہ کے بارے میں یہ کہنا جائز ہے کہ "اس پر قدیم وجدید کے تمام مسلمانوں کا اجماع ہے" تو میں خبر واحد کی حجیت کے متعلق ایسے ہی کہتا ہوں بلکہ میں اس کی بجائے یہ کہتا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کہ فقہائے مسلمین میں سے کسی نے بھی خبر واحد کی حجیت میں اختلاف کیا ہو۔(۳)

(2) حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کی غرض سے مختلف علاقوں کی طرف اپنے صحابہ کو روانہ فرمایا، مگر ان کو بھیجتے ہوئے کبھی بھی ان کی تعداد کا لحاظ نہیں رکھا۔ لہٰذا ممکن ہے آپ نے یوں خبر واحد کی حجیت کی تائید فرمائی ہو لہٰذا احوط یہی ہے کہ اس پر وجوبی طور پر عمل کیا جائے۔(٤)

(3) محدث العصر شیخ البانیؒ نے اس عنوان ((الحديث حجة بنفسه في العقائد والأحكام)) سے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ خبر واحد جیسے احکام میں حجت ہے ویسے عقائد میں بھی حجت ہے۔

علاوہ ازیں امام ابن بطالؒ (٥)، امام ابن حزمؒ (٦)، خطیب بغدادیؒ (٧)، امام ابن عبد البرؒ (٨)، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (٩) اور امام ابن قیمؒ وغیرہ نے بھی مطلقاً خبر واحد کی حجیت کا ہی فتویٰ دیا ہے اور اس پر اہل علم کا اتفاق نقل فرمایا ہے۔(١٠)

---

(١) [بخاری (٣٦٩)]
(٢) [مسلم (٢٩/٧) السلسلة الصحيحة (١٢١٤)]
(٣) [الرسالة (ص: ٤٥٧)]
(٤) [فتح الباري (٢٣٤/١٣)]
(٥) [كما في فتح الباري (٣٢١/١٣)]
(٦) [الاحكام (١٠٢،٩٨/١)]
(٧) [الكفاية (ص: ٧٢)]
(٨) [التمهيد (٣٤/١)]
(٩) [الفتاوى (٤٠/١٨)]
(١٠) [مختصر الصواعق المرسلة (٣٣٢/١)]

❁ فتاویٰ عرب علماء:

(1) شیخ ابن بازؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ((خَبَرُ الْآحَادِ حُجَّةٌ فِي الْعَقِيْدَةِ وَغَيْرِهَا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِذَا صَحَّ سَنَدُهُ)) ''خبر واحد اہل السنہ کے ہاں عقیدہ و دیگر مسائل میں حجت ہے جبکہ اس کی سند صحیح ہو۔''(۱)

(2) سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ یہ ہے کہ ((الْآحَادُ يُحْتَجُّ بِهِ فِي الْفُرُوْعِ بِالْإِجْمَاعِ وَيُحْتَجُّ بِهِ فِي الْعَقَائِدِ عَلَى الصَّحِيْحِ مِنْ قَوْلَي الْعُلَمَاءِ)) ''خبر واحد فروعی مسائل میں بالاجماع حجت ہے اور عقائد میں بھی علماء کے صحیح تر قول کے مطابق حجت ہے۔''(۲)

(3) سعودی فتویٰ کمیٹی کا ایک دوسرا فتویٰ یوں ہے کہ ''جب خبر واحد رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے تو وہ قابل حجت ہے خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے، اس پر اہل السنہ کا اجماع ہے اور خبر واحد کے ثابت ہو جانے کے بعد جو اس کی حجیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔''(۳)

خبر واحد کی حجیت پر ایک شبہ کا ازالہ

جو لوگ عقائد میں خبر واحد کی حجیت کے منکر ہیں ان کا کہنا ہے کہ خبر واحد قطعیت کا نہیں بلکہ ظن کا فائدہ دیتی (کیونکہ اس میں متواتر کے برخلاف راوی سے غلطی کا امکان موجود ہوتا ہے) اور قرآن میں ظن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴾ [یونس: ۳٦] ''یقیناً ظن حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں۔'' اس لیے اس سے احکام تو ثابت ہو سکتے ہیں عقائد نہیں۔

اس شبہ کا اولین جواب یہ ہے کہ عقائد و احکام کی اس تفریق کا شرعاً کوئی بھی ثبوت موجود نہیں تو پھر یہ بدعی فلسفہ کیسے حجت ہو سکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ خبر واحد اگرچہ ابتداءً ظن کا ہی فائدہ دیتی ہے (یعنی اس میں غیر صحیح ہونے کا امکان موجود ہوتا ہے) لیکن جب خبر واحد تحقیق کے ذریعے نبی ﷺ سے ثابت ہو جائے تو پھر اس میں بھی قطعیت یا ظنِ غالب کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے جو دین کے کسی مسئلہ کے اثبات کے لیے کافی ہے (خواہ اس کا تعلق احکام سے ہو یا عقائد سے)۔ علاوہ ازیں حجیتِ خبر واحد کے منکرین نے ظن کے حوالے سے جو قرآنی آیت بطورِ دلیل پیش کی ہے وہ ان کے موقف کی دلیل بنتی ہی نہیں کیونکہ اس آیت میں مشرکین کے جس ظن کی بات ہو رہی ہے اس سے وہ ظنِ غالب مراد ہی نہیں جو خبر واحد سے حاصل ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد محض اٹکل پچو اور شک ہے اور اگر اس سے مراد ظنِ غالب ہی ہوتا تو پھر خبر واحد کے ذریعے احکام میں بھی عمل جائز نہ ہوتا۔ لہٰذا یہ اور اس

---

(۱) [مجموع فتاوی ابن باز (۲۵/ ٦۲)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة (٤/ ۳٦٦)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة (٥/ ۱۳)]

طرح کے دیگر تمام شبہات باطل ہیں اور حق بات یہی ہے کہ خبر واحد جیسے احکام میں حجت ہے ویسے ہی عقائد میں بھی حجت ہے۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ عظام اور دیگر سلف صالحین کا یہی موقف ہے۔

ضعیف حدیث کی معرفت اور حجیت

ضعیف حدیث کا تعارف

ضعیف حدیث وہ ہوتی ہے جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات وشروط موجود ہوں اور نہ ہی حسن کی۔ صحیح حدیث کی شروط یہ ہیں کہ اس کی سند متصل ہو، تمام راوی عادل وضابط ہوں اور اس میں شذوذ یا مخفی علت نہ ہو۔ حسن حدیث کی شروط بھی وہی ہیں جو صحیح کی ہیں البتہ اس کے راوی حافظے میں صحیح کے راویوں سے کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ اگر سند متصل نہ ہو تو ضعیف حدیث کو چار انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے؛ **معلق**، **مرسل**، **معضل**، **منقطع**۔ اگر راوی عادل نہ ہوں تو ضعیف حدیث کو تین انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے؛ **موضوع**، **متروک**، **منکر**۔ اگر راوی ضابط نہ ہوں تو ضعیف حدیث کو چار انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے؛ **مدرج**، **مقلوب**، **مضطرب** اور **مصحف**۔ اگر روایت میں شذوذ ہو یعنی کوئی ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کرے تو ضعیف حدیث کی ایک ہی قسم ہے؛ **شاذ**۔ اور اگر حدیث میں کوئی خفیہ علت ہو تو بھی ضعیف حدیث کی ایک ہی قسم ہے؛ **معلل**۔ واضح رہے کہ ضعیف حدیث کی سب سے قبیح قسم **موضوع** (یعنی من گھڑت روایت) ہے۔

ضعیف حدیث کی حجیت

❀ حجیتِ ضعیف حدیث کے بارے میں اہل علم کی تین آراء:

❶ ضعیف حدیث مطلقاً قابل حجت ہے، احکام میں ہو یا فضائل میں (بشرطیکہ اس کا ضعف شدید نہ ہو اور اس کے مخالف کوئی صحیح دلیل بھی نہ ہو)۔ اس موقف کے حاملین میں ائمہ اربعہ، امام ابوداود اور امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں۔ (۱) ان کے پیش نظر ایک تو امام احمدؒ کا یہ قول ہے کہ ''ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے۔'' (۲) اور دوسرے یہ کہ ضعیف حدیث میں ثبوت اور عدم ثبوت دونوں کا ہی احتمال ہوتا ہے اور اگر اس کے مخالف کوئی دلیل نہ ملے تو ثبوت کا پہلو راجح ہو جاتا ہے لہٰذا اس پر عمل جائز ہے۔

❷ ضعیف حدیث مطلقاً قابل حجت نہیں، احکام میں ہو یا فضائل میں۔ امام ابن معین، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن حزم، خطیب بغدادی، امام ابن تیمیہ، امام شاطبی، امام شوکانی، علامہ احمد شاکر، شیخ البانی اور ائمہ

---

(۱) [اعلام الموقعین (۳۱/۱)] (۲) [الاعتصام (۲۲۶/۱) منہاج السنۃ (۱۹۱/۲)]

محدثین ﷭ کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دینی اُمور میں یقین واذعان کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ضعیف حدیث ظن مرجوع کا فائدہ دیتی ہے جس کی وجہ سے اس کا ثبوت ہمیشہ دل میں کھٹکتا رہتا ہے اس لیے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ دوسرے یہ کہ احکام اور فضائل دونوں دین ہیں لہٰذا جیسے ضعیف حدیث سے احکام ثابت نہیں ہوتے ویسے فضائل بھی نہیں ہوتے۔ تیسرے یہ کہ جب احکام وفضائل میں صحیح احادیث کا وسیع ذخیرہ موجود ہے تو پھر ضعیف احادیث کی طرف رجوع کی آخر کیا ضرورت ہے؟ اور چوتھے یہ کہ محدثین نے تحقیق حدیث کے جو اصول وضع کیے ہیں وہ صرف احادیثِ احکام کے لیے نہیں بلکہ احادیثِ فضائل کے لیے بھی عام ہیں۔

❸ ضعیف حدیث فضائل میں حجت ہے، احکام میں نہیں۔ یہ جمہور کی رائے ہے۔ انہوں نے فضائل میں ضعیف حدیث کے مقبول ہونے کے لیے تین شرائط مقرر کی ہیں۔ ① اس کا ضعف شدید نہ ہو۔ ② وہ کسی معمول بہ اصل کے تحت ہو۔ ③ اس پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا نہیں بلکہ محض احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔(۱) علاوہ ازیں یہاں وہ شرط بھی لاگو ہوگی کہ اس کے مخالف کوئی صحیح دلیل نہ پائی جائے، جمہور نے اس شرط کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اسے الگ سے ذکر نہیں کیا۔ ان حضرات کے پیشِ نظر اُن ائمہ کے چند اقوال ہیں جنہوں نے احادیثِ احکام اور احادیثِ فضائل میں فرق کا ذکر کیا ہے جیسے امام احمدؒ کا یہ قول کہ ''جب ہم رسول اللہ ﷺ سے حلال وحرام کے متعلق کچھ روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل کے متعلق روایت کرتے ہیں تو تساہل سے کام لیتے ہیں۔''(۲)

مناقشہ وتجزیہ:

ہمارے علم کے مطابق دوسری رائے قابل ترجیح ہے (ان شاء اللہ)۔ کیونکہ **پہلی رائے** کے قائلین نے جن دلائل کو پیش نظر رکھا ہے وہ انتہائی ضعیف اور نا قابل استدلال ہیں۔ ان کی **پہلی دلیل** کہ ''ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے'' محض چند ائمہ کی طرف منسوب ہے ان سے منصوص نہیں، دوسرے یہ کہ امام احمدؒ کے اس قول ''ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے'' کے ساتھ اگر تیسری رائے کے تحت مذکور ان کے دوسرے قول ''جب ہم حلال وحرام کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ تو سختی کرتے ہیں...'' کو بھی ملا لیا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف فضائل میں تساہل بالضعیف کے قائل تھے مطلقاً نہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ محض ایک مجتہد کی رائے ہے جس میں غلطی کا امکان بھی موجود ہے۔ اور چوتھے یہ کہ امام احمدؒ وغیرہ نے جو ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح والی بات کی ہے تو ان کے نزدیک ضعیف سے مراد حسن روایت تھی (جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ وغیرہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔(۳)) کیونکہ اس

---

(۱) [تبیین العجب (ص: ۲۱) تدریب الراوی (۲۹۸/۱)] (۲) [الکفایۃ (ص: ۱۳٤)]

(۳) [منهاج السنة (۱۹۱/۲) الاعلام الموقعين (۱۵/۱)]

وقت حدیث کی صرف دو ہی قسمیں بنائی جاتی تھیں؛ صحیح اور ضعیف۔ اور ضعیف کی مزید دو قسمیں ہوتی تھیں، ایک ''ضعیف متروک'' اور دوسری ''ضعیف غیر متروک''۔ اس غیر متروک کو ہی بعد میں حسن کا درجہ دیا گیا۔ اور حسن روایت بالاتفاق قابل حجت ہے لہٰذا یقیناً وہ قیاس ورائے سے بہتر ہی ہے۔ علاوہ ازیں ان حضرات کی دوسری دلیل کہ ''ضعیف حدیث میں ثبوت کا بھی احتمال ہوتا ہے'' اس لیے درست نہیں کیونکہ دینی امور میں قطعیت اور یقین کی ضرورت ہے محض احتمالی اشیا سے دین ثابت نہیں ہوتا۔

یہ پہلی رائے کے قائلین کے دلائل کا تجزیہ تھا، ان کے علاوہ تیسری رائے کے قائلین نے جو دلیل پیش نظر رکھی ہے (کہ احادیث احکام میں سختی اور احادیثِ فضائل میں تساہل) وہ بھی کوئی کتاب وسنت کی نص نہیں بلکہ محض ائمہ مجتہدین کے چند اقوال ہی ہیں جن میں غلطی کا امکان بہر حال موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ائمہ کے اس قول کا صرف یہی مفہوم نہیں جو مجوزین نے لیا ہے بلکہ کچھ اور مفاہیم بھی ہیں جیسے کہ ایک مفہوم یہ ہے کہ اصل عمل کسی صحیح دلیل سے ثابت ہو، پھر اس عمل کی فضیلت میں کوئی ضعیف حدیث وارد ہو تو تب اسے لیا جا سکتا ہے، بذات خود اس ضعیف روایت سے کسی عمل کا استحباب یا وجوب ثابت نہیں کیا جا سکتا (جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ اور امام شاطبیؒ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔[۱]) دوسرا مفہوم یہ ہے کہ عقائد واحکام کے علاوہ ضعیف حدیث کی روایت جائز ہے اس پر عمل نہیں (جیسا کہ یہ بات شیخ معلمی اور ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی نے ذکر فرمائی ہے۔[۲]) اور تیسرا مفہوم یہ ہے کہ احادیث فضائل کو سند سمیت ذکر کر دیا جائے تا کہ سند دیکھ کر لوگ ان کے ضعف کو جان لیں (جیسا کہ شیخ البانیؒ نے یہ وضاحت فرمائی ہے[۳])۔

علاوہ ازیں جمہور نے فضائل میں عمل بالضعیف کی جو شرائط ذکر کی ہیں ان کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ پہلی شرط کہ 'ضعف شدید نہ ہو' اس بات کی متقاضی ہے کہ قلیل الضعف اور شدید الضعف میں تمیز کی جائے، پھر قلیل الضعف میں سے احادیث فضائل کو احادیث احکام وعقائد سے الگ کیا جائے اور پھر فضائل کی قلیل الضعف احادیث پر قبول ضعیف کی بقیہ شروط کے انطباق کی کوشش کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اب یہ ایک حقیقت ہے کہ فن حدیث کا ماہر بھی بعض اوقات یہ کام نہیں کر پاتا تو پھر عوام سے اس کی کیا توقع رکھی جا سکتی ہے؟

دوسری شرط کہ 'ضعیف حدیث کسی معمول بہ اصل کے تحت ہو' اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عمل اصل پر ہو گا ضعیف حدیث پر نہیں، تو پھر ضعیف کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ ضعیف حدیث میں موجود عمل کی عمومی اصل تو ثابت ہے لیکن اس ضعیف حدیث میں اس کی تخصیص، تقیید یا اضافہ وغیرہ موجود ہے تو اس اضافی صفت کو اس لیے قبول کیا جائے گا کیونکہ اس کی اصل ثابت ہے۔ یہ بات بھی محل نظر ہے کیونکہ عبادات توقیفی ہیں،

---

(۱) [قاعدہ جلیلۃ (ص ۸۲) الاعتصام (۱/۲۳۱)]

(۲) [التنکیل ... فی الجرح والتعدیل (ص ۲۲۹)] (۳) [مقدمۃ صحیح الجامع الصغیر (۱/۵۲)]

لہٰذا اگر کوئی عبادت اجمالی طور پر ثابت ہے تو اس کا حکم اجمالی ہی ہوگا ضعیف حدیث سے اس کی تفصیل ثابت نہیں ہوگی بلکہ اس کے لیے صحیح وثابت نص کی ہی ضرورت ہوگی جیسے اگر نفل نماز کسی بھی وقت پڑھنا ثابت ہے اور کسی ضعیف حدیث میں پندرہ شعبان کی رات نفل نماز کی فضیلت وارد ہوئی ہے تو اس روایت کی وجہ سے اس رات کو نفل نماز کے لیے خاص نہیں کیا جائے گا کیونکہ کسی بھی عبادت کا وقت، جگہ، کیفیت یا مقدار وغیرہ کی تخصیص نص صحیح کے بغیر ممکن نہیں اور بلاشبہ غیر ثابت روایت کے ذریعے کسی عبادت کی تخصیص دین میں ایجادِ بدعات کے مترادف ہے۔

تیسری شرط کہ ''اس پر عمل کے وقت احتیاط کا عقیدہ رکھا جائے ثبوت کا نہیں'' اس بات کی متقاضی ہے کہ انسان کسی دینی مسئلہ پر عمل بھی کرے اور یہ عقیدہ بھی رکھے کہ یہ دین میں ثابت نہیں، تو پھر ایسے مسئلے پر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ نیز احتیاط کا تقاضا یہ نہیں کہ کسی غیر ثابت امر پر عمل کیا جائے بلکہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ صرف صحیح وثابت اُمور کو ہی اپنایا جائے اور مشکوک ومشتبہ اشیاء سے اجتناب کیا جائے جیسا کہ فرمانِ نبوی بھی ہے کہ ''شک والے کام چھوڑ کر ایسے کام اپناؤ جن میں شک نہ ہو۔''(۱)

یہاں یہ وضاحت بھی مناسب ہے کہ استدلال بالضعیف کے حوالے سے یہ خیال کرنا کہ اگر اس کے مخالف کوئی صحیح دلیل موجود نہیں تو گویا اس حدیث میں وارد حکم مسکوت عنہ ہے اور جب وہ حکم مسکوت عنہ ہے اور اس کے مخالف بھی کچھ ثابت نہیں تو اسے تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ایک باطل خیال اور اس شرعی قاعدہ کے خلاف ہے کہ ''عبادات میں اصل حرمت وممانعت ہے'' یعنی صرف وہی کام بطورِ عبادت بجالایا جاسکتا ہے جو کسی صحیح دلیل سے ثابت ہو اور کوئی بھی غیر ثابت کام بطورِ عبادت بجالانا ہی بدعت ہے۔

❀ قابل ترجیح رائے:

ہمارے علم کے مطابق مطلقاً ضعیف حدیث پر عمل کے قائلین اور صرف فضائل میں استدلال بالضعیف کے قائلین (دونوں) کا موقف مرجوح ہے جبکہ قابل ترجیح موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث نہ تو احکام میں حجت ہے اور نہ ہی فضائل میں۔ اس موقف کو ترجیح دینے کی چند وجوہ یہ ہیں کہ دینی اُمور میں یقین وقطعیت کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ضعیف حدیث بالاتفاق ظن مرجوح کا فائدہ دیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ شریعت میں حدیث کی تحقیق وتفتیش کی ترغیب دلائی گئی ہے اور مشکوک ومشتبہ حدیث کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت سے روکا گیا ہے جیسا کہ کئی ایک فرامینِ نبویہ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ ''جس نے کوئی جھوٹی بات میری طرف منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے'' وغیرہ وغیرہ۔(۲) تیسرے یہ کہ شریعت میں فضائل کا کم از کم درجہ استحباب کا ہے اور استحباب شریعت کے

---

(۱) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۳۱۹٤) ترمذی (۲۵۱۸) نسائی (۵۳۹۸)]

(۲) [بخاری (۱۱۰) کتاب العلم: باب اثم من کذب علی النبی، مسلم (۳) ابن ابی شیبۃ (۸/۷۶۲)]

احکامِ خمسہ میں سے ایک حکم ہے اور کوئی بھی شرعی حکم کسی صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا۔ چوتھے یہ کہ ذخیرۂ حدیث میں عقائد واحکام کے علاوہ فضائل سے متعلق بھی وافر مقدار میں احادیث موجود ہیں جو ہر شعبۂ زندگی کے متعلق کامل رہنمائی کے لیے کافی ہیں تو پھر غیر ثابت روایات کا سہارا لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟۔

نیز یہاں اس حقیقت کی نقاب کشائی بھی ضروری ہے کہ جب فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کی گنجائش دی گئی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ گنجائش فضائل تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ احکام تک بھی تجاوز کر گئی اور رفتہ رفتہ بہت سے مسائل کی بنیاد ضعیف احادیث پر رکھتے ہوئے انہیں شرعی احکام کا درجہ دے دیا گیا۔ جیسے دورانِ وضو گردن کے مسح کے متعلق یہ روایت محققین کے نزدیک موضوع ہے ﴿ مَسْحُ رَقَبَةِ أَمَانٌ مِنَ الْغُلِّ ﴾ ''گردن کا مسح (روزِ قیامت) طوق سے بچنے کا ذریعہ ہے۔''(۱) لیکن ابن ہمامؒ کی فتح القدیر میں مذکور ہے کہ ((مَسْحُ الرَّقَبَةِ مُسْتَحَبٌّ)) ''گردن کا مسح مستحب ہے۔''(۲) اور آج عوام الناس کی اکثریت گردن کا مسح سنت سمجھتے ہوئے ہی کر رہی ہے۔ اب غور فرمائیے کہ جب امام ابن ہمامؒ جیسے بزرگ ضعیف حدیث پر عمل کی شرائط کی پابندی نہیں کر سکے اور اس سے ایک شرعی حکم ''استحباب'' ثابت کر رہے ہیں تو عوام سے ان شرائط کی پابندی کی کیا توقع رکھی جا سکتی ہے؟ لہٰذا ضعیف احادیث سے احکام وعقائد کے ساتھ ساتھ فضائل میں بھی اجتناب ہی بہتر ہے۔ (واللہ اعلم)

موضوع احادیث اور اسباب وضع حدیث

موضوع حدیث کا تعارف

محدثین کے نزدیک موضوع روایت وہ ہوتی ہے جس میں کوئی کاذب یا واضع راوی پایا جائے۔ بالفاظِ دیگر موضوع ایسی جھوٹی اور من گھڑت بات کا نام ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ ایسی روایت کے موضوع ہونے کی نشاندہی کیے بغیر اسے آگے بیان کرنا حرام ہے کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر کوئی جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔''

وضع حدیث کے اسباب

جن وجوہ کی بنا پر بالعموم روایات گھڑی گئیں ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

① تقرب الی اللہ کی نیت: بعض کچھ لوگوں نے اس مقصد سے روایات گھڑیں کہ وہ مختلف قسم کے اجر وثواب کی ترغیب دلا کر لوگوں کو نیکی اور خیر کی طرف راغب کریں گے۔

② اپنے مذہب کی تائید وتقویت: جب مختلف سیاسی ومذہبی گروہوں کا ظہور ہوا تو ہر مذہب کے پیروکاروں

---

(۱) [تذکرۃ الموضوعات (ص: ۳۱) السلسلۃ الضعیفۃ (۶۹)] (۲) [فتح القدیر (۱/۵۵)]

نے اپنے اپنے مذہب کی تائید وتقویت کے لیے روایات گھڑنی شروع کر دیں جیسے شیعہ حضرات نے فضائلِ علی رضی اللہ عنہ میں بہت سی روایات گھڑ لیں۔

③ دین اسلام پر عیب لگانا: اس مقصد سے زندیق لوگوں نے روایات گھڑیں کہ جو اعلانیہ اسلام میں رخنہ اندازی سے عاجز آ گئے تو انہوں نے خفیہ طور پر اسلام کو بدنام کرنے کے لیے روایات گھڑنا شروع کر دیں۔

④ امراء وحکام سے قریبی تعلقات قائم کرنا: کچھ دنیوی طمع رکھنے والے امراء وحکام کے ہاں مرتبہ پانے کے لیے ایسی روایات گھڑتے جو انہیں خوش کرنے کا ذریعہ بنتیں یا ان کی آراء کی مؤید ہوتیں۔

⑤ رزق حاصل کرنے کے لیے: کچھ قصہ گو واعظ حضرات عجیب وغریب داستانیں گھڑ کر لوگوں کو سناتے تاکہ وہ متاثر ہو کر انہیں نذرانے پیش کریں اور کھانے پینے کی اشیاء مہیا کریں۔

⑥ شہرت طلبی: کچھ لوگ اس وجہ سے عجیب وغریب روایات گھڑتے تاکہ لوگوں میں ان کا چرچا ہو۔

ضعیف اور موضوع روایات پر لکھی جانے والی چند کتب

1- الموضوعات، از ابن جوزی
2- الفوائد المجموعة، از شوکانی
3- الأسرار المرفوعة، از ملا علی قاری
4- اللآلی المصنوعة، از سیوطی
5- المنار المنیف، از ابن قیم
6- موضوعات، از صغانی
7- تذکرۃ الموضوعات، از طاہر پٹنی
8- کشف الخفاء، از عجلونی
9- المقاصد الحسنة، از سخاوی
10- السلسلة الضعیفة، از البانی
11- 100 مشہور ضعیف احادیث، از راقم
12- 200 مشہور ضعیف احادیث، از راقم

حدیث وسنت اور خدمات محدثین

محدث کا مفہوم

محدث کا لفظی معنی تو "بیان کرنے والا، گفتگو کرنے والا" وغیرہ ہے۔ اصطلاح میں محدث وہ ہوتا ہے جو احادیث بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علم اسماء الرجال، علل الحدیث، اسانید، عالی ونازل اور دیگر علوم الحدیث کی معرفت اور ان میں درک رکھتا ہو۔ بالفاظِ دیگر محدث وہ ہے جسے علم روایت ودرایت پر کامل مہارت حاصل ہو اور وہ ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہو حتی کہ اس کا حفظ وضبط معروف ہو۔ (۱)

☜ لفظ محدث کے علاوہ بھی چند القاب ایسے ہیں جو صرف محدثین کے ساتھ ہی خاص ہیں جیسے:

(۱) النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح (۲۶۸/۱) قواعد التحدیث (ص: ۷۷) تدریب الراوی (ص: ۱۱)

حافظ جسے محدث کی درج بالا تمام صفات کے ساتھ ساتھ ایک لاکھ احادیث بھی حفظ ہوں۔

حاکم: جس محدث کا علم سند و متن کے اعتبار سے تمام ذخیرۂ حدیث کو محیط ہو اور وہ بہت کم سے جاہل ہو۔

الحجۃ: وہ محدث جسے متون و اسانید سمیت تین لاکھ احادیث حفظ ہوں۔

محدثین کی عظیم خدمات کی ایک جھلک

اگر یوں کہا جائے کہ حدیث کی حفاظت، حدیث کی تحقیق، رواۃ حدیث کی جانچ پرکھ اور حدیث کی جمع و تدوین کے لیے محدثین نے اپنی عمریں کھپا دیں تو یقیناً بے جا نہ ہوگا۔ حفاظتِ حدیث کا خاص اہتمام جیسے صحابہ و تابعین نے کیا ویسے ہی محدثین نے بھی کیا اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہی تھا کہ جس نے انہیں دنیائے اسلام کے مختلف اطراف و اکناف، قریہ قریہ، بستی بستی اور چپہ چپہ کا پیدل سفر طے کر کے حدیثیں جمع کرنے کی توفیق بخشی اور انہوں نے اس خدمت کی خاطر اپنی ساری ساری پونجیاں لٹانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ مخالفوں کی مخالفت، ظالموں کا ظلم اور حکمرانوں کا جبر و قہر بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ انہوں نے بعض اوقات ایک ایک حدیث کے لیے مہینوں کے پرصعوبت سفر طے کیے، بھوک و تھکاوٹ برداشت کی اور اپنے بیوی بچوں کی پرواہ کیے بغیر گھروں سے نکل کھڑے ہوئے صرف اس غرض سے کہ نبی کریم ﷺ کے سنہری فرامین محفوظ ہو جائیں اور آئندہ نسلیں بآسانی ان تک رسائی حاصل کر سکیں۔ ان کی اسی عظیم الشان کدوکاوش کا نتیجہ ہے کہ غیر مسلم بھی ان کے کارناموں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہوں ان نفوسِ قدسیہ پر جن کی شب و روز کی قربانیاں تا قیامت افرادِ ملت کے لیے قابل صد افتخار ہیں۔ آئندہ سطور میں ان بزرگ و برتر ہستیوں کی زندگیوں سے خدماتِ حدیث کے حوالے سے چند امثلہ پیش کی جا رہی ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

امام بخاریؒ نے اپنے علاقے میں حدیث پڑھنے کے بعد بلخ، بغداد، مکہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص اور دمشق کے علماء کے پاس جا کر ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ امام زہریؒ کے بیان کے مطابق انہوں نے علم حدیث کے حصول کی خاطر آٹھ سال سعید بن مسیبؒ کے پاس گزارے اور ایک مرتبہ وہ ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے سات سال مسلسل سفر میں رہے۔ یحییٰ بن سعید القطان طلب حدیث کے لیے دس سال اپنے استاد شعبہؒ کے پاس رہے۔ نافعؒ طلب حدیث کے لیے تقریباً چالیس سال امام مالکؒ کے پاس حاضری دیتے رہے۔ امام مالکؒ نے نو سو کے قریب اساتذہ سے، ابن مبارکؒ نے گیارہ سو کے قریب، ہشام بن عبد اللہؒ نے سترہ سو کے قریب اور ابونعیم اصبہانیؒ نے آٹھ سو کے قریب اساتذہ سے احادیث حاصل کیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ نے علم حدیث حاصل کرنے کے لیے ساڑھے دس لاکھ درہم خرچ کر دیئے حتیٰ کہ اتنے پیسے بھی پاس نہ رہے کہ پاؤں کی جوتی ہی خرید سکیں۔ امام ربیعہؒ نے علم حدیث کی خاطر اپنے گھر کی چھت کی

کڑیاں تک بیچ ڈالیں اور ان پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کوڑے کے ڈھیر سے کھجوریں ڈھونڈ کر کھانی پڑیں۔ طلب حدیث کی راہ میں ایک دفعہ امام بخاریؒ کا یہ حال ہو گیا کہ کچھ بھی کھانے کو نہ رہا تو اپنا لباس بیچ کر کھانا خریدنا پڑا۔ امام احمدؒ علم حدیث کے حصول کے لیے یمن پہنچے تو کبھی کسی سے قرض لے کر کام چلاتے اور کبھی کسی کا کوئی کام کر دیتے حتیٰ کہ جب واپسی کا وقت ہوا تو ایک شخص کے مقروض تھے، پاس کچھ نہیں تھا تو اسے جوتیاں اتار کر دے دیں اور ننگے پاؤں روانہ ہو گئے۔

ان قربانیوں کے بعد محدثین نے خدماتِ حدیث کے حوالے سے جو عظیم کارنامے سرانجام دیئے وہ بھی اپنی مثال آپ ہیں جیسے پانچ لاکھ رواۃ حدیث کے احوال جمع کر دینا، مختلف کتبِ حدیث (موضوعی وغیر موضوعی) جیسے مسند احمد اور صحاح ستہ وغیرہ کی صورت میں حدیث کے بڑے بڑے ذخیرے مرتب کر دینا اور صحیح وضعیف روایات کو ممتاز کرنے کے لیے جرح وتعدیل کے پیمانے مقرر کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تھیں محدثین کی حدیث کے حوالے سے قربانیوں اور خدمات کی چند جھلکیاں جو تا قیامت لوگوں کے لیے مثالیں بنی رہیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی حدیثِ رسول کی سچی محبت اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے۔ (آمین!)

مختلف اَدوار میں خدماتِ محدثین کی مزید کچھ تفصیل سابقہ اَوراق میں ذکر کردہ عنوان ''تدوین حدیث وسنت اور اس کا آغاز وارتقا'' کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث وسنت اور خدمات علمائے برصغیر

برصغیر پاک وہند میں خدماتِ حدیث کا ارتقائی جائزہ

سرزمین پاک وہند میں سب سے پہلے احادیث کے منتشر اَوراق کو جمع کرنے والے جس محدث کا ذکر ملتا ہے وہ دوسری صدی ہجری کے ربیع بن صبیح سعدی ہیں، جیسا کہ صاحب کشف الظنون نے وضاحت کی ہے۔ ان کے بعد حضرت حسن بصریؒ کے تلمیذ رشید اسرائیل ابوموسیٰ بصری (تابعی) ہندوستان تشریف لائے۔ ابو معشر نجیح جن کا تعلق سندھ سے تھا بھی دوسری صدی ہجری کے حدیث وسیر کے ائمہ میں سے ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے بزرگانِ حدیث میں ایک تو رجاء سندھی ہیں جو ایران پہنچے تو اسفرائینی کہلائے اور دوسرے شیخ ابوعلی سندھی ہیں۔ ان بزرگوں کی بدولت جہاں ہندوستان میں اشاعتِ حدیث کا کام ہوا وہاں عمل بالحدیث کا بھی چرچا ہوا۔ چوتھی صدی ہجری میں قاضی ابومحمد منصوری نے ہندوستان میں علم حدیث کا چراغ روشن کیا۔ آپ مذہب داود ظاہری کے پابند تھے۔ پانچویں صدی ہجری میں شیخ علی بن عثمان ہجویری لاہوری نے برصغیر میں سنت کی نشر واشاعت کا کام کیا اور متعدد کتب تالیف کیں جن میں سے ایک کشف المحجوب ہے۔ چھٹی صدی ہجری

کے ائمہ حدیث میں شیخ رضی الدین حسن صغانی لاہوری ہیں، جنہوں نے صحیحین کی منتخب احادیث پر مشتمل کتاب مشارق الانوار مرتب کی۔

ساتویں صدی ہجری میں مشہور ولی شیخ بہاء الدین زکریا نے ملتان میں حدیث وسنت کی اشاعت کا مرکز قائم کیا اور ان کے بعد ان کی اولاد (جیسے محدث جمال الدین وغیرہ) نے اس کام کو جاری رکھا۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور محدث وامام محمد بن یعقوب فیروز آبادی ہیں جن کی دو کتابیں عالم اسلام میں جانی پہچانی ہیں؛ ایک القاموس المحیط اور دوسری سفر السعادۃ ۔نویں صدی ہجری میں دکن کے شیخ علی متقی جونپوری نے سو سے زائد کتابیں تالیف کیں جن میں حدیث کی قابل قدر خدمت امام سیوطیؒ کی کتب جمع الجوامع ، الجامع الصغیر اور الزیادہ کو فقہی ابواب پر مرتب کرنا ہے۔ان کے مطالعہ میں مزید سہولت کے لیے شیخ نے مزید چھ کتابیں لکھیں:

1- منهاج العمال فی سنن الاقوال والافعال
2- اکمال منهاج العمال
3- غاية العمال
4- المستدرك
5- كنز العمال فی سنن الاقوال والافعال
6- منتخب كنز العمال

دسویں صدی ہجری کے مشہور محدث علامہ طاہر پٹنی گجراتی ہیں جن کی کتاب تذکرۃ الموضوعات معروف ہے۔اس کے علاوہ موصوف کی اہم کتب میں المغنی فی ضبط الرجال ، قانون الموضوعات والضعفاء ، اسماء الرجال اور مجمع بحار الانوار شامل ہیں۔گیارہویں صدی ہجری میں ایک تو قاضی شیخ نصیر الدینؒ نے اشاعتِ حدیث کی کوشش کی (آپ نے ہمیشہ قیاس کے مقابلے میں حدیث کو ترجیح دی) اور دوسرے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ ہیں جو محدثینِ حرم سے علم حدیث حاصل کر کے وطن واپس آئے اور پھر اکبر کے ایجاد کردہ نئے دین کے مقابلے میں چٹان بن کر کھڑے ہو گئے،آپ نے اس راستے میں بہت تکالیف برداشت کیں۔

بارہویں صدی ہجری میں عاملین بالحدیث کی تعداد بہت زیادہ نظر آتی ہے۔ جہاں ایک طرف مولانا محمد فاخر زائرؒ کے دروسِ کتاب وسنت کا چرچا تھا تو دوسری طرف شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بذریعہ تحریر اور ان کے بعد ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے رفقائے کار کے عمل نے لوگوں میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا جس کی صدائے بازگشت قریہ قریہ سنائی دینے لگی ۔لوگ توحید وشرک اور سنت و بدعت کا مفہوم سمجھنے لگے اور ایک خاصی تعداد حق پسند بن گئی۔شاہ اسماعیل شہید نے اپنی پوری زندگی اعلائے کلمۃ اللہ،احیائے سنتِ رسول، جہاد فی سبیل اللہ اور ہدایت خلق اللہ میں گزار دی۔آج برصغیر پاک وہند میں اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد تدریس وتصنیف اور نشر واشاعت کے ذریعہ جاری ہے۔ مدارس میں جہاں حدیث کی ایک آدھ کتاب بطورِ تبرک پڑھائی جاتی تھی اب صحاح ستہ شاملِ نصاب ہے۔ کتب حدیث کے شروح وحواشی نیز ان کے ترجمے اور ان کی نشر واشاعت کا اہتمام

بھی زوروں پر ہے۔ تصنیفی اعتبار سے علمائے برصغیر نے جو خدمات انجام دیں ان میں سے چند ایک کا مختصر بیان آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ (۱)

برصغیر میں لکھی جانے والی حدیث پر چند اہم تصانیف

1- عون الباری لحل ادلة البخاری ، ازنواب صدیق حسن خان قنوجی
2- السراج الوهاج من کشف مطالب صحیح مسلم (شرح صحیح مسلم عربی)، ازنواب صدیق حسن خان
3- مسک الختام شرح بلوغ المرام (فارسی) ، ازنواب صدیق حسن خان
4- فتح العلام شرح بلوغ المرام (عربی) ، ازنواب صدیق حسن خان
5- الحطة فی ذکر الصحاح ستة (صحاح ستہ کے مولفین کے احوال ومناقب)، ازنواب صدیق حسن خان
6- ترجمه صحیح بخاری (اردو) ، ازمولانا عبدالتواب ملتانی
7- حاشیة بلوغ المرام من ادلة الاحکام (اردو) ، ازمولانا عبدالتواب ملتانی
8- حاشیة مشکاة المصابیح (اردو) ، ازمولانا عبدالتواب ملتانی
9- حاشیة عون المعبود شرح ابوداود (اردو) ، ازمولانا عبدالتواب ملتانی
10- نص الرایة فی تخریج الهدایة (عربی) ، ازمولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی
11- ترجمه صحیح مسلم (پارہ اول،اردو) ، ازمولانا عبدالعزیز صمدنی فرخ آبادی
12- ترجمه صحیح بخاری (اردو) ، ازمولانا عبدالتواب ملتانی
13- اربعین نووی (اردو) ، ازمولانا عبدالمجید سوہدروی
14- عون المعبود شرح سنن ابی داود (عربی) ، ازمولانا شمس الحق عظیم آبادی
15- التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی (عربی) ، ازمولانا شمس الحق عظیم آبادی
16- تحفة الأحوذی شرح جامع ترمذی (عربی) ، ازمولانا عبدالرحمن مبارکپوری
17- تیسیر الباری ترجمه صحیح بخاری (اردو) ، ازنواب وحیدالزماں حیدرآبادی
18- تراجم صحاح سته و مؤطا (اردو) ، ازنواب وحیدالزماں
19- التعلیقات السلفیة (حواشی بر سنن نسائی،عربی) ، ازمولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانی
20- تنقیح الرواة فی تخریج احادیث المشکاة (عربی) ، ازمولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانی
21- مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (عربی) ، ازمولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری

(۱) [ملخص از، "علمائے اهل حدیث کی خدمات حدیث" ازمولانا محمد مستقیم، علوم الحدیث مطالعه و تعارف]

22- منة المنعم شرح صحيح مسلم (عربی)، از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

23- ترجمه وتشريح احاديث قدسيه (اردو)، از حافظ عمران ایوب لاہوری

24- تحقيق وتخريج مؤطا امام مالك (اردو)، از حافظ عمران ایوب لاہوری

25- فقه الاسلام شرح بلوغ المرام (اردو)، از حافظ عمران ایوب لاہوری

حدیث وسنت اور خدمات شیخ البانیؒ

شیخ البانیؒ کا مختصر تعارف

شیخ البانیؒ عصر حاضر کے عظیم محدث شمار کیے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی شب وروز کی محنت شاقہ کے ذریعے مسلمانانِ عالم میں تحقیقِ حدیث کی جستجو اور خدماتِ محدثین کی یاد کو ایک بار پھر تازہ کر دیا۔ آپ کا مکمل نام "ابوعبد الرحمٰن محمد ناصر الدین بن نوح نجاتی بن آدم الالبانی" ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۱۴ء میں البانیہ کے دار الخلافہ "اشقودرہ" میں ہوئی، اسی وجہ سے آپ البانی کہلوائے۔ آپ کے والد 'نوح نجاتی' ایک حنفی عالم دین اور باعمل انسان تھے۔ چنانچہ جب سلطنتِ البانیہ میں بے دینی اور مغربیت نے زور پکڑا تو وہ اپنے اہل وعیال سمیت دمشق ہجرت کر گئے۔ تب شیخ البانیؒ کی عمر ابھی ۹ برس تھی۔

شیخؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور ان کے چند رفقا سے حاصل کی۔ ابتدائی عمر میں گھڑیوں کی مرمت کا پیشہ بھی اختیار کیے رکھا، لیکن شیخ رشید رضا کی زیر نگرانی شائع ہونے والے میگزین "مجلّہ المنار" میں تحقیقی ابحاث کے مطالعہ کے بعد علم حدیث کی طرف راغب ہو گئے اور پھر ساری زندگی حدیثی تحقیق وخدمت میں ہی صرف کر دی۔

شیخؒ کے اساتذہ کی تعداد زیادہ نہیں کیونکہ آپ نے زیادہ علم ذاتی مطالعہ کے زور پر ہی حاصل کیا تھا، البتہ آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ تین سال کا عرصہ مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے جہاں پوری دنیا سے طالبانِ علم حاضر ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے وہ تلامذہ جنہوں نے آپ کے تحریری مواد یا ریکارڈ شدہ کیسٹوں سے استفادہ کیا ہے، اتنی زیادہ تعداد میں ہیں جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

شیخؒ زندگی کے آخری ایام میں مختلف امراض میں مبتلا ہو گئے جیسے آنتوں کی شدید قبض اور سوزش، کثرتِ بلغم، کانوں میں دباؤ اور درد اور بے حد کمزوری وغیرہ۔ لیکن حدیث سے والہانہ محبت کی وجہ سے آپؒ اپنی تصنیفی سرگرمیوں سے پھر بھی باز نہ آئے اور جب خود لکھنے کی طاقت نہ ہوتی تو اپنے بیٹوں اور پوتوں سے لکھوا لیتے۔

بالآخر علمی بصیرت کا یہ روشن ستارہ بھی دیگر چمکتے ستاروں کی طرح ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو اُردن میں گل ہو گیا۔ شیخ ؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد آج ساری دنیا میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو ان کے لیے باعث نجات بنائے۔ (۱)

شیخ البانی ؒ کے متعلق اہل علم کی چند آراء

شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ اس زمانے میں مَیں نے روئے زمین پر علامہ محمد ناصر الدین البانی ؒ جیسا کوئی محدث نہیں دیکھا۔ (۲) شیخ ابن عثیمینؒ نے ایک فتویٰ میں فرمایا کہ البانی ؒ اہل السنہ کے ایک فرد ہیں، سنت کا دفاع کرنے والے اور حدیث کے امام ہیں، ہمیں اپنے موجودہ دور میں کسی ایسے شخص کا علم نہیں جو ان کے مقابلے کا ہو۔ (۳) شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ، علامہ البانی ؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپؒ محافظِ سنت، حق کے مددگار اور اہل باطل کے خلاف ٹکرانے والے تھے۔ (٤)

شیخ البانی ؒ کی حدیثی خدمات

چونکہ شیخ البانی ؒ تقریباً ساٹھ سال کا عرصہ مسلسل تحقیق حدیث کے کام میں مصروف رہے اس لیے آپ کی تالیفات وتصنیفات کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ آپ کے تصنیفی کام کو پانچ انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

❶ کچھ کتابیں ایسی ہیں جو آپ نے بذات خود تحریر فرمائیں جیسے

1- سلسلة الأحاديث الصحيحة
2- سلسلة الأحاديث الضعيفة
3- صحيح وضعيف سنن اربعه
4- حجاب المرأة المسلمة
5- تحذير الساجد
6- أحكام الجنائز وبدعها
7- آداب الزفاف في السنة المطهرة
8- صفة الصلاة الكبير
9- الحديث حجة بنفسه
10- دفاع عن الحديث النبوى والسيرة

❷ کچھ ایسی ہیں جن کی آپ نے تحقیق کی جیسے:

1- رياض الصالحين
2- مشكاة المصابيح
3- الكلم الطيب
4- اقتضاء العلم العمل

---

(۱) [شیخ البانی کے تفصیلی حالات زندگی کے لیے دیکھئے: حياة الألباني وآثاره وثناء العلماء عليه سیبانی، موجزة عن حياة الشيخ ناصر الدين از شيخ مجذوب اور كوكبة من أئمة الهدى از عاصم قریوطی وغیرہ۔]

(۲) [www.n.daawah.net/library/ebook-3.html.]

(۳) [أيضا]

(۳) [فتاوى ورسائل محمد بن ابراهيم آل شيخ (٧٤/٤)]

5- كتاب العلم للحافظ ابی خيثمه
6- مختصر صحيح مسلم للمنذری
7- فضل الصلاة على النبی ﷺ
8- فتة الكبد فی تربية الولد لابن الجوزی

❸ کچھ کی تخریج کی جیسے:

1- صحيح وضعيف الجامع الصغير
2- صحيح وضعيف الترغيب والترهيب
3- ارواء الغليل
4- غاية المرام
5- حقيقة الصيام لابن تيمية
6- شرح العقيدة الطحاوية
7- المرأة المسلمة للحسن البناء
8- تخريج احاديث مشكلة الفقر
9- تخريج الايمان لأبی عبيد
10- تخريج الايمان لابن ابی شيبة

❹ کچھ پر حواشی وتعلیقات لگائیں جیسے:

1- صحيح ابن خزيمة للأعظمی
2- التعليقات على صفة الفتوى والمفتی
3- التعليق على كتاب الباعث الحثيث
4- تمام المنة فی التعليق على فقه السنة

❺ اور کچھ کا اختصار کیا جیسے:

1- مختصر صحيح بخاری
2- مختصر الشمائل المحمدية
3- مختصر شرح العقيدة الطحاوية
4- مختصر كتاب العلو

حدیث وسنت اور خدمات خواتین ☆

ابتدائیہ

بہت کم علوم ایسے ہیں جن کے ارتقاء، نشو ونما اور ترقی میں مردوں کے شانہ بشانہ خواتین نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا ہو، تاہم اس سلسلے میں علم حدیث کا ایک نمایاں استثناء ہے۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور ہی سے حفاظت حدیث اور علوم حدیث کی ترقی میں خواتین نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔ ادبِ حدیث کے ارتقاء میں انہوں نے ہر مرحلہ پر نہایت گہری اور پر جوش دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں حدیث کی ایسی ماہر اور ممتاز خواتین موجود رہی ہیں جن کے سامنے مردوں نے بھی نہایت عزت واحترام سے گردن جھکائی ہے۔ کتب اسماء الرجال کی آخری جلدوں میں عام طور سے حدیث کی ماہر خواتین کے حالات مذکور ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں مردوں کے علاوہ کتنی ایسی خواتین گزری ہیں جو حدیث کی ماہر تھیں۔

☆ یہ مضمون ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی کی انگریزی کتاب ''حدیث لٹریچر'' سے ماخوذ ہے، افادۂ عام کی غرض سے یہاں اس کا ملخص اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

عہد رسالت

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں خواتین نہ صرف علم حدیث کے ارتقاء کا سبب بنیں بلکہ انہوں نے مردوں کو اپنی روایت سے احادیث بھی پہنچائیں۔ آپ کی وفات کے بعد بہت سی صحابیات کو' جن میں آپ کی ازواج مطہرات شامل تھیں' علوم نبوی کا محافظ سمجھا جاتا تھا اور حدیث کے طالبین جوق در جوق ان کے پاس پہنچتے اور ان سے مستفید ہوتے۔ ان میں حضرت حفصہ، حضرت اُم حبیبہ، حضرت اُم سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کے اسماء گرامی حدیث کے ہر طالب علم کو معلوم ہیں۔ نیز یہ کہ حدیث کی سب سے پہلی روایت کرنے والی خواتین یہی تھیں۔ بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تاریخ ادب حدیث میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ نہ صرف یہ کہ ابتدائے اسلام میں انہوں نے احادیث روایت کیں، بلکہ بڑی احتیاط سے وہ ان احادیث کی تشریح بھی فرماتی تھیں۔

عہد صحابہ وتابعین

اس کے بعد صحابہ وتابعین کے دور میں بھی حدیث میں خواتین کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ حفصہ بنت سیرین (١)، ام درداء اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن اس دور کی چند مشہور محدث خواتین ہیں۔ ایاس بن معاویہ اُم درداء کو علم وفضل اور حدیث دانی میں اس دور کے تمام محدثین کے مقابلہ میں' جن میں حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ بھی شامل تھے' ایک اعلیٰ مقام دیتے تھے۔ (٢) عمرہ بنت عبدالرحمٰن کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات پر سند سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ کے قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کو یہ حکم دیا تھا کہ عمرہ کی روایت کی ہوئی تمام احادیث کو لکھ کر محفوظ کر لیں۔ (٣)

ان کے علاوہ اسی دور کی جن خواتین نے حدیث میں ممتاز مقام حاصل کیا اور تدریس حدیث میں شہرت حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں۔ عابدہ المدینہ، عبدہ بنت بشر، ام عمر الثقفیہ، زینب جو علی بن عبداللہ بن عباس کی پوتی تھیں، نفیسہ بنت حسن بن زیاد، خدیجہ اُم محمد، عبدہ بنت عبدالرحمٰن۔ ان میں سے بعض کا تعلق ادنیٰ خاندانوں سے اور بعض کا اعلیٰ خاندانوں سے تھا۔ یہ ساری خواتین اپنے زمانہ میں حدیث پر کامل مہارت رکھتی تھیں۔ مثلاً عابدہ محمد بن یزید کی باندی تھیں۔ انہوں نے اپنے دور میں مدینہ کے کبار محدثین سے حدیث پڑھی تھی۔ حبیب دحون اندلس کے ایک مشہور محدث تھے۔ وہ حج کے موقع پر مدینہ تشریف لائے اور ان خاتون کی حدیث میں مہارت سے بہت متاثر ہوئے۔ بعد ازاں ان کے مالک محمد بن یزید نے ان کی شادی حبیب دحون کے ساتھ کر دی اور وہ انہیں اپنے ساتھ اندلس لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مدینہ کے اپنے شیوخ حدیث سے دس ہزار احادیث روایت کیں۔ (٤)

---

(١) [طبقات ابن سعد (٣٥٥/٩)]

(٢) [تدریب الراوی (ص: ٢١٥)]

(٣) [طبقات ابن سعد (٣٥٢/٨)]

(٤) [نفح الطیب للمقری (٢ ٩٦)]

زینب بنت سلیمان شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد السفاح کے چچازاد بھائی تھے۔ السفاح عباسی خاندان کے بانی تھے اور خلیفہ منصور کے عہد خلافت میں بصرہ، عمان اور بحرین کے گورنر رہ چکے تھے۔ (۱) زینب کو حدیث پر بڑی مہارت حاصل تھی اور ان کا شمار اپنے دور کی ان ممتاز خواتین میں ہوتا تھا جو محدثات کہلاتی تھیں۔ ان سے متعدد مشہور اور اہم شخصیات نے حدیث روایت کی ہے۔ (۲)

عہد آغاز تدوین حدیث

تاریخ حدیث میں مردوں کے ساتھ خواتین کا اشتراک علم حدیث کی ترقی میں مسلسل جاری رہا۔ تاریخ تدوین حدیث کے آغاز ہی سے تمام مشہور اور اہم جامعین حدیث نے حدیث کے مجموعوں میں اپنی خواتین شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں۔ احادیث کے تمام مشہور اور اہم مجموعوں میں ہمیں بکثرت ایسی خواتین کے نام ملتے ہیں جن سے ان مجموعوں کے جامعین نے براہ راست احادیث روایت کی ہیں۔ تدوین حدیث اور احادیث کے مجموعوں کے وجود میں آنے کے بعد اکثر خواتین نے ان میں سے بیشتر حدیث کی کتابوں پر عبور حاصل کیا اور درس حدیث کے حلقے قائم کیے۔ ان حلقوں میں حدیث کے طلبہ، مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں شریک ہوتے اور بہت سی اہم شخصیتیں جنہیں بعد میں حدیث میں شہرت حاصل ہوئی ان کے سامنے سرنگوں ہو کر بیٹھتیں اور ان سے حدیث کی سند حاصل کرتیں۔

چوتھی صدی ہجری

چوتھی صدی ہجری میں مندرجہ ذیل خواتین نے علم حدیث میں شہرت حاصل کی، تدریس حدیث کی خدمت انجام دی اور ان کے حلقہ درس میں کثرت سے طلبہ حدیث نے شرکت کی۔ فاطمہ بنت عبدالرحمٰن (م ۳۱۲ھ) جو اپنے لباس اور زہد وتقویٰ کے سبب صوفیہ کے نام سے مشہور تھیں۔ فاطمہ امام ابوداود کی پوتی تھیں، جو صحاح ستہ کی معروف کتاب سنن ابی داود کے جامع تھے۔ امۃ الوحید (م ۳۷۷ھ) مشہور فقیہ محاملی کی صاحبزادی تھیں۔ ام الفتح امۃ السلام (م ۳۹۰ھ) اپنے زمانہ کے مشہور قاضی ابوبکر احمد کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے علاوہ اس صدی کی متعدد دیگر خواتین بھی تھیں جنہوں نے حدیث میں اعلیٰ مقام حاصل کیا تھا۔ (۳)

پانچویں صدی ہجری تا آٹھویں صدی ہجری

پانچویں صدی ہجری میں بھی متعدد خواتین نے فن حدیث میں نام پیدا کیا اور ان کا شمار اس دور کی مشہور محدثات میں ہوتا ہے۔ فاطمہ (م ۴۸۰ھ) نے جو مشہور صوفی حسن بن علی الدقاق کی صاحبزادی تھیں اور ابوالقاسم

---

(۱) [Genealogische Tabellen der Arabischen Stamme Und Familien , p: 430 .]

(۲) [تاریخ بغداد (۱۴/۴۳۴)]

(۳) [أیضاً]

القشیری کی اہلیہ تھیں، نہ صرف خطاطی میں شہرت حاصل کی بلکہ علم حدیث میں انتہائی کمال حاصل کیا اور اپنی علوِ اسناد کے سبب وہ اپنے دور کے محدثین میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔(۱) کریمہ المروزیہ بنت احمد (م۴۶۳ھ) اپنے دور میں صحیح بخاری پر سند سمجھی جاتی تھیں۔ ہرات کے ایک محدث ابو ذر ان کو حدیث میں بہت اہمیت دیتے اور حدیث کے طلبہ کو ان سے صحیح بخاری پڑھنے کی تاکید کرتے، کیونکہ انہوں نے صحیح بخاری کشمیہنی کی اسناد سے پڑھی تھی۔ ایک محدث خاتون ایسی تھیں جنہوں نے بے شمار احادیث اپنی روایت سے بہت سے طلبا تک پہنچائیں۔(۲) مشہور مستشرق پروفیسر گولڈزیہر لکھتے ہیں کہ طلبہ کو صحیح بخاری کی روایت کے اجازات (اجازت نامے) دینے کے بارے میں ان کا نام تاریخ حدیث میں کثرت سے ملتا ہے۔(۳) علامہ ابوالمحاسن کے اجازہ میں ان کا نام موجود ہے اور آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی(۴) اور اندلس کے شہرہ آفاق محدث الحمیدی(۵) نے انہی خاتون سے صحیح بخاری پڑھی تھی۔

پروفیسر گولڈزیہر کے بیان کے مطابق کریمہ بنت احمد کے علاوہ بہت سی خواتین کو روایت بخاری کی تاریخ میں ممتاز مقام حاصل تھا۔(۶) صحیح بخاری کی راویات میں فاطمہ بنت محمد (م۵۳۹ھ)، شھدی بنت احمد بن الفرج (م۵۷۴ھ) اور ست الوزراء بنت عمر (م۷۱۶ھ) نے خصوصیت کے ساتھ روایت بخاری میں شہرت حاصل کی۔(۷) فاطمہ نے مشہور محدث سعید العیاری کی سند سے صحیح بخاری روایت کی اور حدیث میں شہرت کے سبب ان کو مُسنِدہ اصبہان (یعنی اصبہان میں حدیث پر اتھارٹی) کہا جاتا تھا۔ درحقیقت یہ ان کا قابل فخر خطاب تھا۔ شھدی ایک باکمال خطاط بھی تھیں۔ تذکرہ نگاروں نے ''خطاط، مستندہ حدیث اور فخر نسوانیت'' کے القاب سے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے جدامجد سوئیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ اس لیے وہ ابری کے نام سے مشہور تھے۔ لیکن ان کے والد ابو نصر (م۵۰۶ھ) کو حدیث کا بہت اچھا ذوق تھا اور اپنے دور کے متعدد اساتذہ فن سے انہوں نے اس کی تحصیل کی تھی۔(۸) انہوں نے اپنی صاحبزادی کو حدیث کی تعلیم دلائی اور ان خاتون نے اپنے زمانہ کے مشہور محدثین سے اخذ علم کیا۔ ان کی شادی علی بن محمد سے ہوئی، جن کا شمار اس دور کے شرفاء اور عمائدین میں ہوتا تھا۔ علی ادبی ذوق رکھتے تھے اور آخری عمر میں خلیفہ المقتفی باللہ کے مصاحبین میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک مدرسہ اور خانقاہ قائم کی اور ان کے اخراجات کے لیے اراضی وقف کی۔ ان کی اہلیہ شھدی کو حدیث میں شہرت حاصل ہوئی اور

(۱) [شذرات الذهب (ص: ٤٨)]
(۲) [نفح الطيب للمقرى (٨٧٦/١)]
(۳) [Ignaz Goldziher, vol. II P.405.]
(۴) [معجم الادباء، للحموی (٢٤٧/١)]
(۵) فهرست مخطوطات عربی وفارسی ۔ اورینٹل پبلك لائبریری، بانکی پور، (٩٨/٥)]
(۶) [Ignaz Goldziher, Vol. II P. 405.]
(۷) [شذرات الذهب (١٢٣/٤)]
(۸) [الكامل فی التاريخ، لابن الاثير (٣٤٦/١٠)]

وہ علوئے اسناد کے سبب مشہور تھیں۔(۱)

صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں کے ان کے حلقہ درس میں طلبہ کا ہجوم ہوتا۔ اور حدیث میں ان کی شہرت کے سبب بعض لوگ جھوٹ بول کر خود کو ان کا شاگرد ظاہر کرتے۔(۲) اس طرح ست الوزراء اپنے زمانہ کی مشہور مسندہ (یعنی حدیث پر اتھارٹی) تھیں۔ وہ مصر اور شام میں صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں کا درس دیتی تھیں۔(۳) صحیح بخاری کا درس ام الخیر امۃ الخالق (م۸۱۱ھ) بھی دیتی تھیں۔ یہ خاتون حدیث کی حجازی مکتبہ فکر پر سند مانی جاتی تھیں۔(۴) عائشہ بنت عبدالہادی بھی صحیح بخاری کا درس دیتی تھیں۔(۵)

محدثین کے اجازت ناموں، اسماء الرجال کی کتابوں اور کتب حدیث کے قلمی نسخوں کے ترقیموں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں صحیح بخاری کے علاوہ یہ محدث خواتین طلبہ کو حدیث کی دوسری کتابیں بھی پڑھایا کرتی تھیں۔ چنانچہ ام الخیر فاطمہ بنت علی (م۵۳۲ھ) اور فاطمہ شہزوریہ صحیح مسلم کا درس دیتی تھیں۔(۶)

فاطمہ جوزدانیہ (م۵۲۴ھ) نے اپنے حلقہ درس میں طلبہ کے سامنے طبرانی کی تینوں معاجم کو اپنی روایت کے ساتھ سنایا۔(۷) ایک خاتون زینب (م۶۸۸ھ) حران کی رہنے والی تھیں۔ ان کے حدیث کے حلقہ درس میں کثیر تعداد میں طلبہ شریک ہوتے تھے اور وہ مسند احمد کا درس دیتی تھیں، جو حدیث کے مجموعوں میں سب سے بڑا مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔ جویریہ بنت عمر (م۷۸۳ھ) اور زینب بنت احمد بن عمر (م۷۲۲ھ) نے حصولِ حدیث کے لیے طویل سفر کیے اور مصر اور مدینہ میں درسِ حدیث کے حلقے قائم کیے۔ زینب بنت احمد بن عمر نے مسند دارمی اور مسند عبد بن حمید کو طلبہ کے سامنے روایت کیا۔ طلبہ حدیث ان کے درس میں شریک ہونے کے لیے طویل مسافت طے کر کے آتے تھے۔(۸)

زینب بنت احمد کامل (م۷۴۰ھ) نے ایک بار شتر حدیث کی سندیں حاصل کی تھیں۔ وہ مسند ابی حنیفہ، شمائل الترمذی اور امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کا درس دیتی تھیں۔ اور آخر الذکر کتاب یعنی شرح معانی الآثار انہوں نے ایک دوسری خاتون عجیبہ بنت ابی بکر سے پڑھی تھی۔(۹) مشہور سیاح ابن بطوطہ نے زینب بنت احمد کامل اور ان کی بعض ہم عصر خواتین سے دمشق میں اپنے قیام کے دوران حدیث پڑھی۔(۱۰) تاریخ دمشق کے مشہور مصنف ابن عساکر نے بارہ سو مردوں اور آٹھ سو خواتین سے حدیث پڑھی اور زینب بنت عبدالرحمن سے مؤطا امام مالک کا

---

۱) [وفیات الاعیان (تذکرہ: ۲۹۵)]
۲) [Ignaz Goldziher, Vol. II P. 406.]
۳) [شذرات الذهب، لابن عماد الحنبلي (۱۰۰/٤)]
٤) [أيضا]
٥) [كتاب الامداد، لجمال الدين (ص: ١٦)]
٦) [شذرات الذهب (٤: ١٠٠)]
٧) [كتاب الامداد (ص: ١٦)]
٨) [شذرات الذهب (٥٦/٦)]
٩) [أيضا]
١٠) [سفرنامه ابن بطوطه (ص: ٢٥٣)]

اجازہ (اجازت نامہ) حاصل کیا۔[۱] حافظ جلال الدین سیوطی نے رسالہ شافعی (جو اصول حدیث اور اصول فقہ کی ابتدائی اور بنیادی کتاب ہے) هاجر بنت محمد سے پڑھا تھا۔[۲] نویں صدی ہجری کے ایک مشہور عالم اور محدث عفیف الدین جنید نے سنن الدارمی فاطمہ بنت احمد بن قاسم سے پڑھی تھی۔[۳]

زینب بنت شعری نے بہت سے ممتاز محدثین سے حدیث پڑھی۔انہوں نے کثیر طلبہ کو تعلیم دی، جن میں سے بعض نے بعد میں عربی زبان وادب میں بہت شہرت حاصل کی۔ان میں وفیات الاعیان کے مصنف ابن خلکان بھی شامل ہیں۔[٤] تذکرہ نویسوں نے کریمہ کو مسندۃ الشام (یعنی شام میں علم حدیث پر مستند شخصیت) کہا ہے۔اپنے اساتذہ کی سند سے وہ حدیث کی بہت سی کتابوں کا درس دیتی تھیں۔[٥] زینب بنت المکی نے حدیث میں بڑا نام پیدا کیا۔ان کے حلقہ درس میں شرکت کے لیے دور دور سے طلبہ سفر کر کے آتے۔

آٹھویں اور نویں صدی ہجری

آٹھویں اور نویں صدی ہجری کا زمانہ بھی حدیث میں مہارت رکھنے والی خواتین سے مالا مال ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''الدرر الکامنۃ'' میں آٹھویں صدی ہجری کے ایسے ممتاز علما کے حالات قلمبند کیے ہیں جو آسمان علم پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔ان میں مرد اور عورتیں دونوں کے تذکرے ہمیں ملتے ہیں۔ان میں ایسی خواتین بھی شامل ہیں جو حدیث میں بلند مقام رکھتی تھیں۔الدرر الکامنہ کے قلمی نسخے مشرق ومغرب کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن نے اس کو شائع کیا ہے۔اس کتاب میں ابن حجر عسقلانی نے آٹھویں صدی ہجری کی ایک سوستر (۱۷۰) خواتین کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ان میں سے بیشتر مسند حدیث پر متمکن تھیں۔اور کتاب کے مصنف ابن حجر عسقلانی کو ان میں سے متعدد خواتین سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ان میں سے بعض کا اپنے دور کے معروف محدثین میں شمار ہوتا تھا۔جویریہ بنت احمد کا ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔انہوں نے اسی دور کے مشاہیر سے فن حدیث کی تحصیل کی۔ان مشاہیر میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں۔اس فن پر عبور حاصل کرنے کے بعد انہوں نے حدیث کا حلقہ درس قائم کیا۔اور ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ میرے اساتذہ میں سے بعض محدثین اور ان خاتون کے اکثر معاصرین ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔[٦]

عائشہ بنت عبد الهادی (م ۸۱٦ھ) سے ابن حجر عسقلانی عرصہ دراز تک اکتساب علم کرتے رہے، ان کا

---

(۱) معجم البلدان للحموی (١٤٠/٥)] (۲) [معجم الادباء للحموی]

(۳) فهرست مخطوطات عربی وفارسی (١٧٥/٥)]

(٤) [وفیات الاعیان لابن خلکان (تذکرہ: ٢٥٠)] (٥) [شذرات الذهب (٢١٢/٥)]

(٦) [الدرر الكامنة لابن حجر العسقلانی]

اپنے دور کے مشہور محدثین میں شمار ہوتا تھا۔ ان کے حلقہ درس میں شریک ہونے کے لیے بھی طلبہ دور دراز کا سفر کر کے آتے تھے۔ (۱) ست العرب (م ۷۶۰ھ) سے مشہور محدث عراقی اور ہیثمی اور ان کے بعض معاصرین نے اخذ علم کیا۔ محدث عراقی نے اپنے فرزند کو حدیث پڑھنے کے لیے ان خاتون کے پاس بھیجا تھا۔ (۲) دقیقہ بنت مرشد (م ۷۴۶ھ) اپنے دور کی مشہور محدثہ تھیں اور انہوں نے بھی ایسی خواتین سے حدیث پڑھی تھی جن کا شمار اپنے دور کے مشاہیر میں ہوتا تھا۔ ان میں سے جویریہ بنت احمد تھیں جن کا تم خلوہ بالا میں ذکر کر چکے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی اور ابن عماد حنبلی نے اسماء الرجال سے متعلق اپنی تصانیف میں ان خواتین کے علاوہ دوسری ایسی خواتین کے بھی حالات زندگی لکھے ہیں جو حدیث میں مہارت رکھتی تھیں۔ مزید تفصیلات کے لیے ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

نویں صدی ہجری کی محدث خواتین کے حالات زندگی محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م ۸۹۰ھ) نے اپنی کتاب الضوء اللامع میں قلمبند کیے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے نویں صدی ہجری کے ممتاز علماء کے سوانح خاکے لکھے ہیں۔ عبدالسلام اور عمر بن الشماء نے اس کتاب کا اختصار کیا ہے۔ (۳) اور اس کا ایک ناقص قلمی نسخہ بانکی پور پٹنہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (۴) عبدالعزیز بن عمر بن فہد (م ۸۷۱ھ) نے بھی اپنی تصنیف ''معجم الشیوخ'' میں اس دور کی ایک سو تیس (۱۳۰) سے زائد محدث خواتین کا ذکر کیا ہے، جن سے انہوں نے حدیث پڑھی تھی، اور وہ ان کے شیوخ میں شامل تھیں۔ (۵) اس کتاب کو انہوں نے ۸۶۱ھ میں مرتب کیا تھا۔ اور اس میں گیارہ سو سے زائد اساتذہ و شیوخ کے حالات زندگی قلمبند کیے تھے۔ عبدالعزیز نے جن محدث خواتین کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے وہ اپنے دور کی ممتاز حدیث دان سمجھی جاتی تھیں۔ اور ان کے شاگردوں میں سے بعض نے ان کے بعد حدیث میں بڑی شہرت حاصل کی۔

ام ہانی مریم بنت فخر الدین محمد (م ۸۷۱ھ) نے بچپن میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے دور کے متداول اسلامی علوم و فنون کی تحصیل کی۔ آخر میں مکہ اور قاہرہ کے نامور محدثین سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی شہرت کئی علوم و فنون میں تھی۔ خطاطی، عربی زبان و ادب، شعر و شاعری اور فن حدیث میں انہیں دستگاہ کامل حاصل تھی اور ان فنون میں ان کا شمار اپنے زمانہ کے ماہرین میں ہوتا تھا۔ زہد و تقویٰ میں بھی ان کی شہرت تھی اور وہ شرعی احکام کی بہت سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ روزہ کثرت سے رکھتی تھیں۔ انہیں تیرہ دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت

(۱) [شذرات الذهب (۲۰۷/۶)] (۲) [أيضاً (۲۰۸/۶)]
(۳) [Gal. Sup. 2. P. 34.] (٤) [فهرست مخطوطات (۷۲۷/۱۲)]
(٥) [أيضاً]

نصیب ہوئی۔ان کے فرزند بھی دسویں صدی ہجری کے مشہور علما میں سے تھے۔وہ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کرتے۔اور آخر عمر میں ان کی بہت خدمت کیا کرتے تھے۔یہ خاتون نہایت پابندی کے ساتھ حدیث کا درس دیتی تھیں اور اکثر اہل علم کو اجازت (حدیث روایت کرنے کے اجازت نامے) دیتیں۔ابن فہد نے خود بھی حدیث کی متعدد کتابیں ان سے پڑھی تھیں۔(۱) بائی خاتون بنت ابی الحسن (م ۸۶۴ھ) نے ابوبکر مزی صغیر اور اپنے دوسرے معاصر محدثین سے حدیث پڑھی تھی۔انہوں نے بے شمار محدثین سے روایت حدیث کے اجازت نامے حاصل کیے تھے،جن میں مرد اور خواتین دونوں شامل تھے۔شام اور مصر میں وہ طلبہ کو حدیث پڑھاتی تھیں۔کہا جاتا ہے کہ وہ تدریسِ حدیث کی بہت شوقین تھیں۔(۲)

عائشہ بنت ابراہیم (م ۸۴۲ھ) نے قاہرہ،دمشق اور دوسرے مقامات پر حدیث کی تحصیل کی۔یہ بھی حدیث کا درس دیتی تھیں اور ان کے حلقہ درس میں ان کے معاصر نامور علما بھی شریک ہوتے تھے۔(۳) اُم الخیر سعدیہ مکیہ (م ۸۵۰ھ) نے اپنے زمانہ کے مختلف محدثین سے تحصیل علم کیا اور اس مقصد کے لیے انہوں نے دور دراز مقامات کے سفر کیے۔تحصیل علم کے بعد انہیں علم حدیث میں بلند مقام حاصل ہوا۔اور اپنے دور میں ان کو حدیث پر سند سمجھا جاتا تھا۔(٤)

دسویں صدی ہجری و مابعد

اسماء الرجال پر موجود تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں صدی ہجری سے حدیث میں خواتین کی دلچسپی آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ہمیں دسویں،گیارھویں اور بارھویں صدی ہجری کے علما و محدثین کے حالات زندگی مندرجہ ذیل کتابوں میں ملتے ہیں."النور السافر" از عیدروسی،"خلاصۃ الاخبار" از محبی اور "السحب الوابلۃ" از محمد بن عبداللہ النجدی۔ان کتابوں میں مشکل سے ایک درجن سے زیادہ ایسی خواتین کے نام ملتے ہیں جنہیں حدیث میں کوئی ممتاز مقام حاصل رہا ہو۔تاہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بھی درست نہ ہوگا کہ دسویں صدی ہجری کے بعد سے خواتین نے بالکل ہی حدیث میں دلچسپی لینا چھوڑ دی تھی۔نویں صدی ہجری کی کچھ ایسی خواتین جنہوں نے حدیث میں شاندار خدمت انجام دی،دسویں صدی کے ربع اول تک بقید حیات تھیں۔اس طرح دسویں صدی میں بھی وہ حدیث کی خدمت کرتی رہیں۔

چنانچہ اسماء بنت کمال الدین موسیٰ (م ۹۰۴ھ) کا اس دور کے سلاطین اور اہل دربار پہ بہت اثر تھا۔بعض اُمور کے سلسلہ میں یہ خاتون جو بھی سفارش لکھ کر بھیجتیں وہ بلا تامل منظور کر لیتے۔وہ حدیث کا درس دیتیں اور

---

(۱) [الضوء اللامع للسخاوی] (۲) [أیضا]

(۳) [أیضا] (٤) [أیضا]

خواتین کومختلف اسلامی علوم وفنون کی تعلیم دیتیں۔(۱) عائشہ بنت محمد بن احمد (م ۹۰۶ھ) جو قاضی مصلح الدین کی بیوی تھیں' طلبہ کو حدیث کی تعلیم دیتیں، ان طلبہ میں ابن طولون (م ۹۵۵ھ) بھی شامل تھے۔ بعد میں مدرسہ صالحیہ دمشق میں استاد حدیث کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔(۲) فاطمہ بنت یوسف (م ۹۲۵ھ) حلب کی رہنے والی تھیں۔ اپنے زمانہ کے ممتاز علما میں ان کا شمار ہوتا تھا۔(۳) اُم الخیر نے (م ۹۳۸ھ) ایک عالم کو جو حج کے لیے گئے ہوئے تھے اپنی روایت حدیث کا اجازہ دیا تھا۔(۴)

آخری ممتاز محدثہ جن کا ہمیں علم ہو سکا وہ فاطمہ الفضیلیہ تھیں، جو الشیخۃ الفضیلیۃ کے نام سے مشہور تھیں۔ وہ بارھویں صدی ہجری کے اختتام سے قبل پیدا ہوئیں۔ انہوں نے خطاطی اور دیگر اسلامی علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ انہوں نے کئی کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کیں اور بے شمار کتابیں اپنے پاس جمع کی تھیں، حدیث میں انہیں خصوصی دلچسپی تھی۔ بہت سے علما سے انہوں نے حدیث کی سندیں لے رکھی تھیں۔ اور محدثہ کی حیثیت سے انہیں بڑی شہرت حاصل تھی۔ آخر عمر میں وہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلی گئی تھیں اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہاں انہوں نے ایک عوامی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ یہاں وہ حدیث کا درس دیتی تھیں اور ممتاز محدثین ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے اور ان سے حدیث کی سند حاصل کرتے۔ ان ممتاز محدثین میں شیخ عمر حنفی اور شیخ محمد صالح شافعی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ۱۲۴۷ھ میں وفات پائی۔(۵)

یہ تھیں علم حدیث میں خواتین کی شاندار خدمات اور علمی سرگرمیوں کے بارے میں چند مثالیں اور ہلکی سی جھلکیاں۔ مزید تحقیق وجستجو سے اور بھی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

حدیث وسنت اور علامہ اقبال

علامہ اقبال کا مختصر تعارف

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۹ نومبر ۱۸۷۷ء۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ھ) بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستدان اور تحریک پاکستان کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔ اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے اور یہی ان کی بنیادی وجہ شہرت ہے۔ شاعری میں بنیادی رجحان احیائے امت اسلام کی طرف تھا۔ ان کا اہم ترین کارنامہ نظریۂ پاکستان کی تشکیل تصور کیا جاتا ہے جو انہوں نے ۱۹۳۰ھ میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے

---

(۱) [تاریخ النور السافر عن اخبار القرن العاشر، ص ۴۹] (۲) [تاریخ بغداد، از احمد بن ابی طاہر طیفور]

(۳) [أیضا] (۴) [Ignaz Goldziher, Vol. II P. 407 .]

(۵) [السحب الوابلۃ، از محمد النجدی، دیکھیے فہرست مخطوطات عربی وفارسی (۱۲/ ۶۶۵)]

اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے پیش کیا تھا، یہی نظریہ بعد میں قیامِ پاکستان کی بنیاد بنا۔ گو انہوں نے اس نئے ملک پاکستان کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر انہیں پاکستان کے قومی شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔

علامہ اقبال کی نظر میں حدیث وسنت کی اہمیت وعظمت

ہر دور کے شر پسند لوگوں کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے کہ وہ اپنے باطل نظریات کی اشاعت کے لیے کبھی بھی یہ نہیں کہتے کہ یہ ہمارے خود ساختہ نظریات ہیں بلکہ ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے اسلاف کے افکار ونظریات ہیں جو ہم سب کے لیے قابل احترام ہیں۔ بالکل یہی ٹیکنیک منکرین حدیث نے علامہ اقبال وغیرہ کے بارے میں اختیار کی۔ انہوں نے اپنے لٹریچر میں اقبال کے عشقِ قرآن کو تو اُجاگر کیا مگر ان کے اتباعِ سنت پر زور کا کہیں ذکر نہیں کیا، ان کی طرف سے قرآن کو سرچشمہ اسلام کے بطور تو ذکر کیا مگر ان کے وہ اشعار کبھی ذکر نہیں کیے جن میں زوالِ امت کا سبب سنتِ نبوی سے روگردانی قرار دیا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک خاص حلقے میں یہ سوچ پیدا ہوگئی کہ اقبال بھی انکارِ حدیث کے ہی علمبردار تھے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور یہ فکر سراسر باطل و بے بنیاد ہے جیسا کہ درج ذیل دلائل اس پر شاہدِ عادل ہیں۔

① اقبال کے ایمان بالحدیث کی یہ حالت تھی کہ وہ ایسی احادیث سن کر بھی کبھی شک میں نہیں پڑتے تھے جنہیں سنتے ہی جدید دانشور تو کیا پرانے مولوی بھی تاویلات پر اُتر آتے ہیں جیسے ایک شخص نے ان کے سامنے حیرانگی سے وہ حدیث بیان کی جس میں ہے کہ نبی ﷺ اپنے اصحابِ ثلاثہ کے ہمراہ اُحد پہاڑ پر تھے کہ پہاڑ لرزنے لگا تو آپ نے فرمایا ٹھہر جا تیرے اوپر نبی، صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں، اس پر پہاڑ ساکن ہوگیا۔ اقبال نے سنتے ہی کہا کہ اس میں کوئی حیرانگی کی بات نہیں بلکہ میرے نزدیک یہ ایک مادی حقیقت ہے جس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں اور ایک نبی کے نیچے مجازاً نہیں بلکہ واقعتاً پہاڑ لرزا اٹھتے ہیں۔ (۱)

② اقبال کے نزدیک حدیث حجت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر کسی مسئلہ میں امت کے اجماع کا ذکر کرتے ہوئے ایک حدیث سے یوں استدلال کیا کہ اور صحیح حدیث ہے کہ میری امت کا اجماع ضلالت پر نہ ہو گا، اس لیے صدیوں پہلے ہونے والے اس اجماع کو ضلالت تصور کرنا درست نہیں۔ (۲)

③ اقبال کے نزدیک فلاح ونجات کا واحد ذریعہ اتباع واطاعتِ رسول ہی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

④ اقبال جوابِ شکوہ کے تحت ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اگر وفائے محمد (یعنی آپ کی اطاعت واتباع) پر قائم رہو گے تو ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے اور ربانی تائید بھی تمہاری دستگیری کرے گی۔

---

(۱) [جوہر اقبال (ص: ۳۸) اقبال کامل (ص: ٦٤)] (۲) [اقبال نامہ (۱/۳۳۷)]

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں ہے چیز کیا، لوح وقلم تیرے ہیں

⑤ اقبال نے ایک موقع پر فرمایا کہ "ہم نے آنکھ کھولی، تو لایعنی روایات، بدعات اور توہمات کا زور تھا، لیکن ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وہابی تحریک پھیل گئی (نیچے حاشیہ میں لکھا ہے ... "صحیح معنوں میں تحریک اہلحدیث") بخاری و مسلم کی اشاعت ہونے لگی اور صورت حالات بہت کچھ بدل گئی۔(۱)

اس عبارت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اقبال کے نزدیک لایعنی روایات اور بدعات کی تردید کی صورت علم حدیث کی اشاعت تھی۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں معاشرے میں بدعات وخرافات اور من گھڑت روایات کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں دکھائی دیں۔ پھر محمد بن عبدالوہاب نے احیائے سنت کی تحریک شروع کی تو بخاری و مسلم کی اشاعت ہوئی جس سے حالات بدل گئے۔ اقبال کے نزدیک بخاری و مسلم کا یہ مقام تھا مگر منکرین سنت اسی اقبال کے نام پر اپنی دکان داری چمکانے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ اقبال اور ان کے افکار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

❑ آخر میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہاں اقبال کے حدیث وسنت سے شغف کا ذکر محض اس لیے کیا گیا ہے کہ انکارِ حدیث کے علمبرداروں کی تردید ہو سکے ورنہ اقبال دنیا میں نہ بھی آتا تب بھی سنت شریعتِ اسلامیہ کا بنیادی ماخذ اور امہ اسلامیہ کے لیے واجب الاتباع ہی تھی۔

حدیث و سنت اور مستشرقین

مستشرق کا معنی ومفہوم، آغاز وارتقاء اور چند مستشرقین کے اسماء

لفظ مستشرق عربی گرائمر کی رو سے استشراق (بروزن استفعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور استشراق مشرقی علوم میں مہارت حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ مستشرق ایسے غیر مسلم مغربی سکالر کو کہتے ہیں جو علومِ اسلامیہ میں مہارت حاصل کرے۔ اور تحریکِ استشراق کے بارے میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ اقوامِ مغرب کی جانب سے مشرق اور اس کے وسائل کو قابو میں رکھنے کی تحریک ہے۔

تحریک استشراق کا آغاز دراصل عہد رسالت سے ہی ہو گیا تھا کہ جب اسلام نے اس دعویٰ کے ساتھ جنم لیا کہ وہ یہودیت وعیسائیت کی تکمیل کرتا ہے۔ چنانچہ اس دور میں یہود و نصاریٰ نے اسلامی اعتقادات میں رخنہ اندازی کی کوشش تو کی مگر انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ بعد ازاں اسلام مخالف تحریک چلانے والا اولین شخص ساتویں صدی عیسوی کا "جان آف دمشق" تھا۔ تحریک استشراق کا باقاعدہ آغاز صلیبی جنگوں کے بعد ہوا کہ جب

(۱) [اقبال کے حضور (۱/۱۳۳)]

اسے سلطنت رومائی سرپرستی حاصل تھی اور یورپی جامعات میں عربی واسلامیات کی تدریس کا آغاز ہوا اور پھر رفتہ رفتہ اسلامی کتب کے لاطینی وانگریزی زبانوں میں تراجم بھی کیے گئے۔ اس تحریک کے موجودہ دور کا آغاز اٹھارھویں صدی عیسوی سے ہوا جو اب تک جاری ہے اور اس کا اولین بانی فرانس کے ''سلوسٹر دی ساسی'' اور برطانیہ کے ''ایڈورڈ ولیم لین'' کو قرار دیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں تحریک استشراق کو پروان چڑھانے والے چند اہم مستشرقین کے اسماء حسب ذیل ہیں:

-1 سپرنگر (Springer) -2 گولڈزیہر (Goldziher) -3 ڈوزی (Dozi)
-4 آربری (Arberry) -5 گب (H.A.R.Gibb) -6 شاخت (Schacht)
-7 کیتانی (L.Caetani) -8 نکلسن (A.R.Nicholoson) -9 رابسن (Robson)
-10 آرتھر جیفری (Arthor Jeffery) -11 منٹگمری واٹ (Montgumary Watt)

مستشرقین کے اہداف ومقاصد اور طریقہ کار

مستشرقین کے اہداف ومقاصد کا خلاصہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو نقصان پہنچانے پر ہی منتج ہوتا ہے، بہر حال ہم درج ذیل چند نکات کی روشنی میں ان کے اہداف سمجھ سکتے ہیں:

-1 اسلام اور مسلم علماء کے بارے میں بدظنی پیدا کرنا۔
-2 ابتدائی مسلم معاشرے کی غلط تصویر پیش کر کے مسلمانوں کو ان کی سنہری تاریخ سے کاٹ دینا۔
-3 سائنس کی برتری تسلیم کروا کر مسلمانوں کو مذہب سے بیزار کرنا۔
-4 کتاب وسنت میں ہر ممکن تحریف کر کے اپنا من پسند اسلام پیش کرنا۔
-5 مسلمانوں کو ایسے مسائل میں الجھا دینا جن کا ان کی عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔

مستشرقین کے حدیث کے بارے میں چند خصوصی اہداف یہ ہیں:

-1 حدیث کو ناقابل اعتبار ٹھہرا کر قرآن کو حدیث سے الگ کر دینا اور مسلمانوں کو اندھیرے میں بھٹکتے چھوڑ دینا۔
-2 مسلمانوں میں تشکیک پیدا کرنا کہ آپ محض مبلغِ قرآن ہی تھے نزولِ قرآن کے ساتھ ہی آپ کا کام ختم ہو گیا تھا۔
-3 نفسِ نبوی کی قدر وقیمت میں تشکیک پیدا کرنا۔
-4 حدیث نبوی سے مسلمانوں کا رابطہ ختم کر کے اسلامی اخوت کا دائرہ اپنے اپنے ملکوں تک محدود کرنا۔

درج بالا اہداف کے حصول کے لیے مستشرقین نے جو طریقہ کار اختیار کیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

-1 اسلامی علوم کا مطالعہ محض اس کی کمزوریاں تلاش کرنے کے لیے کیا اور پھر ذرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو دریا بنا کر پیش کیا۔
-2 پہلے ہدف متعین کر لیا اور پھر ہر طرح کی رطب ویابس معلومات جمع کر کے اس تک پہنچنے کی کوشش کی۔

3- اپنے لٹریچر میں زہر کی ایک خاص مقدار بڑی احتیاط سے شامل کی تاکہ قارئین بیدار نہ ہو جائیں۔
4- حقائق اور علمی نصوص کو تبدیل کر دیا اور ہر علمی چیز کو اپنے فہم کے مطابق ڈھال کر پیش کیا۔
5- ایسے مصادر سے نقل کیا جو اسلامی فکر کی نمائندگی نہیں کرتے اور اہل اسلام ان کے مؤلفین کو حجت نہیں سمجھتے۔

مستشرقین کے کارنامے

ہر چند کہ مستشرقین کی تمام تر تحقیقات کا بنیادی مقصد دین اسلام کو نقصان پہچانا ہی تھا مگر متعدد مستشرقین نے اپنی علمی صلاحیتوں کا فیاضانہ استعمال بھی کیا اور ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے جن کا اعتراف ہر صاحبِ علم کا علمی واخلاقی فرض ہے۔ ایسے تمام مستشرقین کا احاطہ تو یہاں ممکن نہیں البتہ بطورِ مثال چند ایک کا ذکر پیش خدمت ہے:

1- ونسنک نے المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوى کی ترتیب کا کام کرایا (جو سات بڑی جلدوں میں طبع ہو کر آج ہر اسلامی لائبریری کی زینت وضرورت ہے)۔

2- سپرنگر نے حافظ ابن حجر کی الاصابه فى تمييز الصحابه کو ایڈٹ کیا اور اس پر انگریزی میں مقدمہ لکھا۔

3- اڈورڈ لین نے عربی وانگلش ڈکشنری (Arabic English Lexicon) ترتیب دی جو انگریزی زبان میں عربی مفردات کی تفصیلی شرح پر قابل اعتماد مرجع کی حیثیت رکھتی ہے اور جس سے خود عربی زبان کے ماہرین استفادہ کرتے ہیں۔

4- علاوہ ازیں اسلامی ورثے کے بہت سے علمی مخطوطات کو زیورِ طباعت سے آراستہ کرانے کا سہرا مستشرقین کے سر ہی ہے کہ اگر وہ انہیں منصۂ شہود پر نہ لاتے تو شاید انہیں اب تک روشنی دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتی۔ جیسے طبقات ابن سعد، مناقب عمر بن عبد العزیز، تجارب الامم، تفسیر بیضاوی، معجم البلدان، سیرت ابن ہشام، کشف الظنون، تاریخ الرسل والملوک، معجم الادباء اور کتاب الانساب وغیرہ۔

مستشرقین کے حدیث پر اعتراضات اور ان کا جائزہ

چونکہ یہاں بطورِ خاص حدیث کے حوالے سے گفتگو مقصود ہے اس لیے آئندہ سطور میں حدیث پر مستشرقین کے چند اعتراضات اور ان کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

❶ احادیث قدیم اسلامی معاشرے میں سیاسی اور معاشرتی ارتقاء کا نتیجہ ہیں۔ یہ اعتراض اس لیے درست نہیں کیونکہ دین کی تکمیل عہد رسالت میں ہی ہو گئی تھی اور دین کا ماخذ جیسے قرآن ہے ویسے حدیث بھی ہے جیسا کہ اس پر اجماعِ امت منعقد ہو چکا ہے۔ دوسرے یہ کہ احادیث حفظ کرنے اور ان کی تبلیغ کرنے کی ترغیب نبی ﷺ خود دلایا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا کہ ''وہ شخص تروتازہ رہے جس نے مجھ سے حدیث سنی اور

اسے آگے پہنچا دیا۔''(۱) تو پھر یہ بعد کی ایجاد کیسے ہو سکتی ہیں؟۔ تیسرے یہ کہ صحابہ مختلف علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے پہنچے اور ان کی تعلیمات مشرق و مغرب میں ایک جیسی ہی تھیں، اگر حدیث سیاسی و معاشرتی ارتقاء کا نتیجہ ہوتی تو پھر مختلف علاقوں میں مسلمانوں کا عمل مختلف ہوتا جبکہ ایسا نہیں ہے، لہٰذا یہ اعتراض محض بغض و عناد کا ہی شاخسانہ ہے۔

❷ احادیث متاخرین (صحابہ و تابعین وغیرہ) کی وضع کردہ ہیں۔ یہ اعتراض اس وجہ سے درست نہیں کہ ایک تو اس کی کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے یہ کہ مسلم علماء میں سے اس موقف کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تیسرے یہ کہ عدالتِ صحابہ پر اجماعِ امت ہے، لہٰذا وہ احادیث وضع کیسے کر سکتے تھے جبکہ وہ خود قبولِ حدیث کے سلسلے میں اس قدر محتاط تھے کہ حدیث بیان کرنے والے سے گواہ طلب کرتے اور بعض تو قسم اٹھواتے تھے۔ اور چوتھے یہ کہ اگرچہ تابعین میں کچھ غیر ثقہ بھی تھے مگر جن سے حدیث لی گئی ان کی ثقاہت مسلم ہے اور اس کی وضاحت اسماء الرجال کی کتب میں بالتفصیل موجود ہے۔

❸ مختلف فرقوں نے اپنے مذاہب کی تائید میں احادیث وضع کر کے انہیں رسول ﷺ اور صحابہ کی طرف منسوب کر دیا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ کچھ لوگوں نے ایسا بھی کیا مگر محدثین نے اپنی کتب میں اس کی نقاب کشائی کر دی ہے۔ علاوہ ازیں ان من گھڑت روایات کو دین تصور نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی تردید کی جاتی ہے۔ نیز اگر خالص چیز کے ساتھ کچھ ملاوٹی چیزیں بھی بازار میں آ جائیں تو تحقیق کر کے خالص چیز تک پہنچنا عقلمندی ہے نہ کہ ملاوٹی اشیا کی وجہ سے خالص کو بھی چھوڑ دینا۔

❹ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ کی تائید میں مروی احادیث ضائع کرنے کا حکم دیا اور اپنی تائید میں روایات گھڑنے کی تلقین کی۔ اولاً یہ بات سرے سے ثابت ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ جن دلائل کو بنیاد بنا کر یہ اعتراض پیش کیا گیا ہے ان سے یہ بات نکلتی ہی نہیں۔ اور تیسرے یہ کہ ایسی کوئی بھی حدیث ثابت نہیں جو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی تائید و حمایت میں بیان کی ہو۔

❺ امام زہری رحمہ اللہ اُموی حکمرانوں کے کہنے پر احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ یہ محض امام زہری رحمہ اللہ پر الزام و بہتان ہے، اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر بالفرض وہ ایسا کرتے بھی تھے تو کیا وہ مال کے طلبگار تھے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے بلکہ مستشرقین خود تسلیم کرتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ ایسے شخص نہیں تھے کہ انہیں مال سے خریدا جا سکے۔ تو کیا وہ منصب و جاہ کے لیے روایات وضع کرتے تھے؟ یقیناً اس بات کے بھی مستشرقین خود معترف ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ کو پوری امت عزت و قدر کی نگاہوں سے دیکھتی تھی تو پھر انہیں اس سے بڑھ کر اور کون سے منصب کی تلاش تھی؟ علاوہ

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۰۳۰)]

ازیں اگر وہ واقعتاً واضع الحدیث تھے تو پھر جرح و تعدیل کے کبار ائمہ (جیسے احمد، یحییٰ بن معین، بخاری، مسلم اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ وغیرہ) ان کے اس رویے کے بارے میں کیوں خاموش ہیں؟ حالانکہ یہ لوگ تو پوری امت کے نزدیک علم و تقویٰ میں معروف ہیں۔ یقیناً ان کی خاموشی امام زہری پر الزامات کے غلط ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

مستشرقین کی تردید میں لٹریچر

مستشرقین نے جب بھی حدیث و سنت پر اعتراضات کیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کام لیتے ہوئے ان کی پرزور تردید کرائی۔ مستشرقین کی تردید میں لکھی جانے والی چند کتب حسب ذیل ہیں:

1- دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ، از ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی۔
2- اہتمام المحدثین بنقد الحدیث سندا ومتنا ودحض مزاعم المستشرقین، از ڈاکٹر لقمان سلفی۔
3- تاریخ الحدیث، از عبدالصمد صارم۔
4- اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین، از ابوالحسن علی ندوی۔
5- السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی۔
6- المستشرقون والاسلام، از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی۔
7- انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اسلام اور محمد ﷺ پر بہتانات، از ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ۔
8- خطبات مدراس، سید سلیمان ندوی۔

علاوہ ازیں مستشرقین کی تردید میں مختلف رسائل وجرائد بطور خاص ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، ماہنامہ المعارف اعظم گڑھ اور مجلۃ البعث الاسلامی لکھنو وغیرہ نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اسی طرح اس سلسلے میں سیمینارز بھی منعقد کیے گئے جیسے ۲۱ تا ۲۳ فروری ۱۹۸۲ء کو دار المصنفین اعظم گڑھ میں بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا جس کا موضوع ''اسلام اور مستشرقین'' تھا۔ اس سیمینار میں جید علمائے کرام نے مستشرقین کے حدیث پر اعتراضات کی تردید میں علمی مقالات پیش کیے۔ یوں حدیث وسنت کو مطعون کرنے کی سازشیں کرنے والوں کی تردید کا سلسلہ ہر ممکن طریقے سے جاری وساری ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ (۱)

---

(۱) مستشرقین کے بارے میں درج بالا مواد ان مراجع سے تلخیص شدہ ہے: اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، از ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی۔ اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین، از ابوالحسن علی ندوی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (استشراق)۔ علوم الحدیث، از ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر۔ حفاظت حدیث، از ڈاکٹر خالد علوی وغیرہ۔

كتاب السنة
سنت کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ﴾ [النور: ٥٤]

''اگر تم اس (پیغمبر ﷺ) کی اطاعت کرو گے

تو ہدایت پا جاؤ گے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ﴾

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

[**صحيح** : صحيح نسائی ، نسائی (١٥٧٨)]

باب حقیقة السنة — سنت کی حقیقت کا بیان

لغت میں سنت طریقے اور راستے کو کہتے ہیں

لغوی اعتبار سے سنت کا معنی طریقہ وراستہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔(۱) کتاب وسنت میں بھی متعدد مقامات پر لفظِ سنت اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ

(1) سورۂ احزاب میں ہے کہ ﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ﴾ [الاحزاب : ۳۸] ''اللہ کا طریقہ رہا ہے ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے تھے۔''

(2) اور سورۂ انفال میں ہے کہ ﴿ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [الانفال : ۳۸] ''یقیناً پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔''

(3) اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ ﴾ ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کا بھی جس نے اس کے بعد اس پر عمل کیا۔''(۲)

(4) ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ﴿ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِيْ سُنَّةَ الْاَذَانِ ﴾ ''اے اللہ کے رسول! مجھے اذان کا طریقہ سکھایئے۔''(۳)

اصطلاح میں سنت کے چار اطلاقات ہیں

اہل علم نے اصطلاحاً سنت کے چار اطلاقات ذکر کیے ہیں جن کا مختصر بیان حسب ذیل ہے:

❶ سنت کا لفظ کتاب وسنت کی جمیع تعلیمات پر بولا جاتا ہے۔ یعنی ہر وہ طریقہ، راستہ اور ہدایت کا کام جس پر نبی ﷺ کاربند تھے سنت ہے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان اسی بارے میں ہے ﴿ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ﴾ ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''(٤)

---

(۱) [دیکھئے: لسان العرب (۲۲۵/۱۳)] امام زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ ((سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَيْ طَرَّقَ طَرِيْقَةً حَسَنَةً وَاسْتَنَّ بِسُنَّةِ فُلَانٍ)) ''کسی شخص نے اچھی سنت جاری کی یعنی اچھا طریقہ جاری کیا اور کسی کی سنت کی پیروی کی یعنی اس کے طریقے پر چلا۔'' [أساس البلاغة (ص : ۲۲۱)] اور امام ابن اثیرؒ نے فرمایا ہے کہ ((الأَصْلُ فِيْهَا الطَّرِيْقَةُ وَالسِّيْرَةُ)) ''اس (یعنی لفظِ سنت) کا اصل معنی طریقہ اور سیرت ہے۔'' [النهاية (۴۰۹/۲)]

(۲) [مسلم (۸۷/۳) كتاب الزكاة : باب الحث على الصدقة ، ابن ماجه (۲۰۳) ترمذی (۲٦۷۵)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۵۰۰) كتاب الصلاة : باب كيف الأذان]

(٤) [بخاری (۵۰٦۳) كتاب النكاح : باب الترغيب في النكاح ، مسلم (۱٤۰۱)]

(حافظ ابن رجبؒ) سنت اس طریقے کا نام ہے جس پر چلا گیا ہے، اس میں ہر اس چیز کے ساتھ تمسک شامل ہے جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین تھے خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو، اعمال سے ہو یا اقوال سے ہو۔ اسی کا نام سنتِ کاملہ ہے۔(۱)

(ابن تیمیہؒ) سنت ہر وہ کام ہے جس کے متعلق شرعی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا کام ہے۔(۲)

(سعید بن علی قحطانی) سنت وہ راستہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ تھے خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو، عمل سے ہو یا قول سے ہو۔(۳)

❷ سنت کا لفظ حدیث کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اور بالخصوص یہ اس وقت ہوتا ہے جب سنت کا لفظ کتاب اللہ کے ساتھ آئے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اسی کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے ﴿قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا : كِتَابَ اللهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهِ﴾ ”میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جسے تم مضبوطی سے تھام لوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے (اور وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔“(٤) اور اہل علم جب یہ بات کرتے ہیں کہ فلاں مسئلہ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے تو اس وقت سنت کا یہی مفہوم مراد ہوتا ہے۔ سنت کا یہ مفہوم محدثین کی اصطلاح میں استعمال ہوتا ہے۔

❸ سنت کا لفظ بدعت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود نبی ﷺ کے اس فرمان میں یہی چیز نظر آتی ہے ﴿فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ... وَ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾ ”میری اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو... اور (دین میں) نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو (کیونکہ) ہر نیا ایجاد کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“(٥) اور بعض محدثین نے جو اپنی کتابوں کا نام ”السنۃ“ رکھا ہے جیسے السنة للمروزی، السنة لابن ابی عاصم اور السنة للالکائی وغیرہ، اس سے بھی سنت کا یہی مفہوم مراد ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اهل السنه اور اهل البدعه۔ اور فقہا کی ذکر کردہ طلاق کی تقسیم 'طلاق سنی اور طلاق بدعی' میں بھی یہ مفہوم ہے۔

---

(۱) [مجموع فتاوى ابن تيمية (۳۱۷/۲۱)] (۲) [أيضا (۱۵۷/۳)]

(۳) [نور السنة وظلمات البدعة (ص : ۳)]

(٤) [**صحيح** : صحيح الترغيب والترهيب (٤٠) كتاب السنة ، مستدرك حاكم (۹۳/۱)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (٤٢) ترمذى (٢٦٧٦) السلسلة الصحيحة (٢٧٣٥)]

❹ سنت کا لفظ مندوب و مستحب اُمور پر بولا جاتا ہے۔ یعنی ایسے احکام جو وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے صادر ہوئے ہیں سنت کہلاتے ہیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ﴿ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ ﴾ ''اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔''(۱) معلوم ہوا کہ مسواک کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، مشقت کے پیش نظر وجوبی حکم کو ترک کر دیا گیا ہے۔ سنت کا یہ مفہوم فقہا کی اصطلاح میں استعمال ہوتا ہے۔

اکثر و بیشتر لفظِ سنت حدیث کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

(امام طاہر الجزائریؒ) اکثر اوقات سنت کا اطلاق اس قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہو اور علمائے اصول کے نزدیک یہ حدیث کے مترادف ہے۔(۲)

(شارح نخبۃ الفکر) اصطلاحاً سنت حدیث کے مترادف ہے یعنی وہ سب کچھ (سنت ہے) جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔(۳)

(ملا محب اللہ بہاریؒ) قرآن کریم کے علاوہ قول، فعل اور تقریر کی صورت میں جو کچھ بھی آپ ﷺ سے صادر ہوا ہے، سنت ہے۔(٤)

(شاطبیؒ) بطورِ خاص سنت کا لفظ ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو قرآن کریم میں موجود نہیں۔(٥)

مزید برآں اس بات کا ثبوت امر واقعہ بھی ہے کہ جب ہم کہتے ہیں فلاں مسئلہ سنت سے ثابت ہے تو عموماً اس سے قرآن کریم کے علاوہ نبی ﷺ کی دیگر تعلیمات ہی مراد ہوتی ہیں۔

حقیقت کے اعتبار سے سنت کی اقسام

حقیقت کے اعتبار سے سنت کو تین انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے:

① **قولی سنت** : نبی کریم ﷺ کا فرمان قولی سنت کہلاتا ہے۔ جیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ﴾ ''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ خیر کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔''(٦)

② **فعلی سنت** : نبی کریم ﷺ کا عمل فعلی سنت کہلاتا ہے۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿

---

(۱) [بخاری (۸۸۷) كتاب الجمعة : باب السواك يوم الجمعة، مسلم (۲۵۲)]

(۲) [توجيه النظر (ص ۳)]

(۳) [لقط الدرر (ص : ٤)]

(٤) [مسلم الثبوت (٦٦/٢)]

(٥) [الموافقات (٣/٤)]

(٦) [بخاری (٦٠٨١) كتاب الادب : باب من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يوذ جاره]

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ (جمعہ کے) دو خطبے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔''(۱)

③ **تقریری سنت** : نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام ہوا اور آپ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ،اسے آپ کی رضامندی شمار کرتے ہوئے تقریری سنت کہا جاتا ہے (کیونکہ اگر وہ کام خلافِ شرع ہوتا تو آپ لازماً اس سے منع فرما دیتے)۔ جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ : "لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ" فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيْقِ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَأْتِيَهَا ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ نُصَلِّيْ لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَالِكَ ، فَذُكِرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ ﴾ ''نبی ﷺ نے غزوۂ احزاب (سے فارغ ہوکر) فرمایا کہ تمام مسلمان نماز عصر بنو قریظہ تک پہنچنے کے بعد ہی ادا کریں۔ بعض حضرات کی نماز عصر کا وقت راستے میں ہی ہو گیا، ان میں سے کچھ نے تو کہا کہ ہم راستے میں نماز نہیں پڑھیں گے (کیونکہ نبی ﷺ نے بنو قریظہ میں نماز عصر کے لیے فرمایا ہے) اور کچھ نے کہا ہم تو نماز پڑھیں گے، نبی ﷺ کے ارشاد کا منشا یہ نہیں تھا۔ بعد ازاں نبی ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی پر بھی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا۔''(۲)

قرآن کے ساتھ تعلق کے لحاظ سے سنت کی اقسام

قرآن کے ساتھ تعلق کے لحاظ سے سنت کی تین قسمیں ہیں:

① ایسی سنت جو قرآن کی تائید کرتی ہے: جیسے ارشادِ نبوی ہے کہ ﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ ﴾ ''عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔''(۳) نبی ﷺ کا یہ فرمان قرآن کریم کی اس آیت کی تائید کرتا ہے ﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء : ۱۹] ''اور ان (عورتوں) کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔''

(۳) **صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۲۰۶۸) ابو داود (۱۹۰۵) ابن ماجه (۳۰۷٤)]

② ایسی سنت جو قرآن کی تشریح کرتی ہے: جیسے ارشادِ نبوی ہے کہ ﴿ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبْعِ دِيْنَارٍ ﴾ ''ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ مالیت کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔'' نبی ﷺ کا یہ فرمان قرآن کریم کی اس مجمل آیت کی تفصیل ہے ﴿ وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا ﴾ [المائدة : ۳۸] ''چوری کرنے والا مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔''

③ ایسی سنت جو قرآنی احکام میں اضافہ کرتی ہے: جیسے حدیثِ نبوی ہے کہ ﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود ، ابو داود (۱۰۹۲) كتاب الصلاة : باب الجلوس اذا صعد المنبر]

(۲) [بخاری (٤١١٩) كتاب المغازی : باب مرجع النبی من الاحزاب]

تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسی عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا جس کی پھوپھی یا خالہ اس کے نکاح میں ہو۔''(۱) نبی ﷺ کا یہ فرمان قرآن کریم کے اس حکم میں اضافہ کرتا ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء : ۲۳۔ ۲۴] ''حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں...اور شوہر والی عورتیں۔''

سند کے اعتبار سے سنت کی اقسام

بلحاظ سند سنت کی دو قسمیں ہیں:

① **متواتر** : ایسی روایت جس کی سندیں لامحدود ہوں یا جسے بیان کرنے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ اس کی مثال یہ روایت ہے ﴿ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ﴾ ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''(۲) اس روایت کو بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد ()7 سے زیادہ ہے۔(۳)

② **آحاد یا خبر واحد**: ایسی روایت جس کی سندیں محدود ہوں یا جس میں متواتر کی شروط نہ پائی جائیں۔ اس کی مثال یہ روایت ہے ﴿ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ ﴾ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''(۴) اس روایت کو بیان کرنے والے اکیلے عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔(۵)

صحت وضعف کے لحاظ سے سنت کی اقسام

صحت اور عدم صحت کے لحاظ سے سنت کو تین انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے:

① **صحیح** : ایسی روایت جس کی سند متصل ہو، راوی عادل اور تام الضبط ہوں اور وہ شذوذ وعلت سے پاک ہو۔ یہ روایت اہل علم کے اتفاق کے ساتھ قابل حجت ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے ﴿ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ ﴾ ''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ نے نماز مغرب میں سورۂ طور تلاوت فرمائی۔''(۶)

غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں صحیح کی پانچوں صفات موجود ہیں۔ یعنی اس کی سند متصل

---

(۱) [بخاری (۵۱۰۸) كتاب النكاح : باب لا تنكح المرأة على عمتها ' مسلم (۱۴۰۸) ابو داود (۲۰۶۶)]
(۲) [بخاری (۱۱۰) كتاب العلم ، مسلم (۳)]
(۳) [تيسير مصطلح الحديث (ص : ۲۶)]
(۴) [بخاری (۱) كتاب بدء الوحی]
(۵) [تدريب الراوی (۲۳۴/۱)]
(۶) [بخاری (۷۶۵) كتاب الأذان : باب الجهر في المغرب]

ہے، تمام راوی عادل وضابط ہیں اوراس میں شذوذ وعلت بھی نہیں ہے۔

② **حسن** : حسن روایت کی تعریف وہی ہے جو صحیح کی ہے، صرف اس میں کسی راوی کا ضبط تام کے بجائے خفیف ہوتا ہے۔ یہ روایت بھی بالاتفاق قابل حجت ہے، البتہ یہ درجہ میں صحیح سے کم ہوتی ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے ﴿حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ﴾ ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔''(۱)

اس روایت کو حسن کہا گیا ہے کیونکہ اس کا ایک راوی جعفر بن سلیمان خفیف الضبط ہے۔(۲)

③ **ضعیف** : ایسی روایت جس میں نہ تو صحیح کی شرائط پائی جائیں اور نہ ہی حسن کی۔ یہ روایت قابل حجت نہیں۔ ضعیف روایت کی عدمِ حجیت کے متعلق تفصیل کے لیے کتاب ہذا کا مقدمہ ملاحظہ فرمایئے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے ﴿حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَلِيْلُ بْنُ مُرَّةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا﴾ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وتر نہ پڑھا وہ ہم میں سے نہیں۔''(۳)

یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے کہ اس میں صحیح کی اولین شرط ''اتصالِ سند'' موجود نہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں موجود راوی معاویہ بن قرہ کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔(٤)

---

(۱) [ترمذی (۱٦٥٨) كتاب فضائل الجهاد : باب ما ذكر أن ابواب الجنة تحت ظلال السيوف]

(۲) [تيسير مصطلح الحديث (ص : ٤٦)]

(۳) [مسند احمد (٤٤٣/٢)]

(٤) [دیکھئے: مسند احمد بتحقيق ارنائووط (۹۷۱٥)]

باب فضل السنة سنت کی فضیلت کا بیان

سنت کی اتباع اللہ کے رحم کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۲] ''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

سنت کی اتباع اللہ کی محبت کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [آل عمران : ۳۱] ''(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

سنت کی اتباع ہدایت کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ﴾ [النور : ۵٤] ''اگر تم اس (پیغمبر ﷺ) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔''

اور فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ وَ لِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى سُنَّتِي فَقَدْ اهْتَدَى وَ مَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى غَيْرِ ذَالِكَ فَقَدْ هَلَكَ ﴾ ''ہر (نیک) عمل کے لیے چستی اور رغبت ضروری ہے اور ہر چستی و رغبت کے لیے (عمل میں) وقفہ وانقطاع ضروری ہے۔ پس جس نے یہ وقفہ میری سنت (کی اتباع) کے لیے کیا وہ ہدایت پا گیا اور جس نے سنت کی مخالفت (یعنی کسی بدعت پر عمل) کے لیے وقفہ کیا وہ ہلاک ہو گیا۔''(۱)

سنت کی اتباع عظیم کامیابی کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾ [الاحزاب : ۷۱] ''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴾ [النور : ۵۱۔۵۲] ''اہل ایمان کا تو صرف یہ کام ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۱۵۲) صحیح الترغیب (۵٦) صحیح ابن خزیمة (۲۱۰۵)]

رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے معاملات کا فیصلہ کرے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، خوفِ الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، یہی لوگ فلاح پائیں گے۔"

سنت کی اتباع جنت میں داخلے کا ذریعہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [النساء : ۱۳] "جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ایسی جنتوں میں داخل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَمَنْ يَأْبَى ؟ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى ﴾ "میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے (خود ہی) انکار کر دیا۔ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (جنت میں داخلے سے) کون انکار کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں داخلے سے) انکار کر دیا۔"(۱)

سنت کی اتباع جنت میں نبیوں، صدیقوں اور شہدا کی رفاقت کا ذریعہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴾ [النساء : ٦٩] "اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق (ساتھی) ہیں۔"

سنت کی اتباع اختلافِ امت کے وقت نجات کا ذریعہ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ﴾ "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة : باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ

کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ وہ حبشی غلام ہی ہو اور (خبردار!) تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھیں گے، ایسے حالات میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا۔''(۱)

سنت کی اتباع گمراہی سے نجات کا ذریعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ أَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ وَلَكِنْ رَضِيَ أَنْ يُطَاعَ فِيمَا سِوَى ذَالِكَ مِمَّا تَحَاقَرُوْنَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَاحْذَرُوْا إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ﴾ ''شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اس کی پوجا کی جائے لیکن وہ اس بات سے ابھی بھی مطمئن ہے کہ وہ اعمال جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی۔ لہٰذا (شیطان کی چالوں سے) بچو (اور یاد رکھو!) میں تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔''(۲)

سنت زندہ کرنا عظیم ثواب کا ذریعہ

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا﴾ ''جس نے میری کوئی سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس پر عمل کیا۔''(۳)

سنت کی تبلیغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا ذریعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿نَضَّرَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّي﴾ ''اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اسے یاد رکھا اور پھر اسے میری طرف سے آگے پہنچا دیا۔''(۴)

---

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۴۲) ترمذی (۲۶۷۶) السلسلۃ الصحیحۃ (۲۷۳۵)]

(۲) [صحیح: صحیح الترغیب (۴۰) کتاب السنۃ: باب قال ان هذا القرآن، رواه الحاکم]

(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۲۰۹) مقدمۃ: باب من احیا سنۃ قد امیتت]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۶۷۶۵)]

باب اهمية السنة
سنت کی اہمیت کا بیان

سنت وحی الٰہی ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ﴾[النجم : ٣۔٤] ''وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ وہ تو وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

(شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدیؒ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف اللہ کی وحی ہے۔(١)

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾ [النساء : ١١٣] ''اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔''

(ابن عباس رضی اللہ عنہ، قتادہؒ، شافعیؒ، طبریؒ، ابن قیمؒ) حکمت سے مراد سنت ہے۔(٢)

(امام ابن کثیرؒ) فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔(٣)

(3) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ ﴾ ''خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل ایک اور چیز (یعنی سنت) بھی عطا کی گئی ہے۔''(٤)

(4) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نصاب زکوٰۃ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک طویل خط لکھا، اس کی ابتدا میں فرمایا کہ ﴿ هٰذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُولَهُ ﴾ ''یہ وہ فریضۂ زکوٰۃ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔''(٥)

(5) کسی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا میرے گناہ

---

(١) [تيسير الكريم الرحمن (٨١٨/١)]
(٢) [ابن مبارك فى زيادات الزهد (ص : ٢٢) تفسير طبرى (٥٥٧/١) الرساله للشافعى (ص : ٧٨) مختصر الصواعق المرسلة (٥١١/٢)]
(٣) [تفسير ابن كثير (٤١٠/٢)]
(٤) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (٢٦٤٣)]
(٥) [بخارى (١٤٥٤) كتاب الزكاة : باب زكاة الغنم]

معاف کر دیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ نَعَمْ ... إِلَّا الدَّيْنَ ، فَإِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِيْ ذَالِكَ ﴾ ''ہاں، سوائے قرض کے، یہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ہے۔''(۱)

(6) مشہور حدیثِ جبریل بھی اس کا ثبوت ہے جس میں مذکور ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے انسانی صورت میں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے متعلق سوال کیا۔ اس کے آخر میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ يَا عُمَرُ ! أَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ ؟ قُلْتُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ : فَإِنَّهُ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ ''اے عمر! کیا تم جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ (وہ بیان کرتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔''(۲)

(حسان بن عطیہؒ، اوزاعیؒ) جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ پر اسی طرح سنت بھی نازل فرمایا کرتے تھے جیسے قرآن نازل فرماتے تھے اور سنت کی بھی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔(۳)

(عبداللہ بن مبارکؒ) نبی کریم ﷺ کو سنتیں بھی جبرئیل علیہ السلام سکھایا کرتے تھے۔(٤)

(ابن حزمؒ) سنت کو بھی قرآن کی طرح نازل کیا گیا ہے۔(٥)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) سنت بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی ہے۔(٦)

❑ واضح رہے کہ وحی سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کو شریعت یا کتاب کی کسی ایسی بات کی اطلاع دینا ہے جو وہ ان تک پہنچانا چاہتا ہے خواہ یہ اطلاع بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔ اس کی تین قسمیں ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے، یا پردے کے پیچھے سے کلام کیا جاتا ہے یا پھر فرشتہ بھیج کر وحی نازل کی جاتی ہے۔ وحی کے متعلق مزید تفصیل کے لیے ہماری ''ایمان کی کتاب: الہامی کتابوں پر ایمان'' ملاحظہ فرمایئے۔

سنت کتاب اللہ ہے

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گودوانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے، چہرے کے بال اُکھاڑنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے اگلے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے

(۱) [مسلم (۱۸۸۵) کتاب الامارۃ : باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین]
(۲) [مسلم (۸) کتاب الایمان : باب بیان الایمان و الاسلام و الاحسان]
(۳) [دارمی (۵۸۸) مقدمۃ : باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ ، الفقیہ و المتفقہ للخطیب (۲٦۷/۱)]
(٤) [المروزی فی السنۃ (۱۱۲)]
(٥) [الاحکام (٥٠٥/٤)]
(٦) [فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (٣٦٠/٤)]

کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو اُم یعقوب کے نام سے معروف تھی، وہ آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ وَ مَا لِيْ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ : لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ ، قَالَ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ أَمَا قَرَأْتِ "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" قَالَتْ بَلَى ، قَالَ فَإِنَّهُ نَهَى عَنْهُ ﴾ ''میں ان پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہیں۔ اس عورت نے کہا قرآن کریم تو میں نے بھی پڑھا ہے لیکن آپ جو کچھ کہتے ہیں میں نے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم نے غور سے پڑھا ہوتا تو تمہیں ضرور مل جاتا، کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ''رسول تمہیں جو کچھ دیں، لے لیا کرو اور جس سے تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔'' اس نے کہا کہ پڑھی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر اللہ کے رسول نے ان چیزوں سے روکا ہے۔''(۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔ اسی مقدمہ کے دوسرے فریق نے ذرا تفصیل سے بات کرنے کی اجازت لے کر کہا، میرا بیٹا اس کے گھر ملازم تھا، وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا ہے۔ لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے۔ میں نے اس کے بدلے سو بکریاں صدقہ کر دیں اور ایک لونڈی بھی آزاد کر دی۔ پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے اور اس کی بیوی کی سزا رجم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ ؛ الْوَلِيْدَةُ وَ الْغَنَمُ رَدٌّ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَ تَغْرِيْبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا۔ تم اپنی بکریاں اور لونڈی واپس لے لو، تمہارے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس! کل اس (دوسرے فریق) کی بیوی کی طرف جاؤ، اگر وہ اعتراف زنا کر لے تو اسے رجم کر دو۔''(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنتِ نبوی کا بھی وہی درجہ ہے جو کتاب اللہ کا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ

(۱) [بخاری (۴۸۸۶) کتاب تفسیر القرآن : باب وما آتاکم الرسول فخذوہ]

(۲) [بخاری (۲۷۲۴) کتاب الشروط : باب الشروط التی لا تحل فی الحدود]

آپ ﷺ نے فرمایا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا اور پھر جو آپ نے فیصلہ فرمایا (یعنی شادی شدہ زانی عورت کے لیے حدِ رجم کا بیان) وہ قرآن میں نہیں بلکہ صرف حدیث میں ہے۔

سنت دین اسلام کا اساسی ماخذ ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾ [الحشر : ۷] ''اور تمہیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

(2) ارشاد نبوی ہے کہ ﴿ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ﴾ ''میری اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''(۱)

(3) درج بالا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اس کا ثبوت ہے۔

اہل اسلام، تمام مذاہب کے فقہاء اور سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ سنتِ نبوی بھی قرآن کے ساتھ دین اسلام کا مصدر تشریعی ہے اور یہ دونوں دین کی اساس ہیں (مزید وہ تمام دلائل بھی اس کے مؤید ہیں جو ''سنت بھی وحی الٰہی ہے'' کے تحت گزر چکے ہیں)۔(۲)

سنت کی موافقت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں

کیونکہ ہر عملِ صالح کی قبولیت کے لیے دو شرطیں ہیں:

❶ **اخلاص:** یعنی ہر عمل خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴾ [الزمر : ۲] ''اللہ کی عبادت کرو اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴾ [الكهف : ۱۱۰] ''جو اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

(امام ابن کثیرؒ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتے ہیں جس میں عمل کرنے والا اللہ وحدہ لاشریک کے لیے مخلص ہو۔(۳)

❷ **سنت کی موافقت:** یعنی ہر عمل نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَمَنْ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (۴۲) ترمذی (۲۶۷۶) السلسلة الصحيحة (۲۷۳۵)]

(۲) [موسوعة البحوث والمقالات (ص : ۱) از شيخ علي بن نايف الشحود]

(۳) [تفسير ابن كثير (۷۸/۶)]

رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ﴾ ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''(۱)

اور ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ ﴾ ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔''(۲)

(ابن رجب حنبلیؒ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلام کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصل ہے جیسا کہ حدیث ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' باطنی طور پر اعمال کے لیے میزان ہے اسی طرح یہ حدیث ظاہری طور پر اعمال کے لیے میزان ہے۔ لہٰذا جیسے ہر وہ عمل جس میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو ثواب سے محروم رہتا ہے اسی طرح ہر وہ عمل جس پر اللہ اور اس کے رسول کی مہر نہ ہو مردود ہوتا ہے اور دین میں ایجاد کردہ ہر نیا کام جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم نہیں دیا دینی اعتبار سے کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔(۳)

لہٰذا جو عمل بھی اخلاص سے خالی ہوگا یا سنت کے مخالف ہوگا وہ مردود ٹھہرے گا۔

سنت کے بغیر قرآن سمجھنا ممکن نہیں

سنت قرآن کی تشریح وتعبیر کرتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ﴾ [النحل : ٤٤] ''ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی توضیح وتشریح فرمائیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔'' لہٰذا اگر سنت کو ترک کر دیا جائے تو قرآن کو سمجھنا ہی ممکن نہیں۔ اس کی بہت سی امثلہ موجود ہیں، چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الانعام : ۸۲] ''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کے ساتھ ظلم کو نہ ملایا، انہی کے لیے امن ہے اور وہی راہِ راست پر ہیں۔''

یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ بہت پریشان ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے کوئی ظلم نہ کیا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، آیت میں موجود ظلم سے مراد شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی کہ ﴿ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''(٤)

---

(۱) [بخاری (٥٠٦٣) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح ، مسلم (۱٤٠۱)]

(۲) [مسلم (۱۷۱۸) کتاب الاقضیة : باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الأمور]

(۳) [جامع العلوم والحکم (ص : ٥۲)]

(٤) [بخاری (٦۹۳۷) کتاب استتابة المرتدین : باب ... فی المتأولین ، ترمذی (۳٠٦۷)]

(2) سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ ﴿ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ [النساء : ١٠١] ''جب تم سفر میں جا رہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔''

اس آیت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر نماز کے لیے خوف شرط ہے لٰہذا جب امن ہو تو قصر نماز جائز نہیں۔ اسی لیے بعض صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ﴿ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ ﴾ ''(خوف ہو یا نہ ہو) اللہ تعالیٰ نے تمہیں (قصر نماز کی صورت میں) صدقہ دیا ہے، تم اس کا صدقہ قبول کرو۔''(١)

(3) اللہ تعالیٰ نے روزے کے متعلق فرمایا کہ ﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ [البقرة : ١٨٧] ''تم کھاتے پیتے رہو حتی کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگہ لے لیا اور ساری رات انہیں دیکھتا رہا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کو اس کے متعلق بتایا تو آپ نے فرمایا یہاں سفید اور سیاہ دھاگے سے مراد دن اور رات ہے۔(٢)

سنت کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہو سکتی

کیونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو صرف سنت نے ہی بیان کیے ہیں، قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہوا۔ چند ایک امثلہ حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ [النور : ٢] ''زانی عورت اور زانی مرد، ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

اس آیت میں زنا کی حد صرف سو کوڑے ذکر ہوئی ہے لیکن سنت نے زنا کی حد میں رجم (سنگسار کرنا) اور جلاوطنی کا بھی اضافہ کیا ہے چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ نَفْيُ سَنَةٍ وَ الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ الرَّجْمُ ﴾ ''کنوارہ لڑکا کنواری لڑکی سے زنا کرے تو اس کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ لڑکا شادی شدہ لڑکی سے زنا کرے تو اس کی حد سو کوڑے اور رجم ہے۔''(٣)

---

(١) [مسلم (٦٨٦) کتاب صلاة المسافرين وقصرها]

(٢) [**صحيح** : صحيح ترمذی، ترمذی (١٩٧١) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة البقرة]

(٣) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (٣٢١٥) ابو داود (٤٤١٥) ابن ماجه (٢٥٥٠) ترمذی (١٤٣٤)]

(2) سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے کہ ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ ... ﴾ [المائدۃ : ۳] ''تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا ہے۔''

اس آیت میں مطلقاً مردار اور خون کی حرمت کا ذکر ہے جبکہ سنت نے یہ اضافہ کیا ہے کہ دو خون اور دو مردار حلال ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ ' فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ : فَالْجَرَادُ وَالْحُوتُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ : فَالطِّحَالُ وَالْكَبِدُ ﴾ ''ہمارے لیے دو مری ہوئی چیزیں اور دو خون حلال کئے گئے ہیں؛ پس دو مری ہوئی چیزیں ہیں ٹڈی اور مچھلی' اور رہے دو خون تو وہ ہیں جگر اور تلی۔''(۱)

(3) سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے کہ ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۴] ''تم میں سے جو مریض یا مسافر ہو (اور رمضان کے روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔''

اس آیت میں صرف مریض اور مسافر کے لیے رمضان میں روزہ چھوڑنے کی رخصت مذکور ہے جبکہ سنت نے ان دونوں کے ساتھ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا بھی اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ نِصْفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَعَنِ الْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مسافروں کو روزہ مؤخر کرنے اور نصف نماز کی رخصت دی ہے جبکہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو (صرف) روزہ مؤخر کرنے کی رخصت دی ہے۔''(۲)

سنت کے مقابلے میں کسی اور کی بات کو ترجیح دینا نبی ﷺ کی ناراضگی کا باعث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ تورات لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ تورات ہے۔ آپ خاموش رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات پڑھنے لگے، تو آپ کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (نے یہ صورت حال دیکھی) تو کہا، اے عمر! گم کرنے والیاں تجھے گم پائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو کہا، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ ' ابن ماجہ (۳۲۱۸) کتاب الصید : باب صید الحیتان والجراد ' احمد (۹۷/۲) ' قطنی (۲۷۱/۴)]

(۲) [حسن: صحیح نسائی ' نسائی (۲۲۷۴) کتاب الصیام : باب ذکر اختلاف معاویۃ بن سلام وعلی]

﴿ وَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ كَانَ حَیًّا وَ أَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ ﴾ ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری بجائے ان کی اتباع شروع کر دو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔''(۱)

سنت چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اپنانا اللہ کی نفرت کا باعث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ : مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ وَ مُبْتَغٍ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَ مُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُهْرِیْقَ دَمَهُ ﴾ ''تین آدمی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت ہیں: ① حرم میں زیادتی کرنے والا۔ ② سنت چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا۔ ③ کسی مسلمان کا ناحق خون کرنے کے لیے اس کے پیچھے لگنے والا۔''(۲)

کسی غیر مسنون عمل کو سنت کہنا جہنم میں داخلے کا باعث

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ تَقَوَّلَ عَلَیَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ﴾ ''جس نے میرے ذمہ کوئی ایسی بات لگائی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ﴾ ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''(٤)

---

(۱) [**حسن** : المشکاۃ (۱۹٤) دارمی (٤۳٥) مقدمۃ]

(۲) [بخاری (٦۸۸۲) کتاب الدیات : باب من طلب دم امرئ بغیر حق]

(۳) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (٦۱٦۱) ابن ماجه (۳٤) السلسلة الصحیحة (۳۱۰۰)]

(٤) [بخاری (۱۱۰) کتاب العلم : باب اثم من کذب علی النبی ، مسلم (۳) مقدمة : باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ ، ابن ابی شیبة (۷٦۲/۸)]

باب اتباع السنة في ضوء الكتاب والسنة

کتاب وسنت کی روشنی میں اتباع سنت کا بیان

سنت کی اتباع واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر : ۷] ''اور تمہیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴾ [آل عمران : ۳۲] ''(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم نے (ان کی اطاعت سے) منہ پھیرا تو (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں فرماتے۔''

(3) اسی طرح فرمایا کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ [النساء : ۵۹] ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں، پھر اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یوم آخرت پر، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

(4) ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴾ [الاحزاب : ۳۶] ''اور کسی مسلمان مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

(5) سورۃ انفال میں ارشاد ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ﴾ [الانفال : ۲۴] ''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی بات کو مانو، جبکہ رسول تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔''

(6) حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ أُجِبْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ " اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ " ﴾ ''میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی حالت میں بلایا، میں نے کوئی جواب

نہ دیا (پھر نماز سے فارغ ہو کر میں نے) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، کیا اللہ تعالیٰ نے (تم لوگوں سے) یہ نہیں فرمایا کہ جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائے تو ان کا حکم مانو۔''(۱)

(7) فرمان نبوی ہے کہ ﴿ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي ﴾ ''میری سنت کو لازم پکڑو۔''(۲)

(8) ایک اور فرمانِ نبوی یوں ہے کہ ﴿ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا : كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ نَبِيِّهِ ﴾ ''میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جسے تم مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے (اور وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔''(۳)

(9) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ ﴾ ''ہرگز ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو پاؤں کہ وہ اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم پہنچے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو تو وہ کہنے لگے کہ ہم نہیں جانتے، ہم تو کتاب اللہ میں جو پائیں گے اسی پر عمل کریں گے۔''(٤)

(10) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔ ایک آدمی (حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ کیا ہر سال اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا:

﴿ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَ لَمَا اسْتَطَعْتُمْ ' ثُمَّ قَالَ : ذَرُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ ' فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ ' وَ اخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ ' فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ' وَ إِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ ﴾ ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال حج) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا' جب تک میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں مجھ سے سوال نہ کیا کرو اس لیے کہ تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال اور انبیاء کے ساتھ اختلاف رکھنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔ جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو اور جب میں تمہیں کسی کام سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔''(٥)

---

(۱) [بخاری (٤٤٧٤) کتاب تفسیر القرآن : باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ ، ابن ماجہ (٤٢) ترمذی (٢٦٧٦) السلسلۃ الصحیحۃ (٢٧٣٥)]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب والترہیب (٤٠) کتاب السنۃ ، مستدرک حاکم (٩٣/١)]

(٤) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٧١٧٢) ابو داود (٤٦٠٥) ابن ماجہ (١٣) ترمذی (٢٦٦٣)]

(٥) [مسلم (١٣٣٧) کتاب الحج : باب فرض الحج مرۃ فی العمر' أحمد (٥٠٨/٢) نسائی (١١٠/٥)]

سنت کی اتباع حقیقت میں اللہ کی اطاعت ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النساء : ۸۰] ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے (درحقیقت) اللہ کی اطاعت کی۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ﴾ ''جس نے میری اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے درحقیقت اللہ کی نافرمانی کی (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر تعلیمات درحقیقت وحی پر مبنی ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے)۔''(۱)

(3) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ فرشتے (جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک مثال ہے پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور وہاں کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دستر خوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دستر خوان سے کھانا نہیں کھایا، پھر انہوں نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تاکہ یہ سمجھ جائیں۔ ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں لیکن دوسرے نے کہا کہ گو آنکھیں سو رہی ہیں دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ

﴿ فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ ﴾ ''گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اور برے لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔''(۲)

(4) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ [وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ] أَلَا لَا

---

(۱) [بخاری (۷۱۳۷) كتاب الأحكام : باب قول الله تعالى وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول]

(۲) [بخاری (۷۲۸۱) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ]

يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْاَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقْطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا ﴾

''لوگو! یاد رکھو مجھے قرآن کی طرح کی ایک اور چیز (یعنی سنت) بھی عطا کی گئی ہے۔ خبردار! ایک ایسا وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے گا کہ تمہارے لیے صرف قرآن ہی کافی ہے، جو اس میں حلال ہے اسی کو حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ہے اسی کو حرام جانو۔ حالانکہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام کیا ہے وہ بھی ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ خبردار! گھریلو گدھا تمہارے لیے حلال نہیں (اور اس کی حرمت کا ذکر صرف سنت میں ہی ہے) نہ ہی کچلیوں والے درندے اور نہ ہی ذمی کی گری پڑی چیز کسی کے لیے حلال ہے، ہاں اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔''(۱)

سنت کی اتباع زندگی کے ہر شعبے میں ضروری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴾ [الاحزاب : ۲۱] ''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی زندگی) میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔''

یہ آیت اگرچہ جنگ احزاب کے ضمن میں نازل ہوئی ہے جس میں جنگ کے موقع پر بطور خاص رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھنے اور اس کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم عام ہے یعنی آپ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ کی اقتدا ضروری ہے چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے ہو یا سیاست سے۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔(۲)

بغیر کسی تبدیلی کے من وعن سنت کی اتباع واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ [الحجرات : ۱] ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو'' کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف بات نہ کہو۔(۳)

---

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲٦٤۳) ابو داود (٤٦۰٤) كتاب السنة : باب في لزوم السنة، ابن ماجه (۱۲) چھوٹی بریکٹوں والے الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔]

(۲) [تفسیر أحسن البیان (ص: ۱۱۷۲)]

(۳) [تفسیر طبری (۲۲/ ۲۷۲)]

(2) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر لیٹنے کے لیے آؤ تو اس طرح وضوء کرو جس طرح نماز کے لیے کرتے ہو، پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھو:

﴿ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِي اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَ اَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ ﴾ ''اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا، اپنا معاملہ تیرے ہی سپرد کر دیا، میں نے تیرے ثواب کی توقع اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے ہی پشت پناہ بنا لیا۔ تیرے سوا کہیں نجات اور پناہ کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! جو کتاب تو نے نازل کی میں اس پر ایمان لایا اور جو نبی تو نے بھیجا میں اس پر ایمان لایا۔''

اگر تو اس رات اس حالت میں فوت ہوا تو فطرت پر فوت ہوگا اور یہ دعا سب باتوں کے آخر میں پڑھ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس دعا کو دوبارہ پڑھا۔ جب میں ''آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ'' پر پہنچا تو (اس کے بعد میں نے وَ بِنَبِيِّكَ کی جگہ) ''وَرَسُوْلِكَ'' کہہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً (ٹوکتے ہوئے) فرمایا کہ نہیں (بلکہ اس طرح کہو) ''وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ''۔(۱)

اتباع سنت کے لیے تیار رہنا اہل ایمان کا شیوہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور: ۵۱] ''اہل ایمان کا تو صرف یہ کام ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے معاملات کا فیصلہ کرے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔''

اتباع سنت سے اعراض کرنا منافقین کا رویہ ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ [النساء: ٦١] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ تعلیمات اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھتے ہو کہ منافق تمہاری طرف آنے سے رک جاتے ہیں۔''

(2) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [النور: ٤٧-٤٨] ''اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی، پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے۔ یہ ایمان والے ہیں ہی نہیں (بلکہ یہ منافقین ہیں)۔ جب یہ

(۱) [بخاری (۲٤۷) كتاب الوضوء: باب فضل من بات على الوضوء]

اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔''

سنت کا علم ہو جانے کے باوجود اس سے اعراض نافرمانی ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں فتح مکہ والے سال مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھ لیا لیکن جب آپ کراع الغمیم مقام پر پہنچے تو لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا۔ آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اسے اونچا کر دیا حتی کہ تمام لوگوں نے اسے دیکھ لیا تو آپ نے پانی پی لیا۔ اس کے بعد آپ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ابھی بھی روزہ رکھا ہوا ہے تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا کہ ﴿ أُولَـٰئِكَ الْعُصَاةُ ، أُولَـٰئِكَ الْعُصَاةُ ﴾ ''یہ لوگ نافرمان ہیں۔''(۱)

سنت سے بے رغبتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع تعلقی کا باعث ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا وَ أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ قَالَ أَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَ لَا أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَ اللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَ أَتْقَاكُمْ لَهُ وَ لَكِنِّي أَصُومُ وَ أُفْطِرُ وَ أُصَلِّي وَ أَرْقُدُ وَ أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ "فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي" ﴾

''تین آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں آپ کا عمل بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آپ سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان (تینوں) سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ خبردار! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، (رات میں) نماز پڑھتا ہوں تو سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ پس میری سنت سے جس نے بھی بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''(۲)

---

(۱) [مسلم (۱۱۱٤) کتاب الصیام : باب جواز الصیام و الفطر فی شهر رمضان للمسافر]

(۲) [بخاری (۵۰٦۳) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح، مسلم (۱٤۰۱)]

اتباع سنت سے روگردانی دنیوی ذلت ورسوائی کا باعث ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ﴾ [المجادلة : ٢٠] "بے شک جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ لوگ سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔"

(2) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنَّمَا مَثَلِي وَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ، فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مِّنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا ، وَ كَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَ اجْتَاحَهُمْ فَذَٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَ مَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَ كَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ﴾

"بلاشبہ میری اور اس کی مثال جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس شخص جیسی ہے جس نے اپنی قوم کے پاس آکر کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فوج دیکھی ہے، میں تمہیں واضح طور پر اس سے ڈرانے والا ہوں لہٰذا اپنے آپ کو بچالو۔ چنانچہ اس کی قوم میں سے ایک جماعت نے اس کی بات مانی اور راتوں رات نکل کر پناہ گاہ میں جا چھپے اور بچ گئے جبکہ ایک جماعت نے اسے جھٹلایا اور صبح تک اپنے اپنے مقامات پر ہی رہے۔ صبح لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر کے غارت گری کا بازار گرم کیا۔ پس یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔"(1)

اتباع سنت سے اعراض فتح کو شکست میں بدل سکتا ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ وَ أَجْلَسَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَ أَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ وَ قَالَ لَا تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا وَ إِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا فَلَمَّا لَقِينَا هَرَبُوا حَتَّى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوا يَقُولُونَ الْغَنِيمَةَ الْغَنِيمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لَا تَبْرَحُوا فَأَبَوْا فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوهُهُمْ فَأُصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلًا ...﴾

"جنگ احد کے موقع پر جب مشرکین سے ہمارا مقابلہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں (پہاڑ پر) مقرر فرمایا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، اس وقت بھی جب تم دیکھ لو کہ ہم ان پر غالب آ گئے ہیں پھر بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اس وقت بھی جب تم دیکھ لو کہ وہ ہم پر

---

(1) [البخاری (7283) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم]

غنیمت لینے میں تم ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔ پھر جب کفار سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ان کی عورتیں پہاڑیوں پر بڑی تیزی سے پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے بھاگی جارہی تھیں کہ جس سے ان کے پازیب دکھائی دے رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے تیرانداز ساتھی کہنے لگے کہ غنیمت غنیمت۔ اس پر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا (اس لیے تم لوگ مال غنیمت لوٹنے نہ جاؤ) لیکن ان کے ساتھیوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کی اس حکم عدولی کے نتیجے میں مسلمانوں کو ہار ہوئی اور ستر مسلمان شہید ہو گئے۔"(۱)

اتباع سنت سے اعراض ہلاکت کا باعث ہے

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ﴾ "میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس سے صرف وہی شخص روگردانی کرتا ہے جو ہلاک ہونے والا ہے۔"(۲)

اتباع سنت سے اعراض کی ایک عبرتناک سزا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ ﴿أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِمَالِهِ فَقَالَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ ، قَالَ لَا أَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ ، مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ ، قَالَ فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيْهِ﴾ "ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھ میں طاقت نہیں۔ آپ نے فرمایا (تو پھر اللہ کرے) تجھ میں اس کی طاقت نہ ہو۔ اس نے محض تکبر کی بنا پر یہ بات کہی (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) راوی بیان کرتا ہے، پھر وہ اپنا دایاں ہاتھ [illegible] منہ تک نہ اٹھا سکا۔"(۳)

اتباع سنت سے روگردانی اعمال کے ضیاع کا باعث ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [illegible] "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال غارت نہ کرو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی عمل خواہ کتنا ہی [illegible] اللہ اور اس کے رسول کی

---

(۱) [illegible] (٤٠٤٣) [illegible]

(۲) [illegible] صحیح ترغیب (٥٩) [illegible] (٤٨)

(۳) [مسلم (٢٠٢١) [illegible] آداب الطعام [illegible]]

اطاعت کے دائرے سے باہر ہے تو رائیگاں اور برباد ہے۔(۱)

اتباع سنت سے روگردانی کرنے والا سزا کا مستحق ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ٦٥] ''قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

(2) عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِي شَرِيجٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ حِينَ أَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِيُّ كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَهُمَا فِيهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا أَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَاتِ إِلَّا نَزَلَتْ فِي ذَالِكَ "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ" ﴾

''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری صحابی (ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ) سے مقام حرہ کی ایک نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا (کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سینچنے کا حق رکھتا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبیر! پہلے تم اپنا باغ سینچ لو پھر اپنے پڑوسی کو جلد پانی دے دینا۔ اس پر اس انصاری صحابی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ فیصلہ اس لیے ہے کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا زبیر! اپنے باغ کو سینچو اور پانی اس وقت تک روکے رکھو کہ منڈیر تک بھر جائے، پھر اسے اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑو۔ (پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کے ساتھ اپنے فیصلے میں رعایت رکھی تھی) لیکن اس مرتبہ آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو صاف طور پر ان کا پورا حق دے دیا کیونکہ انصاری نے ایسی بات کہی تھی جس سے آپ کا ناراض ہونا فطری امر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلے فیصلہ میں دونوں کے لیے رعایت رکھی تھی۔ زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی ہیں: ''قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔''(۲)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال (یعنی افطار کیے بغیر مسلسل

---

(۱) [تفسیر أحسن البیان (ص : ۱۴۳۹)]

(۲) [بخاری (۴۵۸۵) کتاب تفسیر القرآن : باب فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم]

کئی دن روزہ رکھنے) سے منع فرمایا تھا۔ اس پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ خود تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ جب اس پر بھی وصال کا روزہ رکھنے سے نہ باز آئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا ﴾ ''اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔ گویا جب لوگ وصال کے روزے سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کو سزا دینے کے لیے ایسا کہا۔''(۱)

اتباع سنت سے روگردانی کسی آفت یا عذاب میں مبتلا کرا سکتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النور : ٦٣] ''جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

اتباع سنت سے روگردانی جہنم میں داخلے کا ذریعہ ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾ [النساء : ١٤] ''جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حد سے تجاوز کرے گا اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾ [النساء : ١١٥] ''جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''

(3) ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴾ [الأحزاب : ٦٦] ''اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے۔''

اتباعِ سنت سے متعلقہ آیات و احادیث سے ماخوذ فوائد

- اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے میں کوئی فرق نہیں۔ مومن کو ان میں سے کسی سے بھی اختلاف کا اختیار نہیں۔

(۱) [بخاری (۱۹٦۵) کتاب الصوم: باب التنكيل لمن اكثر الوصال، مسلم (۱۱۰۳) عبد الرزاق (۷۷۵۳)]

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی ایسے ہی جرم ہے جیسے احکامِ خداوندی سے سرتابی اور یہ سراسر گمراہی ہے۔

* جیسے اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے باتیں بنانا ناجائز ہے ویسے ہی نبی ﷺ کے سامنے بھی آگے بڑھ کر باتیں کرنا ناجائز اور ممنوع ہے اور سنتِ نبویہ کی مخالفت کے ناجائز ہونے سے کنایہ ہے۔ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے فرمان سے قبل تم کچھ نہ کہو، آپ کے حکم سے قبل کوئی حکم نہ دو، آپ کے فتویٰ دینے سے قبل کوئی فتویٰ جاری نہ کرو اور تم کوئی کام نہ کرو حتیٰ کہ آپ اس کا حکم فرمائیں یا کر گزریں۔
* اطاعتِ رسول سے روگردانی صرف اور صرف کفار کی عادت ہے۔
* آپ ﷺ کا فرمانبرداری در اصل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے۔
* دینی اُمور میں کسی اختلاف یا تنازعہ کی صورت میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف مراجعت واجب ہے۔ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور آپ کی اطاعت کے لیے فعل کا دوبارہ ذکر فرمایا (یعنی اطیعوا الرسول) اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ آپ کی اطاعت مستقلاً واجب ہے بغیر اس کے کہ آپ کے ارشادات کو قرآن پاک پر پیش کیا جائے بلکہ آپ جب حکم فرمادیں تو اس کی بجا آوری مطلقاً فرض ہو جاتی ہے خواہ اس حکم کا ذکر قرآن حکیم میں ہو یا نہ ہو۔ اس لیے کہ جیسے آپ کو قرآن دیا گیا ہے ویسے ہی حدیث بھی دی گئی ہے (اوتیت القرآن ومثلہ معہ) اور اللہ تعالیٰ نے اولوالامر کی اطاعت کو مستقلاً واجب قرار نہیں دیا (یعنی اس کے لیے الگ اطیعوا کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا) بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ضمن میں رکھا ہے۔ علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ (تنازعہ اور اختلاف کی صورت میں) اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب قرآن پاک کی طرف لوٹانا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانے کا مطلب آپ کی زندگی میں آپ کی ذات کی طرف اور آپ کے بعد سنت کی طرف مراجعت کرنا ہے اور یہ ایمان کی شروط میں سے ہے۔
* تنازعہ ہو جانے کی صورت میں اس سے گلوخلاصی کے لیے سنت کی طرف رجوع نہ کرنا شریعت کی نظر میں مسلمانوں کی کمزوری، پسماندگی اور ان کی قوت وشوکت کے زوال کا بہت بڑا سبب ہے۔
* آپ ﷺ کی مخالفت پر تنبیہ، اس لیے کہ دنیا وآخرت میں اس کا انجام برا ہے۔
* آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے دنیا میں فتنے اور آزمائش میں پڑنے اور آخرت میں عذابِ الیم کے مستحق ہیں۔
* آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنا اور آپ کے حکم کو تسلیم کرنا واجب ہے، یہی پاکیزہ زندگی کا سبب ہے، دنیا اور عقبیٰ کی سعادت اسی سے وابستہ ہے۔
* نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری جنت میں داخلہ کی ضمانت اور عظیم کامرانی ہے اور آپ کی نافرمانی

اور مقرر کردہ حدود سے تجاوز جہنم میں داخلے کا باعث اور رسوا کن عذاب کا موجب ہے۔

- منافقین (جو بظاہر ایماندار اور دلوں میں کفر چھپائے ہوئے ہیں) کی یہ صفت ہے کہ جب انہیں اپنے مقدمات وقضایا آپ ﷺ اور آپ کی سنتِ مطہرہ پر پیش کرنے کو کہا جاتا ہے تاکہ اس کے مطابق فیصلہ ہو تو وہ اسے تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس سے رک جاتے ہیں۔
- منافقین کے برعکس مومنین کا وصف یہ ہے کہ جب انہیں اپنے مقدمات آپ ﷺ پر پیش کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ بلا تاخیر اسے قبول کر لیتے ہیں اور قولاً وعملاً ہر طرح "سمعنا وأطعنا" کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور بجالائے اور یہ سمع واطاعت ان کے لیے باعثِ فلاح وبہبود ہے اور وہ اسی سے حصولِ جنت میں سرفراز ہوں گے۔
- آپ ﷺ نے ہمیں جو احکام دیئے ان سب کی بجا آوری ہم پر واجب ہے جیسے ان تمام اُمور سے باز رہنا ضروری ہے جن سے آپ نے ہمیں منع فرمایا ہے۔
- اگر ہم رضائے الٰہی اور نجاتِ اُخروی کے خواہاں ہیں تو ہمیں رسول اکرم ﷺ کو ہی اپنے جملہ اُمورِ دین میں اسوہ وقدوہ تسلیم کرنا ہوگا۔
- آپ ﷺ کی وہ تمام گفتگو جو دین اور غیبی اُمور سے تعلق رکھتی ہے جنہیں عقل وتجربہ سے نہیں سمجھا جا سکتا، وہ اللہ کی طرف سے وحی ہے جس میں باطل کی قطعاً آمیزش نہیں۔
- سنتِ مطہرہ قرآن کی ہی توضیح وتشریح ہے۔
- قرآن حدیث سے مستغنی نہیں کرتا بلکہ حدیث بھی قرآن کی طرح واجب الاتباع ہے اور جو شخص (بزعمِ خویش) قرآن پر عمل پیرا ہو کر سنت سے بے پرواہی اختیار کرتا ہے وہ آپ ﷺ کا نافرمان ہے اور مذکورہ بالا آیات کا بھی مخالف ہے۔
- رسول اکرم ﷺ کے حرام کردہ اُمور ویسے ہی حرام ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ، نیز وہ تمام چیزیں جنہیں آپ ﷺ قرآن کے علاوہ لائے ویسے ہی (حلال وحرام) ہیں جیسے وہ چیزیں جنہیں قرآن کی صورت میں لائے ہیں، اس لیے کہ آپ کا یہ فرمان عام ہے (ألا انی اوتیت القرآن ومثله معه) خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث بھی) عطا کی گئی ہے۔
- بے دینی اور گمراہی سے بچاؤ کی صرف یہی صورت ہے کہ قرآن وسنت پر اعتماد کیا جائے، یہ حکم تا قیامت جاری وساری ہے اور کتاب وسنت کے درمیان تفریق جائز نہیں۔(۱)

---

(۱) [الحدیث حجة بنفسه فی العقائد والأحكام (ص: ۲۳۔۲۵)]

باب اتباع السنة والصحابة — اتباعِ سنت اور صحابہ کا بیان

براہِ راست انوارِ رسالت سے سینوں کو منور کرنے والے صحابہ کرام ایسے قدسی نفوس تھے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ لٹانے کے لیے تیار ہو جاتے، زندگی کا ہر عمل ہمیشہ سنتِ نبوی کے مطابق بنانے کی کوشش میں رہتے حتی کہ جن اُمور میں اتباعِ سنت لازم نہ ہوتی (جیسے دنیوی و طبعی اُمور وغیرہ) ان میں بھی پوری حرص ورغبت کے ساتھ اتباع کی کوشش کرتے۔ سنتِ رسول سے اسی سچی محبت اور اتباعِ سنت کی اسی اعلیٰ حرص کے باعث اللہ تعالیٰ نے انہیں تا قیامت انسانوں کے لیے معیارِ ہدایت بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ ﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ﴾ [البقرة : ١٣٧] ''اگر یہ لوگ اس طرح ایمان لائیں گے جیسے تم ایمان لائے ہو تو پھر ہدایت پائیں گے۔''

لہٰذا آج ہمیں بھی صحابہ کرام کے اس عظیم عمل کو پیشِ نظر رکھنا ہے تا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ بندوں میں شامل ہو سکیں۔ اسی غرض سے آئندہ سطور میں صحابہ کرام کی سنت سے محبت اور سنت کی اتباع کے حوالے سے چند امثلہ پیش کی جا رہی ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

حضرت عروہ بن زبیرؒ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ﴿ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ ﴾ ''میں کسی بھی ایسی چیز پر عمل نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں آپ کے قول و فعل میں سے کچھ بھی چھوڑوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔''(۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ : إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ﴾ ''انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو پتھر ہے اور کسی قسم کے نفع و نقصان کا مالک نہیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔''(۲)

(2) حضرت بجالہؒ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ فَأَتَانَا كِتَابُ

---

(۱) [بخاری (۳۰۹۳) کتاب فرض الخمس : باب]

(۲) [بخاری (۱۵۹۷) کتاب الحج : باب ما ذكر في الحجر الأسود' مسلم (۱۲۷۰) ابو داود (۱۸۷۳) نسائی (۲۲۷/۵) ترمذی (۸۶۲) أحمد (۷٦/۱) بیهقی (۷٤/٥) شرح السنة (٦٨/٤)]

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ وَ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ ﴾ ''میں احنف بن قیس جزء بن معاویہ کا کاتب تھا۔ تو وفات سے ایک سال پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب ہمارے پاس آیا کہ جس مجوسی نے اپنی محرم عورت کو بیوی بنایا ہوا ن کو جدا کر دو اور عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا تھا۔ لیکن جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا، (تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جزیہ لینا شروع کر دیا)۔(۱)

(3) حضرت سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا حَتَّى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضَّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ ﴾ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لیے ہے، اس لیے بیوی کو اپنے شوہر کی دیت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ حتی کہ ضحاک بن سفیان نے (عمر رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میری طرف یہ پیغام لکھوا کر بھجوایا تھا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں۔ چنانچہ (اس سنت کا علم ہو گیا تو) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔''(۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ ان کے شوہر قتل کر دیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اپنے شوہر کے گھر میں ہی مقیم رہ کر عدت پوری کرو۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ﴿ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَالِكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَاتَّبَعَهُ فَقَضَى بِهِ ﴾ ''پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے میری طرف پیغام بھیجا اور مجھ سے اس مسئلہ کی تفصیل دریافت کی (کیونکہ ان کے دور میں بھی اسی طرح کا ایک مسئلہ پیش آیا تھا)۔ میں نے انہیں (تفصیل سے) خبر دے دی۔ چنانچہ انہوں نے اسی پر عمل کیا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔''(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن ابی رافعؒ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ

(۱) [بخاري (۳۱۵٦) كتاب الجزية : باب الجزية والموادعة مع أهل الحرب]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود ، ابو داود (۲۹۲۷) كتاب الفرائض : باب في المرأة ترث من دية زوجها]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۳۰۰) كتاب الطلاق : باب في المتوفى عنها تنتقل ، ترمذي (۱۲۰٤)]

إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ بَعْدَ سُورَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ) قَالَ فَأَدْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكُوفَةِ ۔ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴾

''مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا (نائب) گورنر مقرر کیا اور (خود) مکہ چلا گیا۔ اس دوران حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ جبکہ دوسری رکعت میں سورۂ منافقون تلاوت فرمائی۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نماز کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے وہی سورتیں تلاوت فرمائی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ (اپنے دورِ خلافت میں) کوفہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے (اس لیے یہ سورتیں پڑھی ہیں کیونکہ میں نے) رسول اللہ ﷺ کو نماز جمعہ میں یہی سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔''(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(1) نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا قَالَ فَوَضَعَ أُصْبُعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ وَقَالَ لِي يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قَالَ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَرَفَعَ أُصْبُعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ وَقَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا ﴾ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور اس راستے سے دور نکل گئے اور مجھ سے پوچھا کہ اے نافع! کیا کچھ سنائی دے رہا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ تب انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے باہر نکالیں اور پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ نے بانسری کی آواز سنی تو ایسے ہی کیا (جیسے میں نے کیا ہے)۔''(۲)

(2) نافعؒ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ ﴾ ''ایک آدمی کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد لله والسلام على رسول الله ۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ الحمد لله والسلام على رسول الله تو میں بھی کہتا ہوں (یعنی نبی ﷺ پر میں بھی سلام بھیجتا ہوں) لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ (چھینک آنے پر) ہم یوں کہیں الحمد لله على

---

(۱) [مسلم (۸۷۷) كتاب الجمعة : باب ما يقرأ في صلاة الجمعة]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤٩٢٤) كتاب الادب : باب كراهية الغناء والزمر]

کل حال (اس لیے تمہیں بھی سنت کے مطابق یہی الفاظ کہنے چاہییں)۔''(۱)

(3) مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ فَمَرَّ بِمَكَانٍ فَحَادَ عَنْهُ فَسُئِلَ لِمَ فَعَلْتَ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ هَذَا فَفَعَلْتُ ﴾ ''ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھے۔ایک جگہ سے گزرتے ہوئے وہ راستے سے ذرا دور ہٹ گئے۔جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لیے میں نے بھی ایسا کیا ہے۔''(۲)

(4) انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں مقام عرفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، وہ جب بھی کہیں جاتے میں بھی ان کے ساتھ جاتا۔حتی کہ ہم امام کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ نماز ظہر وعصر (جمع کر کے) ادا کیں۔پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وقوف فرمایا تو میں اور میرے ساتھیوں نے بھی وقوف کیا۔حتی کہ امام (عرفات سے) واپس لوٹے تو ہم بھی ان کے ساتھ واپس لوٹے یہاں تک کہ اس تنگ راستے پر پہنچے جو مقام مازمین سے پہلے ہے۔اس مقام پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواری بٹھا دی، تو ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ہم نے سوچا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہاں نماز پڑھیں گے ﴿ فَقَالَ غُلَامُهُ الَّذِي يُمْسِكُ رَاحِلَتَهُ إِنَّهُ لَيْسَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ وَلَكِنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا انْتَهَى إِلَى هَذَا الْمَكَانِ قَضَى حَاجَتَهُ فَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ ﴾ ''لیکن ان کی سواری پر متعین غلام نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہاں نماز کا ارادہ نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ جب یہاں پہنچتے تھے تو حاجتِ ضروریہ سے فارغ ہوتے تھے، اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس مقام پر حاجت ضروریہ سے فارغ ہونا پسند فرماتے ہیں۔''(۳)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللَّهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ ، فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجِّ وَصِيَامِ رَمَضَانَ قَالَ لَا ، صِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ﴾ ''پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ کی توحید، اقامتِ صلاۃ، زکوۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور حج۔ایک آدمی نے (بات دہراتے ہوئے) کہا حج اور رمضان کے روزے۔حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا نہیں رمضان کے روزے

---

(۱) [حسن : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۷۳۸) کتاب الادب : باب ما یقول العاطس اذا عطس]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (۴٦) کتاب السنة : باب قال ان هذا القرآن سبب طرفه بید الله ، مسند احمد (۴۸۷۰) شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب (۴۸) کتاب السنة ، مسند احمد (٦۱۵۱) شیخ شعیب ارناؤط نے فرمایا ہے کہ اس روایت کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔]

اور حج۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی ترتیب سے حدیث سنی ہے۔‘‘(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ لَمَّا اسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ ، اجْلِسُوا ، فَسَمِعَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ ، تَعَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ ﴾ ’’ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دینے کے لیے منبر پر کھڑے ہوئے تو (حاضرین سے) فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو مسجد کے دروازے میں ہی بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا عبداللہ! مسجد کے اندر آ جاؤ۔‘‘(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(1) حضرت انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ﴿ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّيْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ ﴾

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ جب شام سے واپس ہوئے تو ہم ان سے عين التمر مقام پر ملے۔ میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو کبھی نہ کرتا۔‘‘(۳)

(2) قتادہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کون سی دعا بکثرت پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے ﴿ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ ’’یعنی اے اللہ! ہمیں دنیا میں خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی حسنات سے نواز اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔‘‘

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کا ارادہ فرماتے تو یہی دعا پڑھتے اور اگر کسی اور دعا کا ارادہ ہوتا تو پھر بھی یہ دعا اس کے ساتھ ملا لیتے۔(٤)

---

(۱) [مسلم (۱۲۰) کتاب الایمان : باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابو داود ، ابو داود (۱۰۹۱) کتاب الصلاۃ : باب الامام یکلم الرجل فی خطبته]

(۳) [بخاری (۱۱۰۰) کتاب الجمعة : باب صلاۃ التطوع علی الحمار]

(٤) [مسلم (٤٨٥٥) کتاب الذکر والدعاء : باب فضل الدعاء باللهم آتنا فی الدنیا حسنه]

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ أَكَلَ مِنْهُ وَبَعَثَ بِفَضْلِهِ إِلَيَّ وَإِنَّهُ بَعَثَ إِلَيَّ يَوْمًا بِفَضْلَةٍ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا لأَنَّ فِيهَا ثُومًا فَسَأَلْتُهُ أَحَرَامٌ هُوَ قَالَ ، لاَ وَلَكِنِّي أَكْرَهُهُ مِنْ أَجْلِ رِيحِهِ ، قَالَ فَإِنِّي أَكْرَهُ مَا كَرِهْتَ ﴾ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا جاتا تو آپ اس سے تناول فرما کر باقی میرے پاس بھیج دیتے۔ایک روز آپ نے کچھ بھی کھائے بغیر برتن میرے پاس بھیج دیا کیونکہ اس میں لہسن تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں، لیکن میں اس کی بدبو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا، جو چیز آپ کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔''(۱)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كُنْتُ سَاقِي الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ فَنَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ اخْرُجْ فَانْظُرْ هَذَا الصَّوْتَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ هَذَا مُنَادٍ يُنَادِي أَلاَ إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ لِي اذْهَبْ فَأَهْرِقْهَا قَالَ فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ ﴾ ''میں صحابہ کی ایک جماعت کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم دیا اور اس نے اعلان کرنا شروع کر دیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، باہر جا کر دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں باہر گیا اور (واپس آکر) کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہوگئی ہے۔ یہ سنتے ہی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، جاؤ اور شراب کو بہا دو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔''(۲)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ

ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الأَسَدِيُّ لَوْلاَ طُولُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا فَعَجِلَ فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ ﴾ ''خریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ ہوتے اور اس کا تہبند لٹکا نہ ہوتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات خریم اسدی تک پہنچی تو (فوراً خود ہی) چھری پکڑ کر اپنے بال کانوں

---

(۱) [مسلم (۵۴۷۷) کتاب الاشربۃ : باب اباحۃ اکل الثوم وأنہ ینبغی لمن أراد خطاب الکبار ترکہ]

(۲) [بخاری (۴۶۲۰) کتاب تفسیر القرآن : باب لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح]

تک کاٹ لیے اور اپنا تہبند نصف پنڈلیوں تک اونچا اٹھالیا۔''(۱)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ اور اس کی منکوحہ دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ یہ سن کر عقبہ نے کہا کہ مجھے علم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے مجھے کبھی اس کی خبر دی ہے۔ پھر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ﴿ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ ؟ ، فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ ''کس طرح (تم اس لڑکی سے رشتہ رکھو گے) حالانکہ (اس کے متعلق یہ) کہہ دیا گیا ہے۔ تب عقبہ نے اس لڑکی کو چھوڑ دیا اور اس نے دوسرا خاوند کر لیا۔''(۲)

دیگر صحابہ کرام

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی سونے کی انگوٹھی پہن کر آگ کے انگارے کا قصد کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اس سے کوئی اور فائدہ اٹھالو (یعنی اپنی بیوی وغیرہ کو تحفہ دے دو یا اسے بیچ کر کچھ اور خرید لو وغیرہ)۔ اس صحابی نے جواب میں کہا ﴿ لَا وَاللّٰهِ لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ﴾ اللہ کی قسم! میں اس انگوٹھی کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکا ہے۔''(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِنِّيْ اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ وَقَالَ إِنِّيْ لَمْ أَلْبَسْهُ أَبَدًا ، فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ ﴾ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مردوں کے لیے سونے کی حرمت کے نزول سے پہلے) سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی (تو تم لوگوں نے بھی بنوالی ہیں)۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اسے کبھی

---

(۱) [حسن: ابوداود (٤٠٨٩) كتاب اللباس: باب ما جاء فى اسبال الازار، مسند احمد (١٧٦٥٩) شیخ شعیب ارناؤط نے کہا ہے کہ اس کی سند قابل تحسین ہے۔]

(۲) [بخاری (٨٨) کتاب العلم: باب الرحلة فى المسألة النازلة و تعليم أهله]

(۳) [مسلم (٥٥٩٣) كتاب اللباس و الزينة: باب فى طرح خاتم الذهب]

نہیں پہنوں گا۔اس پر صحابہ نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔''(۱)

(3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے دوران نماز جوتیاں اتار دیں تو لوگوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔''فراغت نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا،تم نے اپنی جوتیاں کیوں اتاریں؟ تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں۔آپ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان میں گندگی ہے (اس لیے میں نے انہیں اتار دیا) لہٰذا جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنی جوتیوں کو پھیر کر ان میں دیکھے،اگر گندگی نظر آئے تو اسے زمین پر رگڑے اور ان جوتیوں میں نماز پڑھ لے۔(۲)

اتباع سنت سے اعراض کرنے والوں سے صحابہ کا رویہ

(1) حضرت حارث بن عبداللہ بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ تَحِيضُ قَالَ لِيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ قَالَ : فَقَالَ الْحَارِثُ كَذَالِكَ أَفْتَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ : فَقَالَ عُمَرُ أَرِبْتَ عَنْ يَدَيْكَ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِكَي مَا أُخَالِفُ ؟ ﴾ ''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ اگر عورت قربانی کے روز طوافِ زیارت کے بعد حائضہ ہو جائے تو پھر کیا کرے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (پاک ہونے کے بعد) آخری عمل طواف ہونا چاہیے۔حارث رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی مجھے یہی فتویٰ دیا تھا۔اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے (غصہ سے) فرمایا تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جو پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ چکا تھا تا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف بات کروں۔''(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ أَنْ يُصَلِّينَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَقَالَ ابْنٌ لَهُ إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ فَغَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا ، وَقَالَ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَقُولُ إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ ﴾ ''اللہ کی باندیوں (یعنی خواتین کو) مسجد میں نماز کے لیے آنے سے مت روکو۔'' یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے کہا ہم تو انہیں روکیں گے۔اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سخت غصہ

---

(۱) [بخاری (۷۲۹۸) كتاب الاعتصام : باب الاقتداء بأفعال النبى ﷺ]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۶۰۵) كتاب الصلاة : باب الصلاة فى النعل' إرواء الغليل (۲۸٤) أبو داود (٦٥٠) ابن أبى شيبة (٤١٧/٢) دارمی (٣٢٠/١) ابن خزيمة (١٠١٧) ابن حبان (٣٦٠)]

(۳) [صحيح : صحيح ابوداود ، ابوداود (٢٠٠٤) كتاب المناسك : باب الحائض تخرج بعد الافاضة]

میں آ گئے اور فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو ہم انہیں روکیں گے۔''(۱)

(3) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ انْظُرُوْا اِلَى هَذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى " وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا " ﴾ ''وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ اس خبیث کی طرف دیکھو (سنت کے برخلاف) بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ''جب لوگوں نے تجارت یا کھیل کود دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور تجھے کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔''(۲)

(4) حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان (حاکم وقت) کے بیٹے بشر کو منبر پر (دورانِ خطبہ) دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ﴿ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا يَزِيْدُ عَلَى اَنْ يَقُوْلَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةَ ﴾ ''اللہ ان دونوں ہاتھوں کو خراب کرے، میں نے نبی ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا، اور پھر اپنی انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا۔''(۳)

(5) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتا تو آپ سخت غصہ ہوئے اور لوگوں سے فرمایا کہ ﴿ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلَى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادِيْ بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ سُنَنَ الْهُدَى وَ اِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَ لَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ ﴾

''جو چاہتا ہے کہ کل مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو ان نمازوں کی پابندی کے لیے وہاں جائے جہاں سے ان کے لیے اذان دی جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے ہدایت کے راستوں کو دین بنایا ہے اور یہ بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔ اگر اس کی طرح تم نے بھی اپنے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی تو گویا تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو پھر گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔''(٤)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۱٦) مقدمۃ : باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ]

(۲) [مسلم (۸٦٤) کتاب الجمعۃ : باب فی قولہ تعالی واذا رأوا تجارۃ أو لھوا انفضوا الیھا]

(۳) [مسلم (۲۰۵۳) کتاب الجمعۃ : باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ابو داود (۱۱۰٤) ترمذی (۵۱۵)]

(٤) [مسلم (٦۵٤) کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ : باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی]

باب اتباع السنة والصحابيات اتباعِ سنت اور صحابیات کا بیان

صحابہ کرام کے پہلو بہ پہلو دبستانِ نبوت سے فیض یافتہ تلمیذاتِ رشیدات صحابیات کی عظیم قربانیوں کا سلسلہ بھی تاریخِ اسلام کا ایک سنہری باب ہے، جنہوں نے سنت کی اتباع میں انتہائی پاکیزہ زندگی کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ ہمیشہ سنت کا علم ہوتے ہی اس پر بلا حیل وحجت عمل شروع کر دیا اور پھر تاحیات سنت کی اتباع اور اس کی حفاظت کے لیے کوشاں رہیں۔ یقیناً ان عظیم المرتبت ہستیوں کی زندگیاں عصر حاضر کی خواتین کے لیے بھی مشعل راہ اور بہترین اسوہ ہیں، لہٰذا ان کی زندگیوں سے بھی اتباعِ سنت کے چند نمونے آئندہ سطور میں پیش کیے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک لڑکی گھنگرو پہن کر ان کے گھر میں داخل ہوئی تو انہوں نے فرمایا ﴿لَا تُدْخِلُوْهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تَقْطَعُوْا جَلَاجِلَهَا ... سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ﴾ ''اس کے گھنگرو کاٹنے کے بعد اسے میرے پاس آنے دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں ایسی آوازیں ہوں اس میں فرشتے نہیں آتے۔''(۱)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ جو مشرکہ تھیں تعاون کی غرض سے میرے پاس آئیں ﴿فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي قَالَ نَعَمْ صِلِيْ أُمَّكِ﴾ ''تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری (مشرک) والدہ میرے پاس آئی ہیں اور کچھ تعاون کی طلبگار ہیں تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو (چنانچہ انہوں نے تعاون کر دیا)۔''(۲)

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی جبکہ ان کے والد ابوسفیان کی وفات ہوگئی تھی تو انہوں نے خوشبو منگوائی جس میں زردی تھی، وہ خلوق تھی یا کوئی اور، انہوں

---

(۱) [مسند احمد (۲۴۲/۶)]

(۲) [مسلم (۲۳۲۲) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين ، بخاری (۲۶۲۰) ابو داود (۱۶۶۸)]

نے یہ لونڈی کو لگائی پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے رخساروں پر مل لیا اور کہا ﴿ وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ ''اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی طلب اور ضرورت نہیں ہے مگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ کسی خاتون کے لیے حلال نہیں' جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو' کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کا اظہار کرے (اور زیب و زینت چھوڑے رہے) سوائے شوہر کے (کہ اس کے لیے) چار ماہ دس دن ہیں۔''(۱)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کا ہی بیان ہے کہ میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جبکہ ان کا بھائی فوت ہو گیا تھا تو انہوں نے خوشبو منگوا کر لگائی اور پھر کہا ﴿ وَ اللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ ''اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی طلب اور ضرورت نہیں مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ منبر پر کھڑے فرما رہے تھے کہ کسی عورت کے لیے حلال نہیں' جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے' کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے الا کہ شوہر ہو تو اس کے لیے (سوگ کے) چار ماہ دس دن ہیں۔''(۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چکی چلا چلا کر گٹے پڑ چکے تھے اور مشکیزے بھر بھر کے لانے سے سینے پر نشان پڑ گئے تھے۔ ایک روز انہیں پتہ چلا کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں تو آپ کے پاس حاضر ہو کر ایک خادم کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر کام نہ بتاؤں؟ سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ پھر وہ خادم کے مطالبے کی بجائے ساری عمر آپ کی اسی سنت پر عمل پیرا رہیں۔(۳)

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود، ابو داود (۲۲۹۹) كتاب الطلاق : باب احداد المتوفى عنها زوجها، بخاری (۱۲۸۱) مسلم (۱۴۸٦) مؤطا (۲/۵۹٦)]

(۲) [أيضا]

(۳) [بخاری (۵۳٦۲) كتاب النفقات : باب خادم المرأة، مسلم (۲۷۲۷) ابو داود (۵۰٦۲)]

دیگر صحابیات

(1) نبی کریم ﷺ نے خطبہ عید کے بعد صحابیات کو وعظ کیا اور انہیں صدقہ و خیرات کی ترغیب دلائی تو انہوں نے اس پر فوراً عمل شروع کر دیا ﴿ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ تُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ قَالَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ فَتَخَهَا وَيُلْقِينَ وَيُلْقِينَ ﴾ ''اور بلال رضی اللہ عنہ کے پھیلائے ہوئے کپڑے میں صدقہ ڈالنے لگیں، کوئی اپنی انگوٹھی ڈالتی تھی (کوئی اپنی بالی) کوئی کچھ اور کوئی کچھ۔''(۱)

(2) حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ مسجد سے نکل رہے تھے اور مرد عورتوں کے ساتھ درمیان راستے میں گھس کر چل رہے تھے تو آپ نے خواتین سے فرمایا ﴿ اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ ﴾ ''تمہارے لیے مناسب نہیں کہ راستے کے عین درمیان میں چلو بلکہ گلی کے اطراف میں چلو۔ چنانچہ پھر (ہر) عورت دیوار کے ساتھ لگ کر چلا کرتی تھی حتی کہ اس کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک اٹک جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ بالکل دیوار کے ساتھ لگ کر چلتی تھی۔''(۲)

(3) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ ان کے ساتھ ان کی بیٹی بھی تھی اور بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ آپ نے اس خاتون سے پوچھا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تمہیں ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے؟ ﴿ فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَتْ هُمَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ ﴾ ''چنانچہ اس عورت نے ان کو اتارا اور نبی ﷺ کے سامنے ڈال دیا اور کہنے لگی کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔''(۳)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۱۱٤۱) کتاب الصلاۃ : باب الخطبۃ یوم العید]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود، ابو داود (۵۲۷۲) کتاب الادب : باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق، بخاری فی التاریخ الکبیر (۵۵/۹) ابن حبان (۱۹۶۹)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود، ابو داود (۱۵۶۳) کتاب الزکاۃ : باب الکنز ما هو و زکاۃ الحلی، نسائی (۲٤۸۱) ترمذی (٦۳۷) نصب الرایۃ (۳۷۰/۲)]

باب اتباع السنة والائمة
اتباعِ سنت اور ائمہ عظام

ائمہ عظام کی زندگیاں بھی اتباعِ سنت اور سنت سے سچی محبت کا اعلیٰ نمونہ نظر آتی ہیں۔ اگرچہ بعد کے اُدوار میں اندھی تقلید کی روش نے امت میں انتشار وافتراق کا فتنہ برپا کر دیا، لیکن تمام ائمہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنے اپنے معتقدین کو خالصتاً سنت کی اتباع کی ہی ترغیب دلاتے رہے اور سنت کے مقابلے میں اپنی بات رد کر دینے کی نصیحت کرتے رہے۔ اس سلسلے میں ائمہ کرام کی چند نصیحتیں حسب ذیل ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ

(1) ((اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ)) ''جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو یہی میرا مذہب ہے۔''(۱)

(2) ((لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّاْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ یَعْلَمْ مِنْ اَیْنَ اَخَذْنَاهُ)) ''کسی کے لیے بھی حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول کے مطابق فتویٰ دے جب تک کہ اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے۔''(۲)

(3) ((اِیَّاكَ وَالْقَوْلُ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ بِالرَّاْیِ وَعَلَیْكُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ)) ''لوگو! دین میں اپنی عقل سے بات کرنے سے بچو اور اپنے لیے سنتِ رسول کی پیروی کو لازم کر لو (کیونکہ) جو بھی سنت سے ہٹا وہ گمراہ ہو گیا۔''(۳)

(4) ((اِذَا قُلْتُ قَوْلًا یُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ خَبَرَ الرَّسُوْلِ ﷺ فَاتْرُكُوْا قَوْلِیْ)) ''جب میں کوئی بات کہوں اور وہ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول کے خلاف ہو تو میری بات چھوڑ دو۔''(۴)

امام مالکؒ

(1) ((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِیءُ وَاُصِیْبُ فَانْظُرُوْا فِیْ رَاْیِیْ فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَكُلُّ مَا لَمْ یُوَافِقْ فَاتْرُكُوْهُ)) ''بلاشبہ میں ایک انسان ہوں، میرا قول صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی، لہٰذا میرے قول پر غور کرو اور جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اس پر عمل کرو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔''(۵)

(2) ((لَیْسَ اَحَدٌ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِلَّا وَ یُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَیُتْرَكُ اِلَّا النَّبِیُّ ﷺ)) ''نبی کریم ﷺ

(۱) [الوجيز في عقيدة السلف (۱۲۸/۱) حاشية ابن عابدين (۶۳/۱)]

(۲) [البحر الرائق (۲۹۳/۶)]

(۳) [حقيقة الفقه (صفحه / ۸۲)]

(۴) [ايقاظ الهمم (ص : ۵۰)]

(۵) [جامع بيان العلم وفضله (۳۲/۲) الحديث حجة بنفسه للالباني (صفحه ۷۹)]

کے سوا ہر انسان کی بات کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور رد بھی۔‘‘(۱)

(3) ابن وہبؒ نے بیان کیا کہ امام مالکؒ سے وضوء میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ضروری نہیں۔ بعد ازاں میں نے ان سے کہا کہ ہمارے ہاں مصر میں اس کے متعلق ایک حدیث موجود ہے اور وہ یہ کہ مستورد بن شداد نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ وضوء اپنی چھوٹی انگلی کو پاؤں کی انگلیوں کے درمیان رگڑتے تھے۔ یہ سن کر امام مالکؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث پہلے کبھی نہیں سنی۔ بہرحال اس کے بعد جب بھی امام مالکؒ سے اس بارے میں پوچھا جاتا تو وہ خلال کرنے کا ہی حکم دیتے۔(۲)

امام شافعیؒ

(1) ((كُلُّ مَسْأَلَةٍ صَحَّ فِيهَا الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ بِخِلَافِ مَا قُلْتُ فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْهَا فِي حَيَاتِي وَبَعْدَ مَوْتِي)) ’’ہر وہ مسئلہ جس کے متعلق میرے قول کے خلاف محدثین کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث ثابت ہو جائے تو میں اس سے اپنی زندگی میں بھی رجوع کرنے والا ہوں اور موت کے بعد بھی۔‘‘(۳)

(2) ((إِذَا وَجَدْتُمْ فِي كِتَابِي خِلَافَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَدَعُوْا مَا قُلْتُ)) ’’جب تم میری کتاب میں کوئی بات سنتِ رسول کے خلاف پاؤ تو میری بات چھوڑ دو اور سنت کے مطابق عمل کرو۔‘‘(٤)

(3) ((أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ)) ’’اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جس شخص کو سنت رسول ﷺ معلوم ہو جائے اس کے لیے کسی آدمی کے قول کی خاطر سنت کو ترک کرنا جائز نہیں۔‘‘(٥)

(4) ((إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِي)) ’’جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو یہی میرا مذہب ہے۔‘‘(٦)

(5) ((كُلُّ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَهُوَ قَوْلِي وَإِنْ لَمْ تَسْمَعُوْهُ مِنِّي)) ’’نبی کریم ﷺ سے ثابت

---

(۱) [ارشاد السالك (۲۲۷/۱)]

(۲) [مقدمة الجرح والتعديل (ص: ۳۱-۳۲)]

(۳) [الوجيز في عقيدة السلف (۱۲۸/۱)]

(٤) [حقيقة الفقه (صفحة / ۷٥)]

(٥) [موسوعة توحيد رب العبيد (۳۷۱/۱٤)]

(٦) [المجموع للنووي (٦۳/۱)]

ہر حدیث ہی میرا قول ہے خواہ تم نے وہ مجھ سے نہ بھی سنا ہو۔"(۱)

امام احمدؒ

(1) ((لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِکًا وَلَا الشَّافِعِیَّ وَلَا الْاَوْزَاعِیَّ وَلَا الثَّوْرِیَّ وَخُذْ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا)) "میری تقلید مت کرو اور نہ ہی مالک، شافعی، اوزاعی اور ثوری کی تقلید کرو بلکہ جہاں سے انہوں نے دین لیا ہے تم بھی وہیں (یعنی کتاب وسنت) سے دین حاصل کرو۔"(۲)

(2) ((مَنْ رَدَّ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَھُوَ عَلٰی شَفَا ھَلَکَۃٍ)) "جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کر دیا وہ ہلاکت کے کنارے پر کھڑا ہے۔"(۳)

(3) ((الْاِتِّبَاعُ اَنْ یَتَّبِعَ الرَّجُلُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَعَنْ أَصْحَابِہٖ ثُمَّ ھُوَ مِنْ بَعْدِ التَّابِعِیْنَ مُخَیَّرٌ)) "اتباع یہ ہے کہ آدمی صرف اس کی پیروی کرے جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ثابت ہو اور پھر جو تابعینؒ سے ثابت ہو۔ اس کے بعد وہ صاحب اختیار ہے۔"(٤)

(4) ((مَنْ عَمِلَ بِلَا اتِّبَاعِ السُّنَّۃِ فَبَاطِلٌ عَمَلُہٗ)) "جس نے اتباع سنت سے ہٹ کر کوئی عمل کیا اس کا عمل باطل و مردود ہے۔"(٥)

امام اوزاعیؒ

(1) ((وَلْیَجْتَھِدْ فِی اتِّبَاعِ السُّنَّۃِ وَ اجْتِنَابِ الْمُحْدَثَاتِ کَمَا أُمِرَ)) "آدمی کو چاہیے کہ اتباع سنت کی کوشش کرے اور دین میں نئی ایجادات سے بچے جیسا کہ اسی کا حکم دیا گیا ہے۔"(٦)

(2) ((الْقُرْآنُ أَحْوَجُ اِلَی السُّنَّۃِ مِنَ السُّنَّۃِ اِلَی الْکِتَابِ)) "(توضیح وتشریح کے حوالے سے) سنت اتنی قرآن کی محتاج نہیں جتنا قرآن سنت کا محتاج ہے۔"(۷)

---

(۱) [آداب الشافعی (ص: ۹۳-۹٤)]

(۲) [مؤلفات الشیخ محمد بن جمیل زینو (۱٤۰/٦) ایقاظ الھمم (ص: ۱۱۳) اعلام الموقعین (۲۰۲/۲)]

(۳) [أیضا، ابن الجوزی فی المناقب (ص: ۱۸۲)]

(٤) [مسائل الامام احمد (صفحہ ۲۷٦-۲۷۷)]

(٥) [طبقات الصوفیۃ (٤۲/۱)]

(٦) [طبقات الحنابلۃ (۹۲/۱)]

(۷) [دارمی (٥۹۳) باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ]

امام ابن عبد البرؒ

((قَدْ أَمَرَ اللّٰهُ بِطَاعَتِهِ ﷺ وَاتِّبَاعِهِ أَمْرًا مُطْلَقًا مُجْمَلًا لَمْ يُقَيَّدْ بِشَيْءٍ كَمَا اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ كِتَابِ اللّٰهِ)) ''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت واتباع کا اسی طرح مطلق ومجمل بغیر کسی قید کے حکم دیا ہے جیسے کتاب اللہ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔''(۱)

امام ابن رجبؒ

((فَاِذَا تَعَارَضَ أَمْرُ الرَّسُوْلِ وَ أَمْرُ غَيْرِهِ فَأَمْرُ الرَّسُوْلِ أَوْلَى أَنْ يُقَدَّمَ وَيُتَّبَعَ)) ''جب رسول ﷺ اور کسی دوسرے کے حکم میں تعارض آ جائے تو رسول ﷺ کا حکم ہی ترجیح دینے اور اتباع کے زیادہ لائق ہے۔''(۲)

امام ابن تیمیہؒ

((قَدْ أَمَرَ بِطَاعَةِ الرَّسُوْلِ فِيْ نَحْوِ اَرْبَعِيْنَ مَوْضِعًا ......فَهٰذِهِ النُّصُوْصُ تُوْجِبُ اتِّبَاعَ الرَّسُوْلِ وَاِنْ لَمْ نَجِدْ مَا قَالَهُ مَنْصُوْصًا بِعَيْنِهِ فِي الْكِتَابِ)) ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے چالیس کے قریب مقامات پر اطاعتِ رسول کا حکم دیا ہے۔ اور یہ نصوص اتباعِ رسول کو واجب قرار دیتی ہیں خواہ ہم آپ ﷺ کا وہ فرمان بعینہٖ قرآن میں نہ بھی پائیں۔''(۳)

---

(۱) [جامع بيان العلم وفضله (۲/ ۱۹۰)]

(۲) [مقدمة صفة صلاة النبي للألباني (ص: ٥٤)]

(۳) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (۸٤/۱۹)]

باب حقیقۃ البدعۃ — بدعت کی حقیقت کا بیان

بدعت کا لغوی مفہوم

لفظِ بدعت کا مادہ "ب ۔ د ۔ ع" ہے۔لغت میں اس کا معنی کسی ایسی چیز کی ایجاد ہے جس کی نظیر یا مثال پہلے موجود نہ ہو۔ اِبْتَدَعَ (بروزن افتعال) اور اَبْدَعَ (بروزن افعال) بھی اسی معنی میں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ایک مبارک نام بَدِیْع بھی اسی سے ہے جس کا معنی ہے "نئے سرے سے (یا پہلی مرتبہ) بنانے والا۔"

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [البقرۃ : ۱۱۷] "اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔"

قرآن کریم کی ایک دوسری آیت بھی لفظِ بدع کا یہی مفہوم ادا کرتی نظر آتی ہے، ملاحظہ فرمائیے ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ [الاحقاف : ۹] "(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا ﴾ [الحدید : ۲۷] "اور انہوں نے رہبانیت کو ایجاد کر لیا۔"

مذکورہ بالا تینوں آیات سے بھی یہی معلوم ہوا کہ لفظِ بدع کا لغوی معنی یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کام ایجاد کرنا جو پہلے کبھی نہ کیا گیا ہو۔

بدعت کا شرعی مفہوم

شرعاً بدعت سے مراد ہے' ہر اُس کام کو عبادت سمجھ کر بجا لانا جسے اللہ تعالیٰ نے شریعت قرار نہ دیا ہو۔ بالفاظِ دیگر ہر وہ کام شرعی طور پر بدعت قرار پائے گا جو کتاب و سنت اور عملِ صحابہ سے ثابت نہ ہو اور اسے اجر و ثواب کی نیت سے اختیار کیا جائے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ﴾ "(دین میں) ہر نیا ایجاد کردہ کام بدعت ہے۔"(۱) علاوہ ازیں بدعت کی یہ تعریف درج ذیل دلائل سے ماخوذ ہے:

① ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [الشوریٰ : ۲۱] "کیا ان کے شریک ان کے لیے ایسا دین مشروع کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔"

② "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔"(۲)

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۳۵۳) ابو داود (۴۶۰۷) نسائی (۱۵۷۸)]

(۲) [مسلم (۱۷۱۸) کتاب الاقضیۃ : باب نقض الاحکام الباطلۃ و رد محدثات الأمور]

③ ''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔''(۱)

④ ''میری اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو......اور (دین میں) نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو (کیونکہ) ہر نیا ایجاد کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''(۲)

(شاطبیؒ) بدعت دین میں ایجاد کردہ اس طریقے کا نام ہے جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ ہو۔(۳)

(شیخ سلیم ہلالی) انہوں نے اسی تعریف کو زیادہ عمدہ قرار دیا ہے۔(٤)

(شیخ ابن بازؒ) شریعت میں بدعت لوگوں کی ایجاد کردہ ہر اس عبادت کا نام ہے جس کی اصل نہ قرآن میں ہو، نہ سنت میں اور نہ ہی خلفائے راشدین کے عمل میں۔(٥)

(شیخ ابن عثیمینؒ، شیخ صالح الفوزان) انہوں نے بھی تقریباً یہی تعریف ذکر فرمائی ہے۔(٦)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بدعت اس کام کو کہا جائے گا جس میں درج ذیل تین اُمور موجود ہوں:

1- وہ کام نیا ایجاد کردہ ہو۔
2- اس کا تعلق دین اور عبادات سے ہو۔
3- اس کی اصل کتاب وسنت میں موجود نہ ہو، نہ تو عمومی طور پر اور نہ ہی خصوصی طور پر۔

بدعت کی اقسام

❀ حقیقی واضافی:

حقیقی بدعت وہ ہے جس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہ کرتی ہو۔ نہ قرآن، نہ حدیث اور نہ ہی اجماع۔ یعنی شریعت میں وہ کام پہلے موجود ہی نہیں تھا مگر بعد میں اجر وثواب کی نیت سے ایجاد کر لیا گیا جیسے میت کا ختم چہلم، قبریں پختہ بنانا اور قبروں پر گنبد بنانا وغیرہ۔

اضافی بدعت وہ ہے جس میں کسی دینی کام کی مماثلت ومشابہت پائی جائے۔ یعنی اس کی اصل تو عمومی طور پر دین میں ثابت ہو مگر اس کی وہ خاص کیفیت وصورت ثابت نہ ہو جسے بعد میں مختص کیا گیا ہے۔ جیسے نوافل کی کسی بھی وقت ادائیگی دین میں عمومی طور پر ثابت اور باعثِ اجر ہے مگر نوافل کے لیے ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو خاص کر لینا اور اس رات میں بطورِ خاص نوافل کی ادائیگی کو اجر وثواب کا ذریعہ سمجھنا بدعت ہے۔ اسی طرح نفلی روزے رکھنا عمومی طور پر دین میں ثابت ہے مگر ستائیس رجب یا پندرہ شعبان کو نفلی روزے کے لیے خاص کر لینا اور

---

(۱) [بخاری (۲٦۹۷) کتاب الصلح : باب اذا اصطلحوا علی صلح جور ، مسلم (۱۷۱۸)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (٤۲) ترمذی (۲٦۷٦) السلسلة الصحیحة (۲۷۳٥)]

(۳) [الاعتصام (۳۷/۱)] (٤) [البدعة وأثرها السیء فی الامة (ص : ۹)]

(٥) [مجموع فتاوی ابن باز (ص : ۸۳۷)]

(٦) [مجموع فتاوی ابن عثیمین (۲۹۱/۲) ظاهرة التبدیع والتفسیق والتکفیر وضوابطها (ص : ٤۱)]

اسے خصوصی اجر وثواب کا ذریعہ سمجھنا بدعت ہے۔

حکم کے اعتبار سے بدعت کی یہ دونوں قسمیں ناجائز وممنوع ہیں اس لیے ان دونوں سے بچنا چاہیے۔(١)

دینی ودنیوی:

دینی بدعت سے مراد ایسا کام ہے جو عبادات اور دینی اُمور میں نیا ایجاد کیا گیا ہو۔ یہی وہ بدعت ہے جس سے کتاب وسنت میں بار بار منع کیا گیا ہے اور اسے گمراہی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ (یہ قاعدہ ہے کہ) عبادات میں اصل حرمت ہے (یعنی صرف وہی عبادت بجالائی جاسکتی ہے جو دین میں ثابت ہو اس کے علاوہ کوئی بھی غیر ثابت کام عبادت کی حیثیت سے بجا نہیں لایا جاسکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو حرام کا ارتکاب کرتا ہے)۔

دنیوی بدعت سے مراد دنیوی اُمور میں نئی نئی ایجادات ہیں جیسے جدید اسلحہ جات، ہوائی جہاز، گاڑیاں، ٹرینیں اور کمپیوٹر وغیرہ۔ یہ ایجادات اور ان کا استعمال مباح وجائز ہے کیونکہ (یہ قاعدہ ہے کہ) معاملات وعادات میں اصل اباحت ہے (یعنی دنیوی اُمور میں انسان کچھ بھی کرسکتا ہے اس پر صرف ان کاموں سے بچنا لازم ہے جن سے دین میں منع کیا گیا ہے، ان کے علاوہ باقی تمام کام مباح ہیں)۔ علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی اس کی اباحت کا ثبوت ہے ﴿ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ ﴾ ''تم اپنے دنیاوی معاملات سے زیادہ واقف ہو۔''(٢)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی یہی رائے اختیار فرمائی ہے۔ (٣) علاوہ ازیں شیخ ابن بازؒ (٤)، شیخ ابن عثیمینؒ (٥)، شیخ ابن جبرینؒ (٦) اور سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی (٧) نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔

مُكَفِّرَه و مُفَسِّقَه:

بدعت مکفرہ سے مراد وہ بدعات ہیں جن کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، ان کا تعلق عموماً اصولِ دین اور عقائد سے ہوتا ہے جیسے تقدیر کا انکار، صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار اور صحابہ کی شان میں گستاخی جائز سمجھنا وغیرہ۔

بدعت مفسقہ سے مراد وہ بدعات ہیں جن کا مرتکب اگرچہ دائرہ اسلام سے تو خارج نہیں ہوتا البتہ فاسقوں (یعنی نافرمانوں اور گنہ گاروں) میں شامل ہو جاتا ہے، ان کا تعلق بالعموم فروعاتِ دین سے ہوتا ہے جیسے محافلِ میلاد منعقد کرنا، اذان سے پہلے صلاۃ وسلام کی پابندی ضروری سمجھنا اور وضوء میں گردن کا مسح سنت سمجھنا وغیرہ۔

---

(١) [مزید دیکھئے: البدعة وأثرها السيء في الامة (ص: ١١-١٦) حقيقة البدعة وأحكامها (٢/٦-٣٢)]

(٢) [مسلم (٢٣٦٣) كتاب الفضائل: باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذكره من معايش الدنيا]

(٣) [اقتضاء الصراط المستقيم (٥٨٢/٢)]

(٤) [مجموع فتاوى ابن باز (ص: ٨٣٧)]

(٥) [مجموع فتاوى ابن عثيمين (٢٩١/٢)]

(٦) [البدع والمحدثات وما لا اصل له (ص: ١٣٠)]

(٧) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى: ٢٥٧٧)]

❁ فعلی وترکی:

بدعت کی ایک تقسیم فعلی اور ترکی کے اعتبار سے بھی کی گئی ہے۔ فعلی فعل سے ہے، اس کا معنی ہے ''کرنا'' اور ترکی ترک سے ہے، اس کا معنی ہے ''چھوڑنا''۔ لہٰذا بدعتِ فعلی کا تعلق کسی کام کے کرنے اور بدعتِ ترکی کا تعلق کسی کام کے چھوڑنے سے ہے۔ اصطلاح میں بدعتِ فعلی سے مراد ہے جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا اسے کرنا جیسے کہ نبی ﷺ نے نماز عیدین کی اذان نہیں دلوائی، تو اذان دلوانا بدعتِ فعلی ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس جو کام نبی ﷺ نے کیا ہے اسے چھوڑ دیا جائے تو وہ بدعت ترکی کہلائے گی جیسے کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ۔ یہاں یہ واضح رہے کسی مسنون کام کو چھوڑنا اس وقت بدعت ترکی کہلائے گا جب نیت یہ ہو کہ اسے چھوڑنا عبادت اور اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔ اس عمل کو بدعت قرار دینے کے لیے جو دلائل پیش نظر رکھے گئے ہیں ان میں سے ایک وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ

''کچھ لوگ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آئے اور ان سے آپ کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ جب انہیں اس بارے میں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہم نبی ﷺ کے مقابلے میں کچھ نہیں، آپ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں (ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہیے) چنانچہ ایک نے کہا میں ہمیشہ رات کو قیام کروں گا، دوسرے نے کہا میں روزانہ روزہ رکھوں گا اور تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ جب نبی ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے؟ خبردار! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، قیام کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے شادیاں بھی کی ہیں، پس جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''(۱)

کیا کوئی بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے؟

دینی بدعات کی یوں تقسیم کرنا کہ ایک بدعتِ حسنہ (یعنی اچھی) ہوتی ہے اور دوسری بدعتِ سیئہ (یعنی بری) ہوتی ہے اور حسنہ پر عمل جائز جبکہ سیئہ پر عمل ناجائز ہے۔ یہ ایسی تقسیم ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ اس کے برعکس ایسے بہت سے دلائل موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین میں ہر بدعت گمراہی ہے اور کوئی بھی بدعت حسنہ نہیں ہوتی۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

❁ چند تردیدی دلائل:

① فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾ ''ہر بدعت گمراہی ہے۔''(۲)

---

(۱) [بخاری (۵۰۶۳) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح، مسلم (۱۴۰۱) کتاب النکاح]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۳۵۳) ابو داود (۴۶۰۷) ابن ماجه (۴۲) نسائی (۱۵۷۸)]

② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ﴿ اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ﴾ ''(سنت کی) اتباع کرو اور نئی چیزیں ایجاد نہ کرو، یقیناً تمہیں (ایسا دین دیا گیا ہے جس میں) کفایت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (یعنی کوئی بھی بدعت حسنہ نہیں)۔''(۱)

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ﴿ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً ﴾ ''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔''(۲)

اقوالِ ائمہ وعرب علما:

(شاطبیؒ) ''ہر بدعت گمراہی ہے'' یہ حدیث اہل علم کے ہاں اپنے عموم پر ہی محمول ہے، اس میں کچھ بھی مستثنیٰ نہیں، لہٰذا بدعت میں کوئی چیز بھی اچھی نہیں۔(۳)

(ابن حجرؒ) ''ہر بدعت گمراہی ہے'' یہ جملہ اپنے مفہوم اور منطوق کے لحاظ سے کلی طور پر شرعی قاعدہ ہے، لہٰذا ہر بدعت گمراہی ہے، اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ساری شریعت ہدایت ہے۔(۴)

(شیخ ابن عثیمین) دین میں کبھی بھی کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوتی۔(۵)

(شیخ صالح الفوزان) جس نے بدعت کی یہ تقسیم کی ہے ''بدعت حسنہ، بدعت سیءہ'' اس کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ تمام بدعات سیءہ ہی ہوتی ہیں۔(۶)

(شیخ ابن جبرین) حسنہ اور سیءہ کی طرف بدعت کی تقسیم درست نہیں کیونکہ تمام بدعات دین میں نئی ایجاد اور گمراہی ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے۔''(۷)

یہ تقسیم بذات خود ایک بدعت

حقیقت یہ ہے کہ بدعت کی حسنہ اور سیءہ میں تقسیم بذات خود ہی ایک بہت بڑی بدعت ہے جس کی چند وجوہ حسب ذیل ہیں:

① بدعت کی مذمت کے دلائل مطلق وعام ہیں اور بلا دلیل ان کی تخصیص وتقیید ایک نئی چیز ہے لہٰذا یہ تقسیم

---

(۱) [طبرانی کبیر (۹۰٤۵۱) بیہقی فی المدخل (ص: ۲۰٤) امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ مجمع الزوائد (۱۸۱/۱)]

(۲) [صحیح: تلخیص احکام الجنائز للألبانی (ص: ۸٤) بیہقی فی المدخل الی السنن (۱۹۱) ابن نصر فی السنۃ (ص: ۲٤) اللالکائی فی شرح اصول أهل السنة والجماعة (۱۲۶) شیخ سلیم ہلالی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سورج کی مانند صحیح ہے۔ [البدعة وأثرها السيء في الأمة (ص: ٤۲)]

(۳) [فتاوى الشاطبي (ص: ۱۸۰-۱۸۱)] (٤) [فتح الباري (۲٥٤/۱۳)]

(٥) [مجموع فتاوى ابن عثيمين (۲۹۱:۲)] (٦) [ظاهرة التبديع والتفسيق (ص: ٤۲)]

(۷) [البدع والمحدثات وما لا أصل له (ص: ۱۳۰)]

بدعت ہے کیونکہ اس کے ذریعے عمومی دلائل کی تخصیص کی گئی ہے۔

② صحابہ، تابعین اور بعد کے ائمہ کا اتفاق ہے کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے اس میں کوئی بھی حسنہ نہیں ہوتی۔(۱)

③ بدعت حسنہ کی بات سے دین میں نئی اشیاء کی ایجادات کا دروازہ کھل جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں کسی بھی بدعت کی تردید ممکن نہیں کیونکہ ہر شخص اپنی بدعت کے اچھا ہونے کا مدعی ہوگا۔

④ بدعت حسنہ اور سیئہ میں فرق کرنے کا ضابطہ کیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ شریعت کی موافقت ضابطہ ہے (یعنی جو بدعت شریعت کے مطابق ہے وہ حسنہ ہے اور جو مخالف ہے وہ سیئہ ہے) تو پھر ہم کہیں گے کہ جو شریعت کے موافق ہوگی وہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہوگی۔ اور اگر ضابطہ عقل ہے تو پھر لوگوں کی عقول میں تفاوت ہے یعنی ایک شخص کسی چیز کو عقل کے مطابق سمجھتا ہے تو دوسرا اسی کو عقل کے خلاف تصور کرتا ہے۔ لہٰذا عقل کو ضابطہ بنانے کی صورت میں کوئی فیصلہ ہی ممکن نہیں، مزید برآں اس صورت میں ہر کوئی اپنی بدعت کو عقلاً حسن ہی سمجھے گا۔

⑤ بدعتِ حسنہ والی بات دین میں تحریف پر منتج ہوتی ہے کیونکہ اس کی اجازت کے بعد جو بھی قوم آئے گی وہ بدعتِ حسنہ کے نام سے کسی بدعت کا اضافہ کر دے گی اور اس طرح بدعات کی کثرت ہو جائے گی حتی کہ ایک وقت آئے گا کہ وہ شرعی عبادات سے بھی بڑھ جائیں گی، یوں دین تحریف وتغییر کا شکار ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کا راستہ روکنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

✿ بدعتِ حسنہ کے قائل حضرات کے چند دلائل اور ان کا جائزہ۔

❶ ﴿مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا ...﴾ ''جس نے اسلام میں کوئی اچھی سنت جاری کی اس کے لیے اس کا اجر ہے ... اور جس نے بری سنت جاری کی اس پر اس کا بوجھ ہے۔''(۲)

اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ دین میں اچھی چیز ایجاد کرنا باعثِ اجر اور بری چیز ایجاد کرنا باعثِ گناہ ہے، بالفاظِ دیگر بدعتِ حسنہ کی ایجاد جائز ہے البتہ بدعتِ سیئہ کی ایجاد ناجائز ہے۔ یہ بات چند وجوہ کی بنا پر درست نہیں:

1- حدیث میں سنتِ حسنہ اور سنتِ سیئہ کا ذکر ہے نہ کہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کا۔

2- حدیث میں ہے: ''جس نے اسلام میں کوئی سنت جاری کی'' جبکہ بدعات کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

3- کسی بھی امام اور محدث نے سنتِ حسنہ وسنتِ سیئہ کی تشریح بدعتِ حسنہ وبدعتِ سیئہ کے ساتھ نہیں کی۔

4- ''جس نے سنت جاری کی'' کا مطلب ہے جس نے کسی سنت کو زندہ کیا، یعنی سنت ثابت تو تھی مگر اس پر عمل متروک تھا، تو جس نے اس پر عمل جاری کر دیا اس کے لیے اجر ہے نہ کہ کسی بدعت کو جاری کرنے والے کے لیے۔

---

(۱) [الاعتصام للشاطبی (۱/۱۸۷)]

(۲) [مسلم (۱۰۱۷) کتاب الزکاۃ: باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة]

5- اس حدیث کا سیاق بھی اس بات کا شاہد ہے جیسا کہ مکمل حدیث پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو ایک صحابی نے صدقہ کیا، اسے دیکھ کر سب صحابہ نے صدقہ کرنا شروع کر دیا، تب آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ''جس نے کوئی اچھی سنت جاری کی...'' اب صدقہ وخیرات کی ابتدا کرنے والے صحابی کے عمل کو بدعتِ حسنہ سے تعبیر کیا جائے گا؟ یقیناً نہیں کیونکہ صدقہ کرنا تو سنت سے ثابت ہے، کوئی نیا کام نہیں۔

❷ ﴿نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ﴾ ''یہ اچھی بدعت ہے۔''(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ بعض بدعات اچھی بھی ہوتی ہیں۔ لیکن فی الواقع یہ استدلال مردود ہے کیونکہ یہاں لغوی (یعنی لفظی) بدعت مراد ہے شرعی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب لوگوں کو باجماعت نمازِ تراویح پڑھتے دیکھا اور باجماعت نمازِ تراویح نبی ﷺ سے ثابت ہے، آپ نے چند دن نمازِ تراویح کی جماعت کرائی تھی مگر پھر اس خدشہ سے چھوڑ دی کہ کہیں اسے فرض نہ کر دیا جائے۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد جب یہ خدشہ زائل ہو گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس سنت کو دوبارہ زندہ کر دیا، گویا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا کام جاری کیا جو نبی ﷺ کے زمانے میں تو موجود تھا مگر اس میں انقطاع آ چکا تھا۔ لہٰذا ان کے اس فعل کو لغوی بدعت کہا جائے گا شرعی نہیں کیونکہ شرعی بدعت حرام ہے اور یہ ممکن نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ یا کوئی دوسرا صحابی اس کا ارتکاب کرے، یقیناً انہیں بدعت کی قباحت و مذمت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے فرامین کا علم تھا۔ (ابن تیمیہؒ، ابن کثیرؒ، ابن رجبؒ) اسی کے قائل ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں۔(۲)

❸ ایک مصحف کی صورت میں قرآن کی جمع و تدوین۔

اس عمل سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن کو ایک مصحف کی صورت میں تیار کرنا دین میں بدعت ہے، جس پر تمام صحابہ متفق تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دین میں اچھی بدعات کی ایجاد کا جواز موجود ہے۔ یہ استدلال چند وجوہ کی بنا پر مردود ہے، ملاحظہ فرمائیے:

1- قرآن کی جمع و تدوین صحابہ نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ اس کی اصل شریعت میں موجود تھی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ خود قرآن کی کتابت کرایا کرتے تھے، البتہ وہ متفرق اشیاء پر تھی جسے حفاظت کی غرض سے صحابہ نے ایک جگہ جمع کر دیا، تو یہ بدعت کیسے ہوئی یہ تو دینی ضرورت تھی جسے مصالح مرسلہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

2- یہ جمع و تدوین محض حفاظتِ قرآن کا ایک وسیلہ تھی اور یہ وسائل بذاتِ خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ کسی ایسے کام

---

(۱) [معرفة السنن والآثار (۱۸۵/۵) شعب الايمان (۱۷۷/۳) مؤطا (۱۵۸/۲)]

(۲) [اقتضاء الصراط المستقيم (ص: ۲۷۶) تفسير ابن كثير (۱۶۶/۱) ايقاظ الهمم (ص: ۴۰۲)]

کی تکمیل میں معاون ہوتے ہیں جو کتاب وسنت کی نص سے ثابت ہوتا ہے۔

3- اس عمل پر صحابہ کا اتفاق ہی اس کے شرعی عمل ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ تمام صحابہ گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے۔

❹ ﴿ مَا رَأَى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُوْنَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ ﴾ ''جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔''

یہ روایت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہی نہیں۔ امام ابن قیمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں۔(۱) اور شیخ البانیؒ نے بھی اسے بے اصل قرار دیا ہے۔(۲) لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔

بدعت اور مصلحت میں فرق

بدعت کی وضاحت تو پیچھے گزر چکی ہے البتہ مصلحت کی وضاحت یہاں قدرے تفصیل سے پیش کی جا رہی ہے کیونکہ بدعتِ حسنہ کے اکثر قائلین نے اسی سے دھوکہ کھایا ہے اور بدعت و مصلحت کے درمیان عدمِ تمیز کی وجہ سے بہت سی بدعات کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔

مصلحت کی جمع مصالح ہے۔ اس میں دو پہلو موجود ہوتے ہیں: ① حصولِ منفعت ② ازالۂ نقصان

اصطلاحِ شرع میں مصلحت سے مراد اس نفع کا حصول ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی پانچ اشیاء کی حفاظت کے لیے رعایت رکھی ہے: دین، جان، عقل، نسل اور مال۔(۳)

✿ مصالح کی تین اقسام:

❶ **مصالح معتبرہ**: ایسی مصالح جن کا شارع نے اعتبار کیا ہے یعنی ایسے احکام دیئے ہیں جن کے ذریعے ان مصالح تک رسائی ہو سکتی ہے جیسے جان کی حفاظت کے لیے قصاص کا حکم دیا، دین کی حفاظت کے لیے جہاد کا حکم دیا، عقل کی حفاظت کے لیے شراب نوشی پر حد مقرر کی اور مال کی حفاظت کے لیے چوری پر حد مقرر کی وغیرہ۔

❷ **مصالح ملغاۃ**: ایسی مصالح جنہیں شارع نے لغو قرار دیا ہے جیسے وراثت کی تقسیم میں مرد و عورت کی برابری کی مصلحت کو لغو قرار دیا، اسی طرح سود کی حرمت کے ذریعے مال میں اضافے کی مصلحت کا خاتمہ کیا وغیرہ۔

❸ **مصالح مرسلہ**: ایسی مصالح جنہیں شارع نے نہ تو معتبر قرار دیا ہے اور نہ ہی لغو، بالفاظِ دیگر ان کے بارے میں شریعت خاموش ہے، البتہ ان میں کوئی ایسا وصف ضرور موجود ہوتا ہے جو کسی معین حکم کے استنباط کے لیے مناسب ہوتا ہے اور نتیجۃً حصولِ منفعت اور ازالۂ نقصان کا سبب بنتا ہے۔ ایسی مصالح کو مصالح مرسلہ کہا جاتا

(۱) [الفروسیة (ص: ۶۱)] (۲) [السلسلة الضعیفة (۵۳۳)]

(۳) [ضوابط المصلحة فی الشریعة الاسلامیة (ص: ۲۳)]

...ت مرسلہ کی ایک اور سادہ تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ جس کام کے بغیر فرض یا واجب کی تکمیل نہ ہو وہ بھی فرض یا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً نماز کے لیے وضو فرض ہے اور وضوء کے لیے پاک پانی کا حصول۔ اب پاک پانی کا حصول بذات خود تو فرض نہیں مگر چونکہ وضوء کی فرضیت اسی پر موقوف ہے لہٰذا پاک پانی کا حصول بھی فرض ہوا۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مصالح مرسلہ دینی ضروریات کی تکمیل کے لیے وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مصالح مرسلہ کی مزید چند امثلہ حسب ذیل ہیں

مصالح مرسلہ کی چند امثلہ:

1- عہد صدیقی وعثمانی میں کتابی صورت میں جمع وتدوین قرآن۔ یہ کام نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا مگر صحابہ نے اس لیے کیا کیونکہ امت کی مصلحت کا تقاضا تھا کہ حفاظ کی وفات اور نسیان وغیرہ کی وجہ سے قرآن کے تلف ہونے کے خدشہ کے پیش نظر اسے کتابی صورت میں یکجا کر دیا جائے، چنانچہ تمام صحابہ نے متفق ہو کر یہ کام کر دیا۔

2- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تقسیم وظائف اور مسلمانوں کو یہاں پہنچنے کے لیے رہ سر بنانے کا حکم دینا۔

3- قبلہ ... کی نشانی کے طور پر مساجد میں محراب بنانا۔

4- ... کے طور پر مینار بنانا۔

5- ... یا سامعین خطبا کی آواز پہنچانے کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال۔

6- ... علوم ... علم حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کی تدوین۔

7- ... کی اشاعت کے لیے پریس کا استعمال۔

8- مساجد میں پانی کے حصول کے لیے موٹر پمپ وغیرہ نصب کرنا۔

9- دوران خطبہ جمعہ تمام حاضرین تک آواز پہنچانے کے لیے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ۔

10- دینی ضروریات کے لیے کمپیوٹر وغیرہ جیسے جدید سائنسی آلات کا استعمال۔

بلاشبہ شریعت میں درج بالا تمام امور کا نہ حکم ثابت ہے اور نہ ہی ممانعت البتہ دینی کاموں میں ان کی افادیت کا انکار ممکن نہیں اس لیے انہیں بدعت نہیں کہا جا سکتا (جو اہل بدعت حضرات انہی امور کو حجت بنا کر مسلمانوں میں بدعات کی ترویج واشاعت کرتے پھرتے ہیں)۔

مصالح مرسلہ اور بدعت میں مماثلت:

معلوم ہوا کہ بدعت اور مصالح مرسلہ ایک چیز نہیں اگرچہ بعض امور میں یہ متفق بھی ہیں جیسے کہ

1- بدعت اور مصلحت دونوں ہمیشہ نئے ایجاد کردہ کام ہوتے ہیں۔

2- ان دونوں کے معتبر ہونے پر شریعت میں کوئی خاص دلیل نہیں ہوتی (البتہ مصلحت مرسلہ شریعت کے عمومی

دلائل کے تحت ہوتی ہے جبکہ بدعت نہ تو شریعت کے عمومی دلائل کے تحت ہوتی ہے اور نہ ہی خصوصی کے)۔

3- شریعت ان دونوں کے خصوصی حکم کے بارے میں خاموش ہوتی ہے۔

یہی چند وہ اُمور ہیں جنہیں بعض حضرات نے بدعت حسنہ کے استقاء کے لیے بنیاد بنایا ہے اور اکثر مصالح مرسلہ کو بدعتِ حسنہ شمار کرتے ہوئے دین میں بدعات کی ایجاد واختراع کو فروغ دینے کی مذموم کوشش کی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مصالح مرسلہ اور بدعت میں اس کچھ مماثلت کے علاوہ بہت زیادہ فرق بھی ہے، چند فروق ملاحظہ فرمایئے:

مصالح مرسلہ اور بدعت میں فرق:

1- مصالح مرسلہ کا تعلق بالعموم عادات ومعاملات سے ہوتا ہے جبکہ بدعت کا تعلق عبادات سے ہوتا ہے۔

2- مصالح مرسلہ دین کے عمومی مزاج اور عمومی دلائل کے تحت ہوتی ہیں جبکہ بدعت نہ دین کے عمومی دلائل کے تحت ہوتی ہے اور نہ ہی خصوصی کے۔

3- مصالح مرسلہ کی حیثیت مقاصد کی تکمیل کے لیے وسائل وذرائع کی ہوتی ہے جبکہ بدعت کا تعلق خود مقاصد سے ہوتا ہے۔

4- دینی اُمور مصالح مرسلہ کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ دین کی کوئی چیز بدعت کا تقاضا نہیں کرتی۔

5- مصالح مرسلہ سے حصولِ منفعت اور ازالۂ نقصان کا مقصد حاصل ہوتا ہے جبکہ بدعت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

6- مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے پر عقل ونقل، آثار اور علما کے فتاوی موجود ہیں جبکہ بدعت کی مذمت پر تمام شرعی دلائل بلا استثناء متفق ہیں۔

درج بالا فروق سے معلوم ہوا کہ مصالح مرسلہ اور بدعت دونوں الگ الگ اشیاء ہیں، ایک دینی ضرورت اور دوسری گمراہی کی بنیاد ہے، لہٰذا مصالح مرسلہ سے بدعت کے جواز پر استدلال کرنا باطل ہے، مزید برآں یہ اس لیے بھی درست نہیں کہ مصالح مرسلہ کے مطابق صحابہ کا عمل ثابت ہے جبکہ بدعت کی مذمت پر تمام صحابہ کا اجماع ہے۔ (۱)

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: الاعتصام للشاطبی (۳۸/۱، ۱۸۵، ۱۹۲) اقتضاء الصراط المستقیم (۵۹۰/۲) رسالۃ المصالح المرسلۃ للشنقیطی (ص: ۲۱) الابداع فی مضار الابتداع (ص: ۸۳-۹۲) تحذیر المسلمین عن الابتداع فی الدین (ص: ۷۸-۸۳)]

باب اجتناب البدعة — بدعت سے بچنے کا بیان

بدعات سے بچنا واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر : ٧] ”اور تمہیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے جس کام سے منع کیا ہے اس سے رکنا واجب ہے، تو چونکہ آپ نے بدعات سے بچنے کا حکم دیا ہے اس لیے ان سے بچنا بھی واجب ہے۔

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النور : ٦٣] ”جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

اس آیت میں آفت سے مراد دلوں کی وہ کجی ہے جو انسان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہے۔ یہ نبی ﷺ کے احکام سے سرتابی اور ان کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور ایمان سے محرومی اور کفر پر خاتمہ، جہنم کے دائمی عذاب کا باعث ہے، جیسا کہ آیت کے اگلے جملے میں فرمایا۔ پس نبی ﷺ کے منہاج، طریقے اور سنت کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیے (١) اور آپ کی سنت کی مخالفت اور بدعات وخرافات سے ہر ممکن طریقے سے بچنا چاہیے۔

(3) نبی کریم ﷺ ہر خطبے میں یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ﴿ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ﴾ ”ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔“(٢)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ﴾ ”نئے نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو کیونکہ (دین میں ایجاد کردہ) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“(٣)

(4) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إِيَّاكُمْ وَ الْبِدَعِ ﴾

---

(١) [تفسیر احسن البیان (ص : ٩٩٢)]

(٢) [صحيح : صحيح نسائي ، نسائي (١٥٧٨) كتاب صلاة العيدين : باب كيف الخطبة]

(٣) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٢٥٤٩) ابو داود (٤٦٠٧) كتاب السنة : باب في لزوم السنة ، ابن ماجه (٤٦) ترمذي (٢٦٧٦) مسند احمد (١٢٦/٤)]

”بدعات سے بچو۔“(۱)

(معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) نئی ایجاد کردہ بدعات سے بچو کیونکہ جو بدعت ایجاد کی جائے وہ گمراہی ہے۔(۲)

(عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ) انہوں نے ایک آدمی کی طرف خط لکھا کہ میں تمہیں سنت کی اتباع کرنے اور بدعات سے بچنے کی وصیت کرتا ہوں۔(۳)

(حسن بصری رحمہ اللہ) دین میں لوگوں کی نئی ایجاد کردہ بدعات سے بچو کیونکہ یہ بدترین کام ہیں۔(٤)

(احمد رحمہ اللہ) بدعات کو ترک کرنا ہمارے ہاں سنت کا اصول ہے۔(٥)

(فضیل بن عیاض رحمہ اللہ) گمراہی کے راستوں سے بچو اور (بدعات کے ذریعے) ہلاک ہونے والوں کی کثرت کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔(٦)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) بدعات سے دور رہنا اور ان سے بچنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔(۷)

اپنے اہل وعیال کو بدعات سے بچانا واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾[التحریم : ٦]”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آتش جہنم سے بچاؤ“

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہر انسان اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی جہنم سے بچائے اور بدعات بھی چونکہ جہنم میں داخلے کا ذریعہ ہیں اس لیے ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ دیگر گناہوں کے ساتھ ساتھ اپنے اہل وعیال کو بدعات سے بھی بچانے کی پوری کوشش کرے۔

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالِاَمَامُ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَ الرَّجُلُ فِيْ أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ﴾ ”تم میں سے ہر شخص ایک طرح کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، پس بادشاہ حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں

(۱) [حسن : ظلال الجنة للألباني (٣٤) كنز العمال (٢٢١/١) موسوعة اطراف الحديث (٨٢٠٢٨)]

(۲) [دارمي (٦٧) مقدمة : باب تغير الزمان وما يحدث فيه]

(۳) [صحيح مقطوع : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤٦١٢) كتاب السنة : باب لزوم السنة]

(٤) [الزهد للامام احمد (ص : ٣٣٤)]

(٥) [شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالكائي (١٧٦/١)]

(٦) [موسوعة البحوث والمقالات : الابتداع في الدين (ص : ٢)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة (١٧٣/٢)]

سوال ہوگا۔''(۱)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ہر انسان اپنے اہل وعیال کا نگران اور ذمہ دار ہے، اگر اس نے خود تو بدعات سے بچنے کی کوشش کی لیکن گھر والوں کو ان سے نہ بچایا تو روزِ قیامت اس سے باز پرس کی جائے گی۔

دعوت وتبلیغ کے ذریعے عوام کو بدعات سے بچانا واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [آل عمران : ١٠٤] ''تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [آل عمران : ١١٠] ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ امت میں داعی حضرات کی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے اور بلاشبہ توحید وسنت کی دعوت دینا ہی امر بالمعروف ہے اور شرک وبدعت سے بچانا ہی نہی عن المنکر ہے۔ یہی وہ عملِ خیر ہے جس کی وجہ سے امتِ محمدیہ کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔

اسی شرعی ضرورت کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے بھی امت کو بدعات سے ڈرایا اور ان سے بچنے کی تلقین فرمائی جو آج ہمارے لیے بھی اسوہ ہے۔ چنانچہ امام ابوشامہ مقدسیؒ ذکر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے اہل علم اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کو بدعات سے بچاتے رہے اور اتباعِ سنت کی ترغیب دلاتے رہے اور قرآن کریم کی درج ذیل آیات اس بات کا ثبوت ہیں کہ آج ہمیں بھی ان کے راستے پر چلتے ہوئے یہ فریضہ ترک نہیں کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ﴾ [آل عمران : ٣١] ''کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔'' اور فرمایا کہ ﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ﴾ [الانعام : ١٥٣] ''اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اسی کی اتباع کرو۔''(۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ قصہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے ایک روز کچھ لوگوں کو مسجد میں دیکھا جو نماز کے انتظار میں بیٹھے تھے مگر حلقوں کی صورت میں اجتماعی طور پر سبحان اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ انہوں نے اس پر شدید ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم لوگ صحابہ سے

(۱) [بخاری (٢٤٠٩) كتاب فی الاستقراض وأداء الديون : باب العبد راع فی مال سيده]
(۲) [الباعث على انكار البدع والحوادث (ص : ١١)]

بہتر ہو؟(نہیں! جب انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تو پھر تم کیوں کر رہے ہو؟) اگر ایسا ہے تو پھر اس کی دلیل لاؤ ورنہ یاد رکھو کہ تم صرف گمراہی میں ہی مبتلا ہو۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس معمولی بدعت سے بھی پرزور طریقے سے روکنے کی کوشش کی۔(۱)

سلف صالحین کے اسی راستے پر چلتے ہوئے آج ہمیں بھی ہر ممکن طریقے سے بدعات کا دروازہ بند کرنے اور لوگوں کو ان سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (واللہ المستعان)

بدعات سے بچاؤ کے لیے ان کی معرفت بھی واجب ہے

(1) اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی بھی شرعی حکم پر عمل یا شرعی ممانعت سے بچاؤ اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک اس کا علم نہ ہو اور چونکہ شرعی حکم پر عمل اور شرعی ممانعت سے بچاؤ واجب ہے لہٰذا ان کی معرفت بھی واجب ہے جیسا کہ ایک اصولی قاعدہ بھی اس کی تائید ہے کہ ((ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب))''جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو وہ بھی واجب ہے۔''(۲)

علاوہ ازیں امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک عنوان یوں قائم کیا ہے کہ ((بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ)) ''قول وعمل سے پہلے علم کا بیان۔'' اور اس کے لیے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .. ﴾ [محمد : ۱۹] ''علم حاصل کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔''(۳)

امام بخاریؒ کے اس قول ''قول وعمل سے پہلے علم کا بیان'' کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ نے ابن منیرؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ قول وعمل کی صحت کے لیے علم شرط ہے، یہ دونوں چیزیں علم کے بغیر معتبر نہیں، لہٰذا علم کو ان دونوں پر مقدم کیا جائے گا۔(۴)

(2) دوسری بات یہ ہے کہ دین وشریعت میں محض سنت کی معرفت کافی نہیں بلکہ اس کی ضد بدعت کی معرفت بھی ضروری ہے جیسا کہ ایمان میں محض توحید کی معرفت کافی نہیں بلکہ شرک کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ﴿ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ [البقرة : ۲۵۶] ''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔''

---

(۱) [صحیح۔ السلسلة الصحيحة (۲۰۰۵) دارمی (۱/۶۸-۶۹)]

(۲) [الاعتصام للشاطبی (۱/۱۴۷)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث ۶۸) كتاب العلم]

(۴) [فتح الباری (۱/۱۶۰)]

انبیاء کے مقصدِ بعثت میں بھی یہی چیز دکھائی دیتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ [النحل : ٣٦] ''اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (تاکہ وہ یہ دعوت دے) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

اہل ایمان کی زندگی بھی اسی چیز کا مظہر ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ﴾ [الزمر : ١٧] ''اور جو لوگ طاغوت کی عبادت سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے خوشخبری ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں بھی یہ چیز نمایاں ہے ﴿ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ ﴾ ''جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ کے علاوہ جس چیز کی بھی پوجا کی جاتی ہے اس کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون (دوسرے مسلمانوں پر) حرام ہو گیا اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔''(۱)

درج بالا شواہد سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول نے محض توحید کی بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ کفر و شرک کا بھی ذکر کیا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ کفر و شرک کی معرفت بھی لازم ہے اور اگر ان کی معرفت حاصل نہ کی جائے تو لاشعوری طور پر ان میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴾ [یوسف : ١٠٤] ''اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان کے دعویدار مشرک ہیں (کیونکہ انہوں نے شرک کی حقیقت کو نہیں سمجھا اس لیے اس سے بچ نہ سکے)۔''

بعینہٖ سنت و بدعت کا بھی معاملہ ہے،توحید و شرک اور سنت و بدعت میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں ۔رسول اللہ ﷺ کی اپنے صحابہ کو یہ وصیت بھی اس کی آئینہ دار ہے ﴿ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ﴾ ''میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھو اور نئے نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو کیونکہ (دین میں ایجاد کردہ) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''(۲)

اس وصیت میں آپ ﷺ نے جہاں سنت کے التزام کا حکم دیا ہے وہاں بدعات سے بچنے کی بھی تلقین فرمائی ہے۔نیز یہ بات بھی معروف ہے کہ ((اَلْأَشْيَاءُ تُعْرَفُ بِأَضْدَادِهَا)) ''اشیاء کی پہچان ان کی اضداد (یعنی

---

(۱) [مسلم (۲۳) كتاب الايمان : باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله ، احمد (۱۵۸۷۵)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲۵۴۹) ابو داود (۴۶۰۷) كتاب السنة : باب فى لزوم السنة]

ان کی الٹ اشیا) سے ہی ہوتی ہے۔'' چنانچہ امام ابن قتیبہؒ نے فرمایا ہے کہ ''حکمت وقدرت کی تکمیل اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کسی چیز کی پیدائش کے ساتھ اس کی ضد نہ پیدا کر دی جائے تا کہ ان میں سے ہر ایک کی صحیح معرفت ہو سکے، یہی باعث ہے کہ روشنی اندھیرے کے ذریعے، علم جہالت کے ذریعے، خیر شر کے ذریعے، نفع نقصان کے ذریعے اور میٹھا کڑوے کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔''(۱)

(3) تیسرے یہ کہ چونکہ دین میں بطورِ خاص بدعت سے بچنے کا حکم ہے (جیسا کہ درج بالا نبی کریم ﷺ کے فرمان سے واضح ہے) اس لیے خاص طور پر بدعات کی معرفت بھی واجب ہے کیونکہ جب تک بدعات کا علم نہیں ہو گا ان سے بچنا ممکن ہی نہیں۔ اس امر کی بنیاد (کہ خیر کے ساتھ شر کی بھی معرفت حاصل کرنی چاہیے) سنت میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ وَ كُنْتُ اَسْاَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِيْ ﴾ ''لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں شر کے متعلق پوچھتا تھا، اس خدشہ سے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔''(۲)

نیز کسی شاعر کا درج ذیل شعر بھی اسی بارے میں ہے:

عَرَفْتُ الشَّرَّ لَا لِلشَّرِّ لٰكِنْ لِتَوَقِّيْهِ　　وَ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْخَيْرَ مِنَ الشَّرِّ يَقَعُ فِيْهِ

''یعنی میں نے شر کی معرفت حاصل کی، شر (میں مبتلا ہونے) کے لیے نہیں بلکہ اس سے بچنے کے لیے۔ اور جو شر سے خیر کی معرفت حاصل نہیں کرتا وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''(۳)

بدعات سے بچاؤ کے ذرائع

❶ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنا اور ہر ممکن طریقے سے ان کی تبلیغ اور نشر واشاعت کرنا۔ اس عمل کے اختیار کرنے سے انسان بدعات میں مبتلا ہونے سے بچ سکتا ہے کیونکہ بدعت سنت کی ضد ہے اور جب سنت پر مضبوطی ہو گی تو بدعت سے از خود دامن چھوٹ جائے گا۔ اسی لیے قرآن کریم میں حکم موجود ہے کہ ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ''اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ میں مت پڑو۔'' امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ یہاں رسّی سے مراد قرآن کریم ہے۔(۴)

اور فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا

---

(۱) [تاویل مختلف الحدیث (ص : ۱٤)]

(۲) [بخاری (۳٦۰٦) کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الاسلام]

(۳) [حقیقة النفاق وانواعه (ص : ٤۰)]

(٤) [تفسیر ابن کثیر (۱/۳۸۸، ۳۸۹)]

بِهَا﴾ ''میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔''(١)

ایک اور فرمان ہے کہ ﴿ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً ﴾ ''میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیت ہی ہو۔''(٢)

❷ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سنت کی تنفیذ کی کوشش کرنا۔ کیونکہ جب سنت کا نفاذ ہو گا تو بدعت معاشرے میں (سنت کی مخالفت کی وجہ سے) ایک برا کام بن کر سامنے آئے گی اور لوگ اس سے نفرت کریں گے۔ صحابہ کرام کی یہی خصوصیت تھی کہ وہ اپنے تمام افعال و تصرفات میں سنت کو ہی پیش نظر رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان میں بدعات نے جنم نہیں لیا۔

❸ لوگوں کو اتباعِ سنت اور بدعات سے بچنے کی دعوت دینا۔ یقیناً جو شخص دوسروں کو سنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات سے بچنے کی دعوت دے گا وہ خود بدعات سے ضرور بچے گا کیونکہ اگر وہ خود نہیں بچے گا تو کوئی بھی اس کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوگا اور یوں وہ بدعات میں مبتلا ہونے سے بچ جائے گا۔ اسی لیے اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دے۔''(٣) اور فرمانِ نبوی ہے کہ ''تم میں سے جو بھی برائی کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے ہی برا جانے۔''(٤) اسی طرح ایک اور فرمان یوں ہے کہ ''تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر عذاب مسلط کر دے گا اور تم اس سے دعا مانگو گے مگر وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔''(٥)

---

(١) [صحيح صحيح الجامع الصغير (٢٥٤٩) ابو داود (٤٦٠٧) كتاب السنة : باب في لزوم السنة]

(٢) [صحيح صحيح الجامع الصغير (٢٨٣٧) ترمذی (٢٦٦٩) احمد (١٥٩٠٢)]

(٣) [آل عمران: ١٠٤]

(٤) [مسلم (٤٩) [illegible] (١١٤٠، [illegible])]

(٥) [حسن: صحيح الجامع الصغير (٧٠٧٠) ترمذی (٢١٦٩) مسند احمد ([illegible] ٣٨٩)]

باب ذم البدعة — بدعت کی مذمت کا بیان

آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں

(1) ﴿ هُوَ الَّذِيَ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاء الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاء تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّـهُ ﴾ [آل عمران : ۷] ''وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی تاویل کی کوشش کے لیے، حالانکہ ان کی حقیقی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

امام شاطبیؒ نے بہت سے آثار نقل فرمائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت قرآن میں جھگڑنے والے خوارج کے بارے میں نازل ہوئی ہے(۱) اور خوارج اہل بدعت ہیں جیسا کہ یہ معلوم ہے۔

(2) ﴿ وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [الانعام : ۱۵۳] ''اور بلاشبہ یہ دین میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے سو تم اس کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''

اس آیت میں سیدھے راستے سے مراد وہ راستہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ اللہ کا راستہ ہے اور دوسرے راستے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور وہ اہل بدعت کے راستے ہیں۔ پس یہ آیت اہل بدعت کے تمام راستوں کی ممانعت پر مشتمل ہے۔(۲) مجاہدؒ نے بھی دوسرے راستوں کی تفسیر بدعات سے ہی کی ہے۔(۳)

(3) ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾ [آل عمران : ۱۰۶] ''جس روز کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہوں گے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اہل السنہ والجماعہ کے چہرے سفید جبکہ اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔(۴)

(4) ﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾ [الانعام : ۱۵۹] ''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے،

---

(۱) [الاعتصام للشاطبی (۱/۷۰-۷۶)]
(۲) [الاعتصام للشاطبی (۱/۷۶-۷۸)]
(۳) [الحلیۃ لأبی نعیم (۳/۲۹۳)]
(۴) [کما فی الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ (۱/۱۴۰)]

آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔"

اس آیت میں بھی اس امت کے خواہش پرست، گمراہ اور بدعتی گروہوں کا ذکر ہے۔(۱)

(5) ﴿ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾ [النساء : ۱۱۵] "جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے اُدھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔"

احادیث نبویہ کی روشنی میں

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ﴾ "بلاشبہ بہترین بات کتاب اللہ ہے، بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے اور بدترین اُمورِ دین میں نئے ایجاد کردہ ہیں اور ہر نیا کام (یعنی بدعت) گمراہی ہے۔"(۲)

(2) سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ﴿ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ﴾ "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔"(۳)

(3) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ﴾ "دین میں نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"(٤)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ ، فَإِيَّاكُمْ وَ إِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ ﴾ "آخری زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے، وہ تمہارے سامنے ایسی ایسی احادیث پیش کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے آباء واجداد نے۔ لہٰذا اپنے آپ کو ان سے بچائے رکھنا، (کہیں ایسا نہ ہو کہ) وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنے میں ڈال دیں۔"(٥)

(5) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شر کے بعد خیر کے بارے

---

(۱) [الاعتصام للشاطبی (۱۷۹/۱)]

(۲) [مسلم (۸٦۷) کتاب الجمعة : باب تخفیف الصلاة والخطبة]

(۳) [**صحیح** : صحیح نسائی ، نسائی (۱۵۷۸) کتاب صلاة العیدین : باب کیف الخطبة]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابو داود ، ابو داود (٤٦۰۷) کتاب السنة : باب باب فی لزوم السنة ، ترمذی (۲٦۷٦)]

(٥) [مسلم (۷) مقدمة : باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملها]

میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں بھی گناہوں کی آمیزش ہوگی اور وہ اس طرح کہ ﴿ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ ﴾ ''ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کو چھوڑ کر اور کاموں کو سنت سمجھیں گے اور میرے طریقے کے علاوہ دوسرے طریقوں کو اختیار کریں گے۔'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا خیر کے بعد شر بھی ہوگا تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا اور شر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ﴿ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا ﴾ ''کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر دعوت دینے والے ہوں گے، جس نے ان کی دعوت قبول کر لی وہ اسے جہنم میں پھینکوا دیں گے۔''(۱)

امام نووی ؒ نے اس حدیث کی تشریح میں اہل علم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہنم کی طرف دعوت دینے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خوارج وغیرہ (جیسے گمراہ فرقوں) کی گمراہی اور بدعات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔(۲)

اقوالِ صحابہ کی روشنی میں

(1) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ﴿ أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّمَا أَنَا مُتَّبِعٌ وَ لَسْتُ بِمُبْتَدِعٍ فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِيْنُوْنِيْ وَ إِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِيْ ﴾ ''اے لوگو! میں اتباع کرنے والا ہوں، بدعات جاری کرنے والا نہیں ہوں لہٰذا اگر میں درست ہوں تو میرا تعاون کرو اور اگر میں غلط ہوں تو میری اصلاح کرو۔(۳)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ﴿ إِيَّاكُمْ وَ أَصْحَابَ الرَّأْيِ فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَنِ ، أَعْيَتْهُمُ الْأَحَادِيْثُ أَنْ يَحْفَظُوْهَا فَقَالُوْا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوْا وَ أَضَلُّوْا ﴾ ''اصحاب الرائے سے بچو کیونکہ یہ لوگ سنتوں کے دشمن ہیں، احادیث حفظ کرنے سے تو یہ عاجز آ چکے ہیں اس لیے رائے کے ذریعے ہی فتویٰ دے دیتے ہیں، لہٰذا خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔''(٤)

(3) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ﴿ وَ إِيَّاكُمْ وَ مَا ابْتُدِعَ ؛ فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ ﴾ ''نئی ایجاد کردہ بدعت سے بچو کیونکہ جو بھی بدعت ایجاد کی جائے وہ گمراہی ہے۔''(٥)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ﴿ عَلَيْكُمْ بِالْاِسْتِقَامَةِ وَ الْأَثَرِ وَ إِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ ﴾ ''استقامت اور اثر کو لازم پکڑو اور دین میں بدعت جاری کرنے سے بچو۔''(٦)

---

(۱) [بخاری (٧٠٨٤) کتاب الفتن : باب کیف الامر اذا لم تکن جماعة ، مسلم (١٨٤٧)]

(۲) [شرح النووی علی صحیح مسلم (٤٧٩/١٢)]

(۳) [الطبقات الکبری لابن سعد (١٣٦/٣)]

(٤) [دارمی (١٢١) جامع بیان العلم وفضله (٢٠٠١) شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة (٢٠١)]

(٥) [دارمی (٦٧) مقدمة : باب تغیر الزمان وما یحدث فیه]

(٦) [ابن وضاح فی البدع (ص : ٢٥)]

(5) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ''(سنت کی) اتباع کرو اور نئی چیزیں ایجاد نہ کرو، یقیناً تمہیں (دینی اعتبار سے) کفایت کی گئی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''(۱)

اقوالِ تابعین کی روشنی میں

(1) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک آدمی کی طرف لکھا کہ ((أُوْصِيكَ بِـ ... اتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ ﷺ وَ تَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُوْنَ)) ''میں تمہیں اللہ کے نبی کی سنت کی اتباع کرنے اور دین میں نئی چیزیں ایجاد کرنے والوں کی بدعات سے بچنے کی وصیت کرتا ہوں۔''(۲)

(2) حضرت حسن بصریؒ کا فرمان ہے کہ ((لَا يَصِحُّ قَوْلٌ إِلَّا بِالْعَمَلِ وَ لَا يَصِحُّ قَوْلٌ وَ عَمَلٌ إِلَّا بِنِيَّةٍ وَ لَا يَصِحُّ قَوْلٌ وَ عَمَلٌ وَ نِيَّةٌ إِلَّا بِالسُّنَّةِ)) ''قول عمل کے بغیر درست نہیں، قول و عمل نیت کے بغیر درست نہیں اور قول، عمل اور نیت سنت (کی اتباع) کے بغیر درست نہیں۔''(۳)

(3) حضرت حسن بصریؒ کا ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ((إِيَّاكُمْ مَا أَحْدَثَ النَّاسُ فِي دِيْنِهِمْ فَإِنَّ شَرَّ الْأُمُوْرِ الْمُحْدَثَاتُ)) ''دین میں لوگوں کے ایجاد کردہ نئے کاموں سے بچو کیونکہ بدترین کام نئے ایجاد کردہ ہیں۔''(٤)

(4) ابوقلابہؒ نے فرمایا ہے کہ ((مَا ابْتَدَعَ رَجُلٌ بِدْعَةً إِلَّا اسْتَحَلَّ السَّيْفَ))''جس شخص نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی اس نے تلوار حلال کر لی۔''(٥)

(5) ایوب سختیانیؒ کا قول ہے کہ ((مَا ازْدَادَ صَاحِبُ بِدْعَةٍ اجْتِهَادًا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا)) ''صاحبِ بدعت جتنا بھی کوشش میں بڑھتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دوری میں بڑھتا جاتا ہے۔''(٦)

اقوالِ ائمہ کی روشنی میں

(1) امام شافعیؒ کا فرمان ہے کہ ((حُكْمِي فِي أَصْحَابِ الْكَلَامِ أَنْ يُضْرَبُوْا بِالْجَرِيْدِ وَ يُحْمَلُوْا عَلَى الْإِبِلِ وَ يُطَافُ بِهِمْ فِي الْعَشَائِرِ وَ الْقَبَائِلِ وَ يُقَالُ: هٰذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْكِتَابَ وَ السُّنَّةَ وَ أَخَذَ فِي الْكَلَامِ)) ''اصحابِ کلام کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ انہیں چھڑیوں کے ساتھ مارا جائے،

(١) [طبرانی کبیر (٩/١٥٤) بیهقی فی المدخل (ص: ٢٠٤) مجمع الزوائد (١/١٨١)]
(٢) [**صحیح مقطوع**: صحیح ابوداود، ابوداود (٤٦١٢) کتاب السنة: باب لزوم السنة]
(٣) [شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالكائي (١/٦٣)]
(٤) [الزهد للامام احمد (ص: ٣٣٤)]
(٥) [الحلية لأبي نعيم (٦/٧٣)]
(٦) [أيضا (٣/٩)]

اونٹوں پر سوار کیا جائے اور برادریوں اور قبیلوں میں گھماتے ہوئے یہ اعلان کیا جائے کہ یہ ہے اس شخص کی جزا جس نے کتاب وسنت کو چھوڑا اور علم کلام کو پکڑا۔''(۱)

(2) امام مالکؒ نے فرمایا کہ ((مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ ، لِأَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ " اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ " [المائدۃ : ۳] فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِيْنًا ، فَلَا يَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا)) ''جس نے اسلام میں کوئی بدعت جاری کی اور وہ اسے اچھا خیال کرتا ہے تو یقیناً اس کا گمان ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ'' آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔'' پس جو اس روز دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔''(۲)

(3) امام احمدؒ کا قول ہے کہ ((أُصُوْلُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ الْاِقْتِدَاءُ وَ تَرْكُ الْبِدَعِ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ...)) ''جس دین پر اصحاب رسول تھے اسے مضبوطی سے تھامنا، اس کی پیروی کرنا اور بدعات کو ترک کرنا ہمارے ہاں سنت کا اصول ہے کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''(۳)

(4) امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ ((اَلْبِدْعَةُ أَحَبُّ إِلَى إِبْلِيْسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ ، اَلْمَعْصِيَةُ يُتَابُ مِنْهَا وَ الْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا)) ''شیطان کے نزدیک گناہ کے مقابلے میں بدعت زیادہ محبوب ہے کیونکہ گناہ سے توبہ کی جاتی ہے جبکہ بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔''(٤)

(5) سہل بن عبداللہ تستریؒ کا بیان ہے کہ ((مَا أَحْدَثَ أَحَدٌ فِي الْعِلْمِ شَيْئًا إِلَّا سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِنْ وَافَقَ السُّنَّةَ سَلِمَ وَ إِلَّا فَلَا)) ''جس نے علم میں کوئی چیز ایجاد کی، اس سے روزِ قیامت اس کے بارے میں سوال ہوگا، اگر وہ سنت کے موافق ہوئی تو وہ سلامتی میں رہے گا اور اگر نہ ہوئی تو پھر نہیں۔''(٥)

(6) امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ ((إِنَّ أَهْلَ الْبِدَعِ شَرٌّ مِّنْ أَهْلِ الْمَعَاصِيْ)) ''اہل بدعت گناہگاروں سے بھی زیادہ بدتر ہے۔''(٦)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ ((أَنَّ تَحْذِيْرَ الْأُمَّةِ مِنَ الْبِدَعِ وَ الْقَائِلِيْنَ بِهَا وَاجِبٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ)) ''مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ بدعت اور اہل بدعت سے امت کو بچانا واجب ہے۔''(٧)

(7) امام ابن قیمؒ نقل فرماتے ہیں کہ ((فَصَاحِبُ السُّنَّةِ حَيُّ الْقَلْبِ مُسْتَنِيْرَةٌ وَ صَاحِبُ الْبِدْعَةِ مَيِّتُ

---

(١) [الحلیة لأبی نعیم (۱۱۶/۹)]

(٢) [الاعتصام للشاطبی (٦٥/١)]

(٣) [شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی (١٧٦/١)]

(٤) شرح السنة (٢١٦/١)]

(٥) [کما فی فتح الباری (٢٩٠/١٣)]

(٦) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (٩/١٠)]

(٧) [أيضا (٢٣١/٢٨)]

الْقَلْبِ وَ مُظْلِمُهُ))''اہل سنت زندہ اور روشن دل والا ہے جبکہ اہل بدعت مردہ اور تاریک دل والا ہے۔''(۱)

(8) حافظ ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ ((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ فَلَا تَكُوْنُ مِنَ الشَّرْعِ لِأَنَّ الشَّرْعَ هُدًى))''ہر بدعت گمراہی ہے اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ شریعت ہدایت ہے۔''(۲)

(9) امام شوکانیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ ((فَإِذَا كَانَ اللّٰهُ قَدْ أَكْمَلَ دِيْنَهُ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَ نَبِيَّهُ ﷺ ، فَمَا هٰذَا الرَّأْيُ الَّذِيْ أَحْدَثَهُ أَهْلُهُ بَعْدَ أَنْ أَكْمَلَ اللّٰهُ دِيْنَهُ)) ''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فوت کرنے سے پہلے اپنا دین مکمل کر دیا ہے تو پھر تکمیلِ دین کے بعد اس رائے کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے جو اب لوگوں نے ایجاد کر لی ہے (کہ کچھ بدعات اچھی ہوتی ہیں اور کچھ بری ہوتی ہیں)۔''(۳)

(10) امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ ((لَا خَفَاءَ أَنَّ مِنْ حَيْثُ تَصَوُّرِهَا يَعْلَمُ الْعَاقِلُ ذَمَّهَا لِأَنَّ اتِّبَاعَهَا خُرُوْجٌ عَنِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ)) ''یہ بات مخفی نہیں کہ بدعت کے تصور کے لحاظ سے (ہر) عقل منداس کی مذمت سے واقف ہے کیونکہ اس کی پیروی کرنا صراطِ مستقیم سے خروج ہے۔''(٤)

فتاویٰ عرب علما کی روشنی میں

(1) شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ ((لَيْسَ فِيْهَا تَقْسِيْمٌ بَلْ كُلُّهَا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ضَلَالَةٌ)) ''بدعت میں ایسی کوئی تقسیم نہیں (کہ کچھ اچھی ہوتی ہیں اور کچھ بری) بلکہ تمام بدعات گمراہی ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔''(٥)

(2) شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ ((مَا أُحْدِثَ فِي الدِّيْنِ عَلَى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَ أَصْحَابُهُ مِنْ عَقِيْدَةٍ أَوْ عَمَلٍ وَهِيَ حَرَامٌ)) ''عقیدہ یا عمل کے اعتبار سے جس دین پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ تھے اس میں جو کچھ بھی نیا ایجاد کیا گیا ہے وہ حرام ہے۔''(٦)

(3) شیخ ابن جبرین نے بیان کیا ہے کہ ((فَهٰذِهِ الْبِدَعُ لَيْسَتْ مِنَ الدِّيْنِ فِيْ شَيْءٍ وَلَوْ كَانَتْ مِنَ الدِّيْنِ مَا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يُبَلِّغَهَا)) ''(نئی ایجاد کردہ) ان بدعات کی دین میں کچھ حیثیت نہیں اور اگر ان کا دین سے کچھ بھی تعلق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے ان کی تبلیغ کر دیتے۔''(۷)

(4) شیخ صالح الفوزان نے فرمایا ہے کہ ((كُلُّ مَا لَيْسَ لَهُ دَلِيْلٌ مِنَ الْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ فَهُوَ يَكُوْ

---

(۱) [اجتماع الجيوش الاسلامية (ص : ۷)]
(۲) [فتح الباری (۲٥٤/۱۳)]
(۳) [القول المفيد (ص : ۳۸)]
(٤) [الاعتصام للشاطبی (۳۳/۱)]
(٥) [مجموع فتاوی ابن باز (ص : ۸۳۸)]
(٦) [مجموع فتاوی ابن عثيمين (۲۳/٥)]
(۷) [البدع والمحدثات فی العقائد والاعمال (ص : ۱۱)]

مُحْدَثًا وَ كُلُّ مُحْدَثٍ فِي الدِّيْنِ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) ''ہر وہ کام جس کی کتاب وسنت میں دلیل موجود نہیں نیا ایجاد کردہ ہے اور دین میں ہر نیا ایجادہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''(١)

(5) سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ((الْبِدَعُ جَمْعُ بِدْعَةٍ وَ هِيَ مَا أُحْدِثَ فِي الدِّيْنِ وَ يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِ الْبُعْدُ عَنْهَا وَ الْحَذْرُ مِنْهَا)) ''لفظ بدع بدعت کی جمع ہے اور بدعت وہ چیز ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی ہو۔ اس سے دور رہنا اور اس سے بچنا (ہر) مسلمان پر واجب ہے۔''(٢)

(6) شیخ سلیم بن عید الہلالی رقمطراز ہیں کہ ((أَنَّ الْبِدَعَ كُلَّهَا ضَلَالَاتٌ ... إِجْمَاعُ السَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ وَ مَنْ يَلِيْهِمْ ... ثَابِتٌ يَدُلُّ دَلَالَةً وَاضِحَةً عَلَى أَنَّ الْبِدَعَ كُلَّهَا سَيِّئَةٌ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ حَسَنٌ)) ''تمام بدعات گمراہی ہیں۔ صحابہ، تابعین اور ان کے قریبی اہل علم کا اجماع ثابت ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تمام بدعات بری ہیں، ان میں سے کوئی بھی اچھی نہیں ہے۔''(٣)

(7) ابو اسحٰق حوینی اثری فرماتے ہیں کہ ((اَصْحَابُ الْبِدَعِ يَحْمِلُوْنَ أَوْزَارَهُمْ وَ أَوْزَارَ الَّذِيْنَ أَضَلُّوْهُمْ)) ''اہل بدعت اپنے گناہوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے اور ان لوگوں کا بھی جنہیں انہوں نے گمراہ کیا۔''(٤)

(8) شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ ایک فتوے میں فرماتے ہیں کہ ((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، فِيْهِ أَنَّ الْبِدْعَةَ لَيْسَ فِيْهَا حَسَنٌ)) ''ہر بدعت گمراہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بدعت میں کوئی چیز بھی اچھی نہیں۔''(٥)

(9) شیخ عبد المحسن بن حمد العباد فرماتے ہیں کہ ((وَ الْبِدَعُ كُلُّهَا ضَلَالٌ لِعُمُوْمِ قَوْلِهِ ﷺ)) ''نبی کریم ﷺ کے قول (ہر بدعت گمراہی ہے) کے عموم کی وجہ سے تمام بدعات گمراہی ہیں۔''(٦)

(10) شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز تویجری نقل فرماتے ہیں کہ ((وَ أَمَّا عَلَى قَوْلِ مَنْ قَالَ إِنَّ الْبِدَعَ كُلَّهَا مَذْمُوْمَةٌ ، وَهُوَ الْقَوْلُ الرَّاجِحُ مِنْ اَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ)) ''جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ تمام بدعات ہی قابل مذمت ہیں، علماء کے اقوال میں سے وہی قول راجح ہے۔''(٧)

---

(١) [ظاهرة التبديع (ص : ٤١)]
(٢) [فتاوى اللجنة الدائمة (١٧٣/٢)]
(٣) [البدعة وأثرها السيىء في الامة (ص : ٣١-٣٦)]
(٤) [البدعة وأثرها في محنة المسلمين (٣/٢)]
(٥) [فتاوى ورسائل محمد بن ابراهيم آل الشيخ (٢٢١/١)]
(٦) [الحث على اتباع السنة والتحذير من البدع (ص : ٢٢)]
(٧) [البدع الحولية (ص : ١٧)]

باب خطورة البدعة — بدعت کے خطرات کا بیان

اعمال کا ضیاع

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِينَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴾ [الكهف : ١٠٣-١٠٤] ''کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں خبر دیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ (وہ لوگ) وہ ہیں جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ○ تَصْلَى نَارًا حَامِيَةً ﴾ [الغاشية : ٣-٤] ''محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے۔ وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔''

ان آیات کے عمومی مفہوم میں وہ تمام اہل بدعت شامل ہیں جو دنیا میں بہت عمل کرتے رہے مگر ان کے اعمال بدعات پر مبنی تھے اس لیے (درج ذیل واضح فرامینِ نبوی کے مطابق) رد کر دیئے جائیں گے اور یوں یہ لوگ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے جنہوں نے محنت بھی کی مگر بدلے میں اجر کی بجائے دہکتی ہوئی آگ ملی۔

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ ﴾ ''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں نہیں وہ مردود ہے۔''(١)

(4) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ ﴾ ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔''(٢)

اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴾ ''جو یہاں (یعنی مدینہ میں) کوئی بدعت جاری کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔''(٣)

اللہ تعالیٰ سے دوری

اس بات کی شہادت خوارج کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ملتی ہے کہ ﴿ تَحْقِرُونَ

---

(١) [بخاری (٢٦٩٧) كتاب الصلح : باب اذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود ، مسلم (١٧١٨)]
(٢) [مسلم (١٧١٨) كتاب الاقضية : باب نقض الاحكام الباطلة ورد محدثات الأمور]
(٣) [بخاری (٧٣٠٦) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب اثم من آوى محدثا]

صَلَاتَکُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَ صِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ وَ عَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ ... يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمْيَةِ ﴾ ''تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں، اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنا عمل ان کے عمل کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے (یعنی وہ اس قدر زیادہ عبادات بجا لانے والے ہوں گے، لیکن) وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے (یعنی ان کی عبادت میں جد وجہد درحقیقت بدعات پر عمل ہوگا جو انہیں اللہ تعالیٰ سے دور سے دور کرتا چلا جائے گا)۔''(۱)

ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ جو اس کی جاری کردہ بدعت پر عمل کریں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لِيَحْمِلُوْا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [النحل : ۲۵] ''اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے روز یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ اُن کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ دَعَا اِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنْ دَعَا اِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا ﴾ ''جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی طرف دعوت دی اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور ہدایت پر عمل کرنے والوں کا اپنا اجر بھی کم نہیں ہوگا۔ اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی اس پر ان تمام لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جنہوں نے اس کی گمراہی پر عمل کیا اور گمراہی پر عمل کرنے والوں کا اپنا گناہ بھی کم نہیں ہوگا۔''(۲)

(3) حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ أَوْزَارُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئًا ﴾ ''جس شخص نے میری کوئی سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس سنت پر عمل کیا اور ان لوگوں کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ کا بوجھ ہوگا جنہوں نے اس بدعت پر عمل کیا اور اس بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کے بوجھ میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔''(۳)

(۱) [بخاری (۵۰۵۸) کتاب فضائل القرآن : باب اثم من راءی بقراءة القرآن أو تاكل به أو فخر به]

(۲) [مسلم (۲۶۷٤) کتاب العلم : باب من سن سنة حسنة أو سيئة]

(۳) [**صحيح لغيره** : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (۲۰۹) مقدمة : باب من أحيا سنة قد اميتت]

حوض کوثر کے پانی سے محرومی

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَ لَيُرْفَعَنَّ مَعِي رِجَالٌ مِنْكُمْ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُونِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ ﴾ ''میں اپنے حوض پر تم سے پہلے ہی موجود رہوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے، پھر انہیں میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے ساتھی ہیں لیکن مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں۔''(۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا﴿ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي ﴾ ''آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تبدیلیاں کر دی تھیں؟ میں کہوں گا کہ دوری ہو دوری ہو ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلیاں کر دیں۔''(۲)

روایتِ حدیث کا نا قابل قبول ہونا

بدعتی کی روایت کردہ حدیث محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں جیسا کہ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ﴿لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَ يُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ ﴾ ''ابتدائی زمانہ میں لوگ حدیث کی سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے لیکن جب فتنہ (یعنی من گھڑت روایات اور بدعات وخرافات) نے جنم لیا تو لوگوں نے حدیث کی سند کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا (اور یہ طے کر لیا کہ) دیکھا جائے حدیث بیان کرنے والے اہل سنت ہیں تو ان کی حدیث قبول کر لی جائے اور اگر حدیث بیان کرنے والے اہل بدعت ہیں تو ان کی حدیث قبول نہ کی جائے۔''(۳)

توبہ سے محرومی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتَّى يَدَعَ بِدْعَتَهُ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی بھی بدعتی کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں فرماتے

---

(۱) [بخاری (٦٥٧٦) کتاب الرقاق : باب فی الحوض]

(۲) [بخاری (٧٠٥١) کتاب الفتن : باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا]

(۳) [مسلم (٢٧) مقدمة : باب بیان الاسناد من الدین]

جب تک وہ اپنی بدعت چھوڑ نہ دے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ بدعتی کی توبہ قبول نہیں ہوتی ، اس لیے خدشہ ہے کہ اس کا خاتمہ برا ہو۔ بدعتی توبہ سے اس وجہ سے بھی محروم رہتا ہے کہ وہ بدعت کو گناہ سمجھتا ہی نہیں بلکہ کارِثواب سمجھتا ہے اس لیے ساری عمر اسی زعم میں گزار دیتا ہے کہ وہ نیکی کر رہا ہے حالانکہ اللہ کے ہاں وہ بہت بڑا گناہ کر رہا ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ بدعتی کی توبہ قبول نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر بدعتی سچی توبہ بھی کرے تب بھی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا کر دے اور اسے بدعت کی قباحت کا علم ہو جائے تو وہ اسے ترک کر کے اللہ سے معافی مانگ لے۔ اس صورت میں وہ بدعتی رہے گا ہی نہیں کیونکہ اس نے بدعت کو ترک کر دیا ہے۔ لہٰذا امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ﴿ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ﴾ [المائدۃ : ۳۹] ''جس نے ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔'' اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ ﴿ اِنَّ اللّٰـهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتے ہیں جب تک اس پر حالتِ نزع نہ طاری ہو جائے۔''(۲) یعنی موت کا یقین ہونے تک توبہ قبول کی جاتی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی فرمایا ہے کہ ''بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی'' کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی ایسے کام کو دین بنالیتا ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے دین قرار نہیں دیا ہوتا، اس کے سامنے اس کا بدعی عمل مزین ہوتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھتا ہے، لہٰذا وہ جب تک اسے اچھا سمجھتا رہتا ہے اس سے توبہ نہیں کرتا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ اس سے توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا کر دے حتی کہ اس کے سامنے حق واضح ہو جائے ، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین اور اہل بدعت کے بہت سے گروہوں کو ہدایت دی ہے۔(۳)

بدعتی سے سچی توبہ کا امکان ہے، اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بحث سے چار ہزار خوارج نے توبہ کر لی تھی اور اپنی بدعات سے رجوع کر لیا تھا۔(۴)

---

(۱) [حسن : صحیح الترغیب والترھیب (۵٤) کتاب السنة : باب الترھیب من ترك السنة وارتكب البدع]

(۲) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۱۹۰۳) ابن ماجه (٤۲۵۳) کتاب الزھد : باب ذکر التوبة ، ترمذی (۳۵۳۷) کتاب الدعوات : باب فی فضل التوبة ، احمد (۱۳۲/۲) حاکم (۲۵۷/۲)]

(۳) [مجموع الفتاوی (۱۰/۹-۱۰)]

(٤) [حاکم (۱۵۲/۱) احمد (۸٦/۱) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

باب ظهور البدع وأسباب انتشارها

بدعات کے ظہور اور ان کے پھیلاؤ کے اسباب کا بیان

بدعات کا اولین ظہور

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے بیان کے مطابق دین میں ابتداع وافتراق کا دروازہ سب سے پہلے خوارج نے کھولا، جب کہ انہوں نے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے تحکیم پر اتفاق کا انکار کیا اور یہ کہتے ہوئے مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو گئے کہ فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا تسلیم کیا جائے گا۔ ان کے مذہب کی بنیاد ہی قرآن کی تعظیم اور اس کی اتباع کا مطالبہ تھا لیکن وہ اہل السنہ والجماعہ سے خارج ہو گئے کیونکہ وہ اُن سنن کی اتباع لازم نہیں سمجھتے تھے جو ان کے گمان کے مطابق قرآن کے مخالف تھیں جیسے کہ رجم اور نصاب سرقہ وغیرہ۔ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر رکھا تھا کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما وغیرہ خلفاء نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ قرآن کے بیان کے مطابق کافر ہے۔(۱) یوں انہوں نے مسلمانوں کو کافر قرار دینا شروع کر دیا۔

خوارج کے مقابلے میں شیعہ حضرات کا ظہور ہوا، جنہوں نے ائمہ کی شان میں غلو سے کام لیتے ہوئے انہیں معصوم قرار دیا اور ہر معاملے میں انہی کی طرف رجوع کو واجب کہا۔ یہ لوگ خوارج سے بھی بڑھ کر گمراہ ثابت ہوئے کیونکہ خوارج تمام معاملات میں قرآن کی طرف رجوع کے قائل تھے (اگرچہ انہوں نے اس میں بھی غلطی کھائی تھی) لیکن شیعہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر محض ائمہ کی طرف رجوع کو واجب قرار دیتے تھے۔ بہر حال جب ان بدعات کا ظہور ہوا تو صحابہ کرام ابھی موجود تھے، لہٰذا انہوں نے ان کی پرزور مذمت کی۔ بعد ازاں بدعتِ اعتزال کا ظہور ہوا جنہوں نے شرعی احکام پرکھنے کا معیار عقل کو بنا رکھا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ مسلمانوں میں فتنے، اختلافِ آراء اور بدعات وخواہشات کی طرف میلان بڑھتا گیا، اسی اثناء میں بدعتِ تصوف اور قبروں پر عمارتیں بنانے کی بدعت نے جنم لیا اور پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا بدعات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔(۲)

بدعات کے اسباب

بدعات کے کچھ اسباب ہیں جن کی وجہ سے یہ وجود میں آئیں اور پھیلیں، چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے۔

---

(۱) [المائدة : ٤٤]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (١٣/٢٠٨ـ٢٠٩) الفرقان بين الحق والباطل لابن تيمية (ص : ٢٢٦، ٢٢٧) مزید دیکھئے: البدع والمحدثات وما لا اصل له (ص : ١٠٥) البدع الحولية (ص : ٦٥)]

❶ جہالت:

جہالت لوگوں کی گمراہی اور بدعات میں مبتلا ہونے کا بہت بڑا سبب ہے کیونکہ جب کسی مسئلے کی شرعی حیثیت جانے بغیر محض کم علم خطبا اور جاہل واعظین کی باتوں کو پیش نظر رکھا جائے اور راسخ فی الدین علما کو شدت پسند تصور کرتے ہوئے جاہل مگر من پسند علما کو منصبِ افتاء پر متمکن کیا جائے تو ایسی اشیاء کا دین میں دخیل ہو جانا ناگزیر ہے جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں اور انہی اشیا کا نام بدعات ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ﴾ [الاسراء : ۳۶] ''جس بات کی تمہیں خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔'' یعنی جس چیز کا تمہیں علم ہی نہیں اس پر عمل مت کرو۔

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [الاسراء : ۳۶] ''آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگاؤ جس کو تم نہیں جانتے۔''

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَ لَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَ أَضَلُّوا ﴾ ''اللہ تعالیٰ اس طرح علم نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے چھین لے بلکہ اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو اٹھا لے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنے سردار بنا لیں گے۔ ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''(۱)

❷ خواہشات کی پیروی:

جو بھی کتاب وسنت سے اعراض کرتا ہے وہ خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اور کتاب وسنت کے برخلاف خواہش نفس کی پیروی ہی دین میں بگاڑ اور بدعات کی گمراہی میں مبتلا ہونے کا پیش خیمہ ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ [ص : ۲۶] ''خواہشات کی پیروی مت کرو، یہ تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کر دے گی۔''

---

(۱) [بخاری (۷۳۰۷) کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة : باب ما یذکر من ذم الرأی ، مسلم (۲۶۷۳)]

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [القصص : ٥٠] ''اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو چھوڑ کر جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اس سے بڑا گمراہ کون ہے۔''

(3) ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ [الجاثية : ٢٣] ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے (یعنی اللہ اور رسول کے مقابلے میں نفسانی خواہش کو ترجیح دیتا ہے) اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے (یعنی سب کچھ جاننے کے بعد بھی وہ گمراہی کا راستہ ہی اختیار کرتا ہے) اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔''

❸ شبہ والی اشیا میں مبتلا ہونا:

شبہ والی اشیا سے بچنے کا حکم ہے لیکن بدعتی لوگ انہی کو اختیار کر کے بدعات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [آل عمران : ٧] ''وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی تاویل کی کوشش کے لیے، حالانکہ ان کی حقیقی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(2) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ ﴾ ''جو مشتبہ اُمور سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ اُمور میں مبتلا ہو گیا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔''(١)

❹ مجرد عقل پر اعتماد:

جو بھی مجرد عقل و رائے پر اعتماد کرتا ہے اور کتاب و سنت یا ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کو ہر چیز کے مقابلے میں کتاب و سنت کو ہی ترجیح دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر : ٧] ''اور تمہیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے

---

(١) [مسلم (١٥٩٩) كتاب المساقاة : باب أخذ الحلال وترك الشبهات]

رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

(2) ایک دوسرے مقام ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴾ [الاحزاب : ٣٦] ''کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

❺ تعصب اور اندھی تقلید:

اکثر اہل بدعت کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے اپنے آباؤ اجداد اور ائمہ ومشائخ کی اندھی تقلید میں مبتلا ہیں، خود کچھ بھی سوچنے اور پڑھنے کی زحمت نہیں کرتے، ان کا مذہب وہی ہوتا ہے جو ان کے بزرگوں کا ہوتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس نے انہیں بدعات کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ﴾ [البقرة : ١٧٠] ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ تعلیمات کی پیروی کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔''

(2) ایسے لوگوں کی ہی حالتِ زار اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمائی ہے ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴾ [الاحزاب : ٦٦۔ ٦٨] ''اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔''

❻ برے لوگوں سے میل جول اور ان کی مجالس میں شرکت:

بلاشبہ اچھے لوگوں کی صحبت اچھائی سکھاتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت برائی اس لیے حتی الامکان ایسے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے جو خود بدعات وخرافات میں مبتلا ہیں۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ﴾ [الفرقان : ٢٧۔٢٩] ''اور اس روز (یعنی روزِ قیامت) ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش! میں نے رسول اللہ ﷺ کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے میرے

پاس نصیحت آ پہنچنے کے باوجود گمراہ کر دیا۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴾ [الانعام: ٦٨] ''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''

(3) اور ارشادِ نبوی ہے کہ ﴿ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَ نَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَ نَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً ﴾ ''نیک اور برے ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے، پس مشک بیچنے والا یا تو اس میں سے کچھ تمہیں تحفہ دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا (کم از کم) تم اس کی عمدہ خوشبو سے تو لطف اندوز ہو سکو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تمہیں اس کے پاس سے بدبودار دھواں محسوس ہوتا رہے گا۔''(۱)

۵ علما کی خاموشی اور علم کو چھپانا:

جب بدعات کو مٹانے والے علما ہی خاموش ہو جائیں اور کتمانِ حق کا ارتکاب شروع کر دیں تو پھر بدعات کے پھیلاؤ اور لوگوں کے مابین بگاڑ اور فتنہ وفساد کو جنم لینے سے کون روک سکتا ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ ﴾ [البقرة: ١٧٤] ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [آل عمران: ١٠٤] ''تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔''

(3) ارشادِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی برائی دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل سے ہی برا جانے اور

(۱) [بخاری (٥٥٣٤) کتاب الذبائح والصید: باب المسك، مسلم (٢٦٢٨) کتاب البر والصلة]

یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔''(۱)

(4) ایک اور ارشادِ نبوی یوں ہے کہ ﴿ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَهِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ ﴾ ''جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے جاننے کے باوجود اسے چھپایا تو اسے روزِ قیامت آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''(۲)

❽ کفار کی مشابہت اور تقلید:

یہ چیز بھی بہت زیادہ بدعات وخرافات میں مبتلا کرنے والی ہے جیسا کہ حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا خَرَجَ إِلَى غَزْوَةِ حُنَيْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا يُعَلِّقُوْنَ عَلَيْهَا أَسْلِحَتَهُمْ ، يُقَالُ لَهَا : ذَاتُ أَنْوَاطٍ ، فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ! هَذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسَى " اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ " وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ﴾ ''جب رسول اللہ ﷺ جنگ حنین کے لیے نکلے تو آپ مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے گزرے جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اس درخت کو ذات انواط کہا جاتا تھا۔ کچھ لوگوں نے جو توحید پر پختہ نہ تھے، مطالبہ کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر فرمائیں جیسا کہ اُن کے لیے ذات انواط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ، سبحان اللہ! یہ بات تو بالکل ایسی ہے جو موسیٰ کی قوم نے کہی تھی کہ ''آپ ہمارے لیے ایک معبود متعین کر دیجئے جیسا کہ ان کافروں کے لیے معبود ہیں'' (پھر آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان لوگوں کے راستوں پر ضرور چلنا شروع کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔''(۳)

اس حدیث میں واضح ثبوت موجود ہے کہ کفار کی مشابہت ہی وہ چیز تھی جس نے بنی اسرائیل اور نبی ﷺ کے بعض ساتھیوں کو اللہ کے علاوہ ایک ایسے معبود کے مطالبے پر اُبھارا جس سے وہ تبرک حاصل کریں۔ بعینہٖ آج مسلمانوں کی غالب اکثریت بھی ماتم، محافلِ میلاد، قبر پرستی اور دیگر بہت سے بدعی اعمال اور شرکیہ اُمور میں کفار کی اندھی تقلید کی وجہ سے ہی گرفتار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی وجہ سے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی کفار کی مشابہت سے منع

(۱) [مسلم (٤٩) كتاب الايمان : باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (٢٦٦) مقدمة : باب من سئل عن علم فكتمه ، ابو داود (٣٦٥٨) ترمذی (٢٦٤٩) صحيح الجامع الصغير (٦٢٨٤) صحيح الترغيب (١٢٠)]

(۳) [حسن صحيح: صحيح ترمذی ، ترمذی (٢١٨٠) كتاب الفتن : باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلكم ، صحيح الجامع الصغير (٣٦٠١) المشكاة (٥٤٠٨)]

فرمایا دیا تھا﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ﴾''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔''(۱)

❾ سنتِ مطہرہ سے ناواقفیت اور ضعیف اور موضوع روایات پر اعتماد:

بدعات کے بکثرت پھیلاؤ کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ سنت کے بارے میں یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ آیا یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت بھی ہے یا نہیں۔ اس وجہ سے بہت سی ایسی من گھڑت اور ضعیف روایات پر بھی عمل شروع ہو جاتا ہے جن کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ جیسے وحدۃ الوجود کی بدعت کی بنیاد ایسی روایت ہے جس کی کوئی اصل ہے ہی نہیں اور وہ یہ ہے ﴿ مَا وَسِعَنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَ وَسِعَنِيْ قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ ﴾ ''مجھے نہ میری زمین نے وسعت دی نہ آسمان نے، البتہ میرے مومن بندے کے دل نے مجھے وسعت دی ہے (یعنی میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں)۔''(۲)

اسی طرح نورِ محمدی کا بدعی عقیدہ بھی ایک من گھڑت روایت پر ہی مبنی ہے اور وہ یہ ہے ﴿يَا جَابِرُ ! اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ ﴾ ''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔''(۳)

علاوہ ازیں دورانِ اذان نبی ﷺ کا نام سن کر انگوٹھوں کے ساتھ آنکھیں چومنا (٤)، وضوء کے دوران گردن کا مسح (٥) اور وضوء کے بعد آسمان کی طرف انگلی اٹھانا (٦) وغیرہ بھی ایسی بدعات ہیں جو ضعیف اور موضوع روایات پر ہی مبنی ہیں۔

---

(۱) [**حسن صحیح**: صحيح ابو داود، ابو داود (٤٠٣١) كتاب اللباس : باب في لبس الشهرة، ارواء الغليل (٢٣٨٤) صحيح الجامع الصغير (٢٨٣١)]

(۲) [**موضوع**: امام ابن تیمیہؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور امام زرکشیؒ نے فرمایا ہے کہ اسے بعض ملحد لوگوں نے وضع کیا ہے۔[كما في المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (ص : ١٦٤)] امام عجلونیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں۔[كشف الخفاء (١٠٠/٢)] حافظ عراقیؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔[تخريج أحاديث الاحياء (٢٣١/٦)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔[السلسلة الضعيفة (٥١٠٣)] مزید دیکھئے: [سلسلة الأحاديث الواهية (ص : ٢٢٨)]

(۳) [**موضوع**: آثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة (ص : ٤٢) كشف الخفاء (٢٦٥/١) سلسلة الأحاديث الواهية (ص : ١٥٥)]

(٤) [السلسلة الضعيفة (٧٣) امام سخاویؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس سے کچھ بھی مرفوع ثابت نہیں۔]

(٥) [كشف الاستار للبزار (١٤٠/١) اس روایت میں تین راوی ضعیف ہیں۔ ① (محمد بن حجر) امام بخاریؒ نے اسے محل نظر کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے کہا ہے کہ اس کے لیے مناکیر ہیں۔ ② (سعید بن عبد الجبار) امام نسائیؒ نے اسے غیر قوی کہا ہے۔ ③ (ابن ترکمانیؒ) بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس کے حال اور نام کا کچھ علم نہیں۔[ميزان الاعتدال (٥١١/٣)، (١٤٧/٢) الجوهر النقي ذيل السنن الكبرى للبيهقي (٣٠/٢)]

(٦) [**ضعيف** : ضعيف ابو داود (٣١) كتاب الطهارة : باب ما يقول الرجل اذا توضأ، ابو داود (١٧٠) ابن السني (٣١) احمد (١٥٠/٤) حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[تلخيص الحبير (١٣٠/١)]

⓾ بزرگوں سے عقیدت میں غلو:

بدعات کے ظہور اور پھیلاؤ کا سب سے بڑا سبب اسی کو شمار کیا جاتا ہے اور یہی انسانوں میں شرک کی ابتدا کا بھی سبب ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ جب قومِ نوح کے بعض نیک لوگ (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) فوت ہوئے تو لوگوں نے ان سے عقیدت کی وجہ سے ان کی تصاویر بنالیں تاکہ وہ انہیں یاد رکھ سکیں اور ان کی تعظیم کرسکیں۔ پھر ان کا بزرگوں کی عقیدت میں یہی غلو بعد کی نسلوں میں شرک کا پیش خیمہ بنا۔(۱) حقیقت یہی ہے کہ جب بزرگوں سے عقیدت حد سے بڑھ جاتی ہے تو پھر ان کے غیر مسنون افعال بھی معتقدین کو دین ہی نظر آتے ہیں، اس طرح وہ چیزیں بھی دین بنالی جاتی ہیں جو دین نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام نے پرزور انداز میں غلو سے روکا ہے جیسا کہ چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ ﴾ [المائدۃ : ۷۷] ''اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو۔''

(2) ارشادِ نبوی ہے کہ ﴿ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ ﴾ ''دین میں غلو سے بچو کیونکہ دین میں غلو نے ہی تم سے پہلوں کو ہلاک کردیا تھا۔''(۲)

(3) ایک اور ارشادِ نبوی یوں ہے کہ ﴿ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ ﴾ ''میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۴۹۲۰) کتاب تفسیر القرآن : باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۶۸۰) ابن ماجہ (۳۰۲۹)]

(۳) [بخاری (۳۴۴۵) کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت]

باب مفارقة اهل البدعة — اہل بدعت سے کنارہ کشی کا بیان

اہل بدعت سے دور رہنا اور ان کی مجالس سے بچنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴾ [الانعام: ٦٨] ''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''

(شوکانیؒ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس میں ایسے شخص کے لیے بہت بڑی نصیحت ہے جو اہل بدعت کی مجالس میں شرکت کی اجازت دیتا ہے، حالانکہ وہ لوگ تو ایسے ہیں کہ اپنی گمراہ کن خواہشات اور فاسد بدعات کے مقابلے میں کتاب وسنت کو رد کر دیتے ہیں، کتاب وسنت کو کھیل تماشا بنائے رکھتے ہیں اور کلامِ الٰہی میں تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی مجالس میں شرکت کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ انہیں بدعات سے روکا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ ان کی مجالس ترک کر دی جائیں اور یہ کام بہت آسان ہے۔(١)

(2) بہت سے محدثین وفقہا نے اپنی اپنی کتب میں اہل بدعت سے بچنے اور ان سے دور رہنے کے بارے میں عنوانات قائم کیے ہیں جیسا کہ امام ابوداودؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((بَابُ مُجَانَبَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَ بُغْضِهِمْ)) ''خواہش پرست لوگوں سے بچنے اور نفرت کرنے کا بیان۔''(٢)

امام منذریؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((التَّرْهِيبُ مِنْ حُبِّ الْأَشْرَارِ وَ أَهْلِ الْبِدَعِ لِأَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ أَحَبَّ)) ''برے لوگوں اور اہل بدعت کی محبت سے ڈرانا کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔''(٣)

امام نوویؒ کا قائم کردہ عنوان یوں ہے ((بَابُ التَّبَرِّيْ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالْمَعَاصِيْ)) ''اہل بدعت اور نافرمانوں سے بیزاری کا بیان۔''(٤)

امام بیہقیؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُجَالَسَةِ أَهْلِ الْبِدَعِ)) ''اہل بدعت کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت کا بیان۔''(٥)

---

(١) [فتح القدير (١٢٢/٢)]
(٢) [ابو داود : كتاب السنة]
(٣) [الترغيب والترهيب : كتاب الأدب]
(٤) [الاذكار (ص : ٣٢٣)]
(٥) [الاعتقاد (ص : ٢٣٦)]

(3) ائمہ سلف کا بھی ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ لوگوں کو اہل بدعت سے بچنے کی تلقین کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں چند اقوال حسب ذیل ہیں:

(قاضی ابویعلیؒ) اہل بدعت سے قطع تعلقی پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے۔(۱)

(فضیل بن عیاضؒ) بدعتی کے ساتھ بیٹھنے والے سے بھی بچو اور مجھے یہ پسند ہے کہ میرے اور بدعتی کے درمیان لوہے کا مضبوط قلعہ ہو۔(۲)

(یحییٰ بن ابی کثیرؒ) جب تم کسی راستے میں بدعتی سے ملو تو دوسرا راستہ اختیار کرلو۔(۳)

(اوزاعیؒ) کسی نے ان سے کہا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں اہل سنت کے پاس بھی بیٹھتا ہوں اور اہل بدعت کے پاس بھی۔ تو امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ یہ آدمی حق اور باطل کو برابر کرنا چاہتا ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) اہل بدعت کی مجالس اختیار کرنے، ان کی کتب کا مطالعہ کرنے اور ان کا کلام سننے سے ہمیشہ سلف صالحین منع کرتے رہے ہیں۔(٥)

(مالکؒ) اہل بدعت کی کتب اجرت پر دینا جائز نہیں۔(٦)

(ابن سبکیؒ) اہل بدعت کی کتب سے کچھ بھی نقل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے... اور یہ جان لو کہ اہل بدعت اور ان کی کتابوں سے قریبی تعلق کوڑھ اور برص کی بیماری کی طرح ہے، لہٰذا ان سے اسی طرح دور بھاگنا چاہیے جیسے شیر سے دور بھاگا جاتا ہے۔(٧)

(شاطبیؒ) نجات پانے والا گروہ اہل السنہ کا ہے اور وہ اہل بدعت سے عداوت رکھنے اور ان سے دور بھاگنے پر مامور ہے۔(٨)

(ذہبیؒ) اہل بدعت سے بچنے کی ائمہ سلف نے بہت زیادہ تاکید کی ہے، ان کا خیال ہے کہ دل کمزور ہیں اور (دین میں نئے نئے) شبہات لُوٹ لیتے ہیں۔(٩)

ائمہ سلف کی درج بالا نصیحتیں تسلیم کر لینے میں ہی خیر ہے اور جو انہیں تسلیم نہیں کرتا خدشہ ہے کہ کہیں اس کا خاتمہ برا نہ ہو جائے۔ جیسا کہ امام ذہبیؒ نے ابن الریوندی زندیق کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ وہ شیعہ اور ملحد حضرات سے بہت زیادہ میل جول رکھتا تھا اور جب اسے روکا جاتا تو کہتا کہ میں تو صرف ان کے اقوال جاننا چاہتا ہوں لیکن

(۱) [هجر المبتدع (ص: ۳۲)]
(۲) [الحلية (۸/۱۰۳)]
(۳) [الشريعة للآجري (ص: ٦٤)]
(٤) [الابانة (۱/٤٥٦)]
(٥) [الآداب الشرعية لابن مفلح (۱/۲٦۳)]
(٦) [جامع بيان العلم وفضله (۲/۱۱۷)]
(٧) [معيد النعم (ص: ۱۳۱) عقيدة السلف اصحاب الحديث (ص: ۱۰۰)]
(٨) [الاعتصام (۱/۱۲۰)]
(٩) [سير أعلام النبلاء (۷/٤٦۱)]

پھر کیا؟ بالآخر وہ خود بھی ملحد وزندیق ہوگیا اور دین اور اہل دین سے دور ہوگیا۔(۱)

اہل بدعت کو چھوڑنے میں بدعت مکفرۃ اور بدعت مفسقہ کا لحاظ

یہاں پہلے یہ وضاحت مناسب ہے کہ بدعتِ مکفرہ وہ ہوتی ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اس بدعت کا تعلق عموماً عقائد اور اصولِ دین سے ہوتا ہے اور بدعت مفسقہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا البتہ نافرمان ہو جاتا ہے، اس بدعت کا تعلق عموماً اعمال اور فروعی مسائل سے ہوتا ہے۔

اہل بدعت کو چھوڑنے کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اصل میں شرعی عذر کے بغیر کسی بھی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ﴾ ''کسی بھی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔''(۲) البتہ سلف صالحین اور جمہور ائمہ نے عقائد میں بدعات جاری کرنے کو قطع تعلقی کے لیے جائز سبب قرار دیا ہے اور خواہش پرست اہل بدعت' جو اپنی بدعات کو ظاہر کرتے ہیں اور ان کی طرف دعوت دیتے ہیں' سے قطع تعلقی کو واجب کہا ہے۔(۳)

معلوم ہوا کہ اصل میں کسی بھی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی جائز نہیں لیکن جو مسلمان عقائد کی بدعات میں گرفتار ہوں یعنی بدعت مکفرہ کے مرتکب ہوں ان سے قطع تعلقی نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ باقی رہے وہ لوگ جو بدعتِ مفسقہ کے مرتکب ہیں یعنی فروعی مسائل میں بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں جیسے میلادِ مصطفیٰ کی محفلیں منعقد کرنے والے وغیرہ، تو ایسے لوگوں سے بھی نفرت تو ہونی ہی چاہیے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ [الانعام: ٦٨] ''آپ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرتے ہوئے نہیں پائیں گے۔'' لہٰذا ان لوگوں سے بھی قطع تعلقی جائز تو ہے لیکن یہاں مصلحت کے پہلو کو بھی مدِ نظر رکھا جائے گا یعنی اگر ان سے قطع تعلقی میں مصلحت ہو تو انہیں چھوڑ دینا زیادہ بہتر ہے اور اگر ان سے قطع تعلقی میں مصلحت نہ ہو بلکہ ان کے مزید بدعات اور گناہوں میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر انہیں نہ چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ (شیخ ابن عثیمینؒ) انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔(٤)

---

(۱) [سیر أعلام النبلاء (١٤/٥٩)، (١٩/٤٤٧)]

(۲) [بخاری (٦٠٧٧) کتاب الادب: باب الهجرة، مسلم (٢٥٦٠) کتاب البر والصله والآداب]

(۳) [دیکھئے: الموسوعة الفقهية الكويتية (٢/٢٤٥٩)]

(٤) [مجموع فتاوى ابن عثيمين (٢/٢٩٤)]

اہل بدعت کی حمایت سے بھی پرہیز

کیونکہ ان کی حمایت کرنے سے انسان اللہ کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا ﴾ "اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔"(۱)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بدعتی کے سلام کا جواب نہ دینا

نافعؒ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ إِنَّ فُلَانًا يُقْرِئُكَ السَّلَامَ قَالَ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ السَّلَامَ ﴾ "ایک آدمی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور عرض کیا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے، اگر یہ بات ٹھیک ہے تو پھر تم اسے سلام مت پہنچانا۔"(۲)

بدعتی کے پیچھے نماز

بدعتی امام اگر بدعتِ مکفرہ کا مرتکب ہو تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور اگر بدعتِ مفسقہ کا مرتکب ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے (لیکن اس کے پیچھے بھی نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہوتا ہے جب کسی متبع سنت امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممکن ہو)۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((بَابُ إِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَ الْمُبْتَدِعِ)) "باغی اور بدعتی کی امامت کا بیان۔" اس کے بعد نقل فرمایا ہے کہ ((قَالَ الْحَسَنُ : صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ)) "حسن بصریؒ نے بدعتی کے متعلق فرمایا کہ تم اس کے پیچھے نماز پڑھ لو اس کی بدعت اسی کے سر رہے گی۔" اس کے تحت یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ

"عبیداللہ بن عدی بن خیار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جبکہ باغیوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی مسلمانوں کے امام ہیں مگر آپ پر جو مصیبت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ ان حالات میں باغیوں کا مقررہ امام نماز پڑھا رہا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ کر کہیں گناہ گار نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نماز تو لوگوں کے کاموں میں سے بہترین کام ہے اس لیے جب وہ اچھا کام کریں تو تم

---

(۱) [مسلم (۱۹۷۸) کتاب الاضاحی : باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالی ولعن فاعلہ]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجہ ، ابن ماجہ (۴۰۶۱) کتاب الفتن : باب الخسوف ، نسائی (۱۲۲۱) ترمذی (۱۹۷۳) صحیح الترغیب والترہیب (۲۹۴۱)]

بھی ان کے ساتھ مل کر اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو۔'' (۱)

(شیخ ابن بازؒ) علماء کے صحیح تر قول کے مطابق بدعتی امام کے پیچھے نماز درست ہے جب تک کہ وہ بدعتِ مکفرہ کا ارتکاب نہ کرے اور اگر وہ بدعتِ مکفرہ کا مرتکب ہو کہ جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے تو پھر اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ تاہم منتظم حضرات پر واجب ہے کہ وہ ایسا امام منتخب کریں جو بدعت اور فسق سے سالم ہو اور پسندیدہ سیرت و کردار کا مالک ہو۔ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) بدعتِ مکفرہ (جیسے غیر اللہ سے مدد طلب کرنا، غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا، قرآن کے ناقص ہونے کا عقیدہ رکھنا اور علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو سے کام لینا وغیرہ) کے مرتکب کے پیچھے نماز درست نہیں۔ (۳)

اہل بدعت کی مساجد میں نماز

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) کسی نے دریافت کیا کہ کیا ان مساجد کو چھوڑا جا سکتا ہے جن میں بکثرت بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے۔ تو کمیٹی نے جواب دیا کہ مسلمان کو چاہیے کہ حتی الامکان ان بدعات کو ختم کرنے کی کوشش کرے اور اگر یہ ناممکن ہو تو پھر ان مساجد کو چھوڑ کر ایسی مساجد میں نماز پڑھے جن میں بدعات کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ (۴)

اہل بدعت کی تعظیم

(شیخ صالح الفوزان) اہل بدعت کی تعظیم اور تعریف و توصیف جائز نہیں خواہ ان کے پاس کچھ حق بھی موجود ہو کیونکہ ان کی تعریف و توصیف ان کی بدعات کی ترویج و اشاعت کا ذریعہ بنے گی اور ان کی تعظیم کے دھوکے میں آ کر جاہل لوگ ان کی بدعات پر عمل شروع کر دیں گے۔ (۵)

اہل بدعت سے شادی

بدعتِ مکفرہ کا مرتکب چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اس لیے اس سے کسی مسلمان کی شادی جائز نہیں۔ البتہ بدعتِ مفسقہ کا مرتکب اگرچہ نافرمان تو ہے مگر مسلمان ہے اس لیے اس سے شادی جائز ہے۔ لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ اس کو ترجیح دی جائے جو متبع سنت ہو اور ہر طرح کی بدعات و خرافات سے بچنے والا ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو ترجیح دینے کی ترغیب دلائی ہے۔ (۶) علاوہ ازیں کسی بدعتی کے ساتھ شادی کرنے سے اس کی بدعات میں

---

(۱) [بخاری (٦٩٥) کتاب الاذان]
(۲) [مجموع فتاوی ابن باز (۱۱۸/۱۲)]
(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة (۲۹۱/٦)]
(٤) [فتاوی اسلامية (۲۱/۲)]
(٥) [ملخص از، البدع والمحدثات وما لا أصل له (ص: ۱۵۳-۱۵۵)]
(٦) [بخاری (۵۰۹۰) کتاب النکاح: باب الإکفاء فی الدین ' مسلم (۱٤٦٦)]

مبتلا ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ کیونکہ زوجین باہمی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ انسان جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسی کے دین پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿ الرَّجُلُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ ﴾ ”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لٰہذا تمہارے ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی لگا رہا ہے۔“(۱)

لٰہذا (اگرچہ بدعتِ مفسقہ کے مرتکب کے ساتھ شادی جائز تو ہے مگر) صرف متبع سنت دیندار کو ترجیح دینا ہی زیادہ بہتر ہے۔

اہل بدعت کے جنازے میں شرکت

بدعتِ مکفرہ کا مرتکب چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ﴾ [التوبة : ٨٤] ”ان (کفار ومنافقین) میں سے کوئی مر جائے تو آپ (ﷺ) اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔“

(شیخ سلیم ہلالی) کفار ومنافقین کی نماز جنازہ پڑھنا اور مشرکین کے لیے استغفار کرنا حرام ہے۔(۲)

علاوہ ازیں بدعتِ مفسقہ کے مرتکب کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ وہ مسلمان شمار ہوتا ہے اگرچہ نافرمان ہے، البتہ ایسے نافرمانوں کے بارے میں ائمہ سلف کی رائے یہ ہے کہ اشراف طبقے اور بزرگ علما کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے بچنا چاہیے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو سکے۔(۳) جیسا کہ نبی ﷺ نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی نماز جنازہ خود تو نہیں پڑھائی تھی مگر دوسروں سے کہا تھا کہ ﴿ صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ ﴾ ”تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔“(۴)

---

(۱) [**حسن** : صحیح الجامع الصغیر (٣٥٤٥) ابو داود (٤٨٣٣) ترمذی (٢٣٧٨)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (٢/٢٤)]

(۳) [نيل الأوطار (٧٠٠/٢) المغني لابن قدامة (٥٠٤/٣) أحكام الجنائز للألباني (ص/١٠٨-١٠٩)]

(٤) [**صحيح** : التعليقات الرضية على الروضة الندية (٤٤٧/١) أبو داود (٢٧١٠) كتاب الجهاد : باب في تعظيم الغلول ' ابن ماجة (٢٨٤٨) كتاب الجهاد : باب الغلول ' نسائي (٦٤/٤) مؤطا (٤٥٨/٢)]

باب البدعات المعروفة في المسائل المختلفة

مختلف مسائل میں معروف بدعات کا بیان

بدعات یا تو عقائد سے متعلقہ ہوتی ہیں یا اعمال سے ۔ اگر عقائد سے متعلقہ ہوں تو اعتقادی بدعات اور اگر اعمال سے متعلقہ ہوں تو عملی بدعات کہلاتی ہیں ۔ اہل علم کے نزدیک اعتقادی بدعات کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جبکہ عملی بدعات کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ فاسقوں میں شمار ہوتا ہے ۔ آئندہ اوراق میں بدعات کی ان دونوں قسموں کے تحت آنے والی کچھ بدعات کا ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ جہاں ایک طرف ان اقسام کی مزید توضیح ہو سکے وہاں دوسری طرف قارئین ان بدعات کو ذہن نشین کر کے ان سے بچنے کی بھی کوشش کر سکیں ۔ چونکہ اتباع سنت اور اجتنابِ بدعت کے حوالے سے عرب مفتیان نے خصوصی خدمات انجام دی ہیں اس لیے یہاں بدعات کی جمع و ترتیب کے لیے اکثر و بیشتر انہی کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اعتقادی بدعات

❀ **بدعتِ خوارج:** خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ظاہر ہونے والا ایک گمراہ فرقہ ہے ۔ انہوں نے جو اعتقادی بدعات جاری کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی بھی گناہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ کا ہی ارتکاب کرے، دنیا میں اس کا خون حلال ہے یعنی اسے قتل کیا جا سکتا ہے اور آخرت میں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

❀ **بدعتِ قدریہ:** قدریہ فرقہ کا ظہور عہد صحابہ کے اواخر میں ہوا ۔ ان کی جاری کردہ خصوصی بدعت یہ تھی کہ تقدیر الٰہی کا بندوں کے افعال سے کوئی تعلق نہیں، بالفاظِ دیگر ان لوگوں نے تقدیر کا انکار کر دیا۔

❀ **بدعتِ معتزلہ:** معتزلہ عہد تابعین کے اوائل میں ظاہر ہونے والا ایک عقل پرست فرقہ ہے ۔ اس کی جاری کردہ خصوصی بدعت یہ تھی کہ کسی بھی گناہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ کفر و اسلام کے درمیانی مقام پر ہوتا ہے ۔ لہٰذا دنیا میں اس سے نہ تو مسلمانوں جیسا سلوک کیا جائے (یعنی محبت، رشتہ داریاں اور دیگر تعلقات وغیرہ) اور نہ ہی کفار جیسا (یعنی اسے قید میں ڈالنا یا قتل کرنا وغیرہ) اور اگر وہ گناہوں کے ارتکاب پر ہی فوت ہو گیا تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

❀ **بدعتِ رافضہ:** رافضہ (یعنی شیعہ) کی بدعات عہد صحابہ کے اواخر میں ظاہر ہوئیں ۔ انہوں نے خصوصاً اس بدعی اعتقاد کا اظہار کیا کہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے زیادہ علی رضی اللہ عنہ خلافت کا استحقاق رکھتے تھے اور ان حضرات نے علی رضی اللہ عنہ سے خلافت چھین کر ان پر ظلم کیا ہے ۔ لہٰذا علی رضی اللہ عنہ مظلوم اور یہ ظالم ہیں ۔ علاوہ ازیں رافضہ نے علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بہت سی جھوٹی روایات گھڑ کر بھی اعتقادی بدعات میں بہت اضافہ کیا۔

❀ **بدعتِ اشعریہ:** اشعری فرقہ کی ایجاد کردہ بدعات صفاتِ باری تعالیٰ کے انکار پر مبنی ہیں۔ انہوں نے صرف انہی صفات کا اقرار کیا جو ان کی عقل کے مطابق تھیں اور بلاشبہ یہ دین میں بہت بڑی بدعت ہے کہ دینی معاملات حتی کہ غیبی اُمور میں بھی عقل کو ہی معیار و کسوٹی مقرر کر لیا جائے۔

❀ **بدعتِ جبریہ:** فرقہ جبریہ نے اس بدعی اعتقاد کا اظہار کیا کہ انسان گناہوں پر مجبور کیا گیا ہے، اسے بذاتِ خود کوئی اختیار حاصل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ وہ فلاں فلاں گناہ کرے گا۔ اب ان گناہوں کے ارتکاب پر اگر اسے سزا دی جائے تو یقیناً یہ ظلم ہوگا۔ یوں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ظالم قرار دے دیا کہ جس کا یہ واضح اعلان ہے کہ وہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

❀ **بدعتِ مرجئہ:** مرجئہ وہ فرقہ ہے جس میں رجا و امید کا پہلو غالب ہے۔ انہوں نے یہ بدعت جاری کی کہ انسان اگر موحد ہو تو اسے گناہ کچھ نقصان نہیں دیتے بلکہ اسے اللہ کی رحمت سے پر امید رہنا چاہیے، خواہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہو جائیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جیسے شرک کی موجودگی میں کوئی نیک عمل نفع نہیں دیتا اسی طرح توحید کی موجودگی میں کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا۔

❀ **بدعتِ غلو:** بزرگوں کی عقیدت میں غلو ایسی بدعت ہے جو بعض اوقات کفر و شرک تک پہنچا دیتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جاہل مسلمانوں نے قبروں کو پختہ بنا لیا، ان پر عمارتیں اور مساجد تعمیر کر لیں، انہیں نقش و نگار کے ساتھ مزین کر دیا اور پھر انہی قبر والوں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر پکارنا شروع کر دیا جیسے کہ یا حسین! یا علی! یا غوث اعظم! یا عبدالقادر جیلانی وغیرہ جیسے الفاظ معروف ہیں۔

❀ **بدعتِ تصوف:** یہ بدعت بھی عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ مسلمانوں کے ایک گروہ پر زہد و تقویٰ کا غلبہ ہو گیا، وہ دنیاوی زیب و زینت اور نفسانی خواہشات سے اعراض کرنے لگے اور کھردرے کپڑے زیب تن کرنے لگے، اس وقت ایسے کپڑے اُون سے بنائے جاتے تھے (جسے عربی میں صوف کہتے ہیں) اسی لیے انہی صوفیا کے نام سے پکارا جانے لگا۔

ان کی جاری کردہ بدعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے خشوع و خضوع کے اظہار اور وجد کی کیفیت طاری کرنے کے لیے آلاتِ طرب اور رقص و سرود کی محافل قائم کرنی شروع کر دیں اور مخصوص انداز میں گانے بجانے کی بھی اجازت دے دی۔ ائمہ سلف نے ان کے اس سماع کو شیطانی سماع قرار دیا اور ان کی پر زور مذمت کی۔ لیکن یہ سلسلہ کسی نہ کسی طرح جاری ہی رہا جو تا حال جاری و ساری ہے۔

❀ **بدعتِ وحدۃ الوجود:** یہ بدعت انتہائی برے عقیدے پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ وجود ایک ہی ہے، خالق بعینہٖ مخلوق بھی ہے، اللہ اور مخلوق کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ خالق نے تمام مخلوقات میں حلول کر

لیا ہے اس لیے یہ لوگ ہر چیز کی پرستش کرتے ہیں حتی کہ بعض علما نے ذکر کیا ہے کہ کتے، بندر، خنزیر اور شیر الغرض ہر چیز ان کا معبود ہے۔ یہ گروہ آج بھی موجود ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتا ہے حالانکہ ان کا گناہ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں سے بھی بڑھ کر ہے کہ جسے کوئی عقل سلیم بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔(۱)

درج بالا بدعات کے علاوہ مزید چند اعتقادی بدعات درج ذیل ہیں:

- گلے میں تعویذ وغیرہ لٹکانا اور یہ سمجھنا کہ یہ حصولِ منفعت اور دفعِ ضرر کا ذریعہ ہے۔
- بدفالی اور شکونِ بد لینا۔
- حاضریٔ اَرواح کا عقیدہ رکھنا۔
- اصحابِ رسول پر کفر کے فتوے لگانا اور ان کی مذمت و برائی کا بیان جائز سمجھنا۔
- یہ اعتقاد رکھنا کہ اولیاء اللہ کو غیب کا علم ہے، ان کی نذریں ماننا اور ان کی قبروں پر جانور ذبح کرنا۔
- عذابِ قبر کا انکار وغیرہ وغیرہ۔

عملی بدعات

وضوء سے متعلقہ بدعات:

- لفظوں کے ساتھ وضوء کی نیت کرنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ ایسا کچھ بھی نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ نیز نیت کی جگہ دل ہے، لفظوں کے ساتھ مطلقاً اس کا کوئی تعلق نہیں۔(۲)
- وضوء کے دوران اعضاء دھوتے ہوئے دعا پڑھنا (جیسے اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ... وغیرہ)۔ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کے فتویٰ کے مطابق وضوء کے دوران ایسی تمام دعائیں بدعات ہیں۔(۳) اور شیخ صالح الفوزان نے فرمایا ہے کہ ایسی کوئی دعا نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔(٤)
- دورانِ وضوء گردن کا مسح۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔(٥)

اذان سے متعلقہ بدعات:

- میت کی قبر میں کھڑے ہو کر اذان واقامت کہنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ یہ ایسی بدعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔(٦)

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: البدع والمحدثات فی العقائد والأعمال، از شیخ ابن جبرین (ص: ۲۳)]

(۲) [کتاب الدعوۃ (۱/۵۱)]

(۳) [فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (رقم الفتوی / ۲۰۸۸)]

(٤) نور علی الدرب فتاوی الشیخ فوزان (۳/٤۱)]

(٥) [البدع والمحدثات ومالا اصل له (ص: ٦۳۷)]

(٦) [مجموع فتاوی ابن باز (۱/٤۳۹)]

✧ نمازِ عیدین اور نمازِ استسقاء کے لیے اذان واقامت کہنا۔ شیخ ابن جبرینؒ نے اس عمل کو بدعت کہا ہے کیونکہ ان دونوں نمازوں کے لیے اذان کہلوانا نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔(۱)

✧ اذان سے پہلے صلاۃ وسلام پڑھنا۔ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ عمل نہ تو عہدِ رسالت میں کیا گیا اور نہ ہی عہدِ خلفائے راشدین میں بلکہ یہ بعد کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔(۲)

✧ اذان سے پہلے اعوذ باللہ یا بسم اللہ پڑھنا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی کے مطابق دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔(۳)

✧ دورانِ اذان اشهد أن محمدا رسول الله کے الفاظ سن کر انگوٹھے چومنا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی کا کہنا ہے کہ یہ عمل نبی ﷺ سے ثابت نہیں اس لیے بدعت ہے۔(٤)

✧ اذان میں ان الفاظ کا اضافہ اشهد أن عليا ولي الله اور حي على خير العمل وغیرہ۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح احادیث سے ثابت اذان میں یہ الفاظ موجود نہیں اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔(٥)

❀ نماز سے متعلقہ بدعات:

✧ لفظوں کے ساتھ نماز کی نیت کرنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت اور گناہ ہے، سنت یہ ہے کہ دل میں نیت کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر مخفی چیز سے باخبر ہے۔(٦)

✧ نماز کے بعد باآواز بلند اجتماعی استغفار۔ شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد انفرادی استغفار ثابت ہے اجتماعی نہیں، اس لیے بلند آواز سے اجتماعی استغفار بدعت ہے۔(٧)

✧ مسجد میں ہمیشہ ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کرانا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے اسے بدعت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر دوام کے بغیر کبھی جماعت کے بعد لوگ اکٹھے ہو جائیں اور جماعت کرالیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(۸)

✧ فرض نمازوں کے بعد ہمیشہ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت شریعت میں موجود نہیں۔(۹) اور شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عمل نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی آپ کے صحابہ سے۔(۱۰)

✧ امام کے ولا الضالين کہنے پر مقتدیوں کا رفع الیدین کرنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عمل مشروع نہیں

---

(۱) [البدع والمحدثات وما لا أصل له (ص: ۱۸۸)]
(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى: ۷۹۲٦)]
(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى: ٦۳۲۱)]
(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى: ٦۷٥٦)]
(٥) [مجموع فتاوى ابن باز (٢٦١/٤)]
(٦) [فتاوى اسلامية (٣١٥/١)]
(٧) [نور على الدرب فتاوى صالح الفوزان (٢٣/١)]
(٨) [لقاء الباب المفتوح (١٦/٤١)]
(٩) [فتاوى اسلامية (٣١٨/١)]
(۱۰) [فتاوى اسلامية (٣١٩/١)]

بلکہ بدعت ہے۔(۱)

✧ تشہد میں لفظِ سیدنا کا اضافہ۔جیسے اللهم صل علی سیدنا محمد ...۔شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں کہ یہ اہل بدعت کے زیادہ کردہ الفاظ ہیں۔(۲)

✧ قضاء عمری ادا کرنا۔یعنی ایسی نماز جو سابقہ فوت شدہ تمام نمازوں کی قضا کی حیثیت سے ادا کی جاتی ہے۔ سعودی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ نماز کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔یہ نماز نہ تو نبی ﷺ نے کبھی ادا کی، نہ صحابہ نے اور نہ ہی ہدایت یافتہ ائمہ نے،اس لیے یہ بدعت ہے۔(۳)

✧ نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کا وِرد۔شیخ صالح الفوزان نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے،اس کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں۔(٤)

۞ زکوٰۃ وصدقات سے متعلقہ بدعات:

✧ ماہِ رجب کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے خاص کرنا۔شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی اس عمل کو نیکی اور ثواب سمجھ کر کرے تو یہ بدعت ہے،البتہ اگر کسی کے مال پر ماہِ رجب میں ہی سال پورا ہو تو پھر اس ماہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں۔(٥)

✧ صدقہ وخیرات کے لیے جمعرات کا دن خاص کرنا۔سعودی فتویٰ کمیٹی نے فتویٰ دیا ہے کہ صدقہ کے لیے اس دن کی تخصیص غیر مشروع ہے۔(٦)

۞ روزوں سے متعلقہ بدعات:

✧ ماہِ رجب میں نفلی روزوں کی کوئی خاص فضیلت سمجھنا۔کیونکہ اس ماہ میں روزوں کی کوئی بھی خاص فضیلت ثابت نہیں۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ بطورِ خاص رجب کے روزے رکھنے کے متعلق تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔اہل علم ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔(۷) امام ابن قیمؒ نے فرمایا ہے کہ رجب کے روزے اور اس کی کچھ راتوں میں قیام کے متعلق جتنی بھی احادیث بیان کی جاتی ہیں وہ تمام جھوٹ اور بہتان ہیں۔(۸) حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ ایسی کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں جو ماہ رجب میں مطلقاً روزے رکھنے یا رجب کے کسی معین دن کا روزہ رکھنے یا اس کی کسی رات کے قیام کی فضیلت پر دلالت کرتی ہو۔(۹) سعودی فتویٰ کمیٹی نے یہ

---

(۱) [مجلة الدعوة عدد ۱٦۱۸ ، ص : ۳٥)]
(۲) [نور علی الدرب فتاوی صالح الفوزان (۱۳/۲)]
(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة (رقم الفتوی : ۲٤۳۸)]
(٤) [المنتقی من فتاوی الشیخ صالح الفوزان (٤/۲)]
(٥) [البدع والمحدثات وما لا أصل له (ص : ٤٦۱)]
(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة (۱۰۸/۹)]
(۷) [مجموع الفتاویٰ (۲۹۰/۲۰)]
(۸) [المنار المنيف (ص ۹٦)]
(۹) [تبيين العجب (ص ۱۱)]

فتویٰ دیا ہے کہ ماہِ رجب میں روزوں کی فضیلت کے بارے میں بطورِ خاص احادیث ثابت نہیں۔(۱)

حج وعمرہ سے متعلقہ بدعات:

✧ دورانِ طواف رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ سنت تو یہ ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کیا جائے لیکن جو لوگ رکن عراقی اور رکن شامی کا بھی استلام کرتے ہیں وہ بدعت کے مرتکب ہیں۔(۲)

✧ حجرۂ نبوی کو تبرک کی غرض سے چھونا اور اسے بوسہ دینا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ اس طرح کے تمام افعال غیر مشروع ہیں۔(۳)

✧ مسجد حرام اور مسجد نبوی کی دیواروں، دروازوں اور کھڑکیوں سے تبرک حاصل کرنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔(٤)

✧ طواف کے ہر چکر میں کوئی خاص دعا پڑھنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے اور دورانِ طواف نبی ﷺ سے اس دعا کے علاوہ اور کوئی دعا ثابت نہیں ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ...﴾۔(٥)

✧ رمضان کی ستائیسویں رات کو عمرہ کے لیے خاص کرنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنے کی جو فضیلت نبی ﷺ سے ثابت ہے وہ رمضان کے اول و آخر سب کو شامل ہے۔ البتہ رمضان کی ستائیسویں رات کو عمرہ کے لیے خاص کرنا بدعت ہے۔(٦)

✧ تبرک کی غرض سے کعبہ کے پردوں کو پکڑنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ اس عمل کی سنت میں کوئی اصل موجود نہیں اس لیے یہ بدعت ہے۔(۷)

✧ طوافِ وداع کے بعد الٹے پاؤں مسجد سے باہر نکلنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ ایسا کوئی کام نبی ﷺ نے نہیں کیا اس لیے یہ بدعت ہے۔(۸)

✧ میدانِ عرفات میں دو خطبوں کا انعقاد۔ شیخ صالح الفوزان نے فرمایا ہے کہ میدانِ عرفات میں ایک ہی خطبہ ثابت ہے۔ لہٰذا اگر تاخیر سے آنے والے لوگ بعد میں دوسرے خطبہ کا انعقاد کریں تو یہ بدعت ہے۔(۹)

✧ جمرات کو ماری جانے والی کنکریوں کو دھونا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ انہیں دھونے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کوئی ثواب کی نیت سے انہیں دھوئے گا تو یہ بدعت ہے۔(۱۰)

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة (رقم الفتوی: ٢٦٠٨)]
(۲) [فقه العبادات (ص: ٣٥٢)]
(۳) [فقه العبادات (ص: ٣٤٩)]
(٤) [مجموع فتاوی ابن باز (١٠٧/٩)]
(٥) [فقه العبادات (ص: ٣٥٠)]
(٦) [دروس وفتاوی في الحرم (ص: ١٨٢)]
(۷) [دليل الأخطاء التي يقع فيها الحاج والمعتمر (ص: ٤٣)]
(۸) [فقه العبادات (ص: ٤٠١)]
(۹) [الفتاوی لفضيلة الشيخ صالح الفوزان (٢٠/٢)]
(۱۰) [فقه العبادات (رقم: ٦٤٦)]

جنازے سے متعلقہ بدعات:

✧ تعزیت کے لیے میت کے گھر میں اکٹھے ہونا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ سلف صالحین کے ہاں اس عمل کی کوئی اصل موجود نہیں اور نہ ہی یہ مشروع ہے۔(۱)

✧ میت کے کانوں میں اذان دینا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے اسے بدعت کہا ہے۔(۲)

✧ میت کی وفات کے ہفتہ بعد، چالیس دن بعد یا سال بعد اکٹھے ہونا (اور ختم وغیرہ دلوانا)۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عمل نہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے، نہ صحابہ سے اور نہ ہی سلف صالحین سے بلکہ یہ بدعت ہے اور کفار کی عادات میں سے ہے۔(۳)

✧ ماتم کرنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ ماتم تین دن ہو، ہفتہ ہو یا چالیس دن سب بدعت ہے۔(٤) ماتم شرعی کام نہیں بلکہ شریعت کا منع کردہ کام ہے۔(٥)

✧ میت کو اپنی نمازوں وغیرہ کا ثواب ہدیہ کرنا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ عمل جائز نہیں بلکہ بدعت ہے کیونکہ نبی ﷺ اور صحابہ سے ثابت نہیں۔(٦)

✧ قبروں پر عمارت بنانا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ منکر بدعت ہے، اس میں قبر میں مدفون شخص کی تعظیم میں غلو ہے اور یہ شرک کا ذریعہ ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔(۷)

✧ عیدین اور جمعہ کے دن کو زیارتِ قبور کے لیے خاص کرنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں لہٰذا اسے بدعت ہی شمار کیا جائے گا۔(۸)

✧ میت کو ایسے کپڑے سے ڈھانپنا جس میں قرآنی آیات لکھی ہوں۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں قرآن کی بے حرمتی ہے جبکہ میت کو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی یہ عمل شریعت اور سلف صالحین سے ثابت ہے اس لیے اس سے بچنا واجب ہے۔(۹)

✧ قبروں پر کھانا اور پھل تقسیم کرنا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی کے فتویٰ کے مطابق یہ بدعت ہے۔(۱۰)

✧ میت کو ایصالِ ثواب کی غرض سے قرآن خوانی کے لیے اکٹھے ہونا۔ شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں کہ تلاوتِ قرآن اگرچہ بہت اجر و ثواب کا کام ہے لیکن میت کو ثواب پہنچانے کے لیے اس طرح اکٹھے ہو کر قرآن خوانی

---

(۱) [فتاوى التعزية (ص : ٤٧)]
(۲) [فتاوى التعزية (ص : ۹)]
(۳) [فتاوى اسلامية (١٤٣/١)]
(٤) [مجموع فتاوى ابن عثيمين (٣٠٥/٢)]
(٥) [فتاوى صالح الفوزان (٧٧/١)]
(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى : ٧٤٨٢)]
(٧) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى : ٧٢١٠)]
(٨) [سبعون سوالا في احكام الجنائز (ص : ٤٢)]
(٩) فتاوى التعزية (ص : ٢٢)]
(١٠) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى : ٦١٦٧)]

کرنے کی کوئی دلیل موجود نہیں، اس لیے یہ عمل بدعت ہے۔(۱)

✧ نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعا کرانا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی نے فتویٰ دیا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد وہیں کھڑے ہو کر استغفار کرنا اور قبروں کی زیارت کے وقت مخصوص دعا کرنا تو ثابت ہے لیکن نماز جنازہ کے فوراً بعد دوبارہ دعا کرنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں، اس لیے یہ بدعت ہے۔(۲)

✧ میت کو تابوت میں دفن کرنا۔ شیخ ابن جبرین فرماتے ہیں کہ اگر کچھ لوگ یہ کام کرتے بھی ہیں تو یہ بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، صحابہ نے نہ تو نبی ﷺ کے ساتھ ایسا کیا اور نہ ہی کسی اور مسلمان کے ساتھ۔(۳)

✧ جنازہ لے جاتے وقت اونچی آواز سے لا الہ الا اللہ کہنا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عمل مستحب نہیں اور سعودی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ صحابہ کا عمل یہ تھا کہ خاموشی سے جنازے کو قبرستان کی طرف لے جایا کرتے تھے۔(٤)

✧ قرآن خوانی کی غرض سے قبروں کی زیارت کرنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن خوانی، نماز پڑھنے یا جانور ذبح کرنے کے لیے قبروں کی زیارت بدعت اور شرک کا ذریعہ ہے۔(٥)

✧ میت پر نوحہ خوانی کرنا اور رونا پیٹنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ انتہائی قبیح عادت اور بدعتِ ضالہ ہے۔ مسلمان پر تو یہ واجب ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہے اور صبر سے کام لے۔(٦)

✧ میت کی قبر پر سورۂ یٰس کی تلاوت کرنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور اسی طرح تدفین کے بعد تلاوتِ قرآن بھی سنت سے ثابت نہیں۔(۷)

✧ مردوں کے لیے فاتحہ خوانی کرانا۔ شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں کہ والدین یا دوسرے فوت شدگان کے لیے فاتحہ خوانی کرانا بدعت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔(۸)

✧ قبر پر ٹہنی لگانا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے اور نبی ﷺ نے جو قبر پر ٹہنی لگائی تھی وہ عمل آپ کے ساتھ ہی خاص تھا کیونکہ آپ کے علاوہ کسی اور کے ٹہنی لگانے سے عذاب میں تخفیف نہیں ہو سکتی۔(۹)

❁ اذکار وادعیہ سے متعلقہ بدعات:

✧ اکٹھے ہو کر اونچی اونچی آواز سے اللہ، اللہ کا ذکر کرنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ اس عمل کی شریعت میں کوئی

---

(۱) [فتاوی صالح الفوزان (۱/۹۲)] (۲) [فتاوی اسلامیۃ (۱/۳۰۰)]
(۳) [البدع والمحدثات وما لا اصل له (ص: ۳۲۱)] (٤) [فتاوی اسلامیۃ (۲/٤۹)]
(٥) [مجموع فتاوی ابن باز (٤/٣٤٤)]
(٦) [کتاب سؤال وجواب من برنامج نور علی الدرب (۱/۱۹)] (۷) [فتاوی التعزیۃ (ص: ۳٥)]
(۸) [نور علی الدرب فتاوی صالح الفوزان (۳/٦٥)] (۹) [سبعون سوالا فی أحکام الجنائز (ص: ۳۳)]

اصل موجود نہیں بلکہ یہ نئی ایجاد کردہ بدعت ہے۔(۱)

✧ نماز کے بعد اجتماعی طور پر باآواز بلند نبی ﷺ پر درود پڑھنا۔سعودی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نماز فرض ہو یا نفل یا نماز تراویح کی رکعات کے درمیان اجتماعی طور پر اذکار یا نبی ﷺ پر درود بھیجنا نئی ایجاد کردہ بدعت ہے۔(۲)

✧ اجتماعی طور پر پتھروں وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا۔شیخ ابن بازؒ نے اس عمل کو بدعت کہا ہے۔(۳)

✧ نبی ﷺ کے مقام و مرتبے کے وسیلے سے دعا مانگنا۔شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کیونکہ یہ بدعت ہے،اس کی کوئی دلیل موجود نہیں اور یہ شرک کا ذریعہ بھی ہے۔(٤)

قرآن سے متعلقہ بدعات:

✧ قرآنی تعویذ لٹکانا۔شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح رائے کے مطابق تعویذ لٹکانا 'خواہ قرآنی آیات کے ہوں یا احادیثِ نبویہ کے' حرام ہے۔(٥)

✧ قرآن کو بوسہ دینا۔سعودی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ہمارے علم کے مطابق شریعت میں اس عمل کی کوئی اصل موجود نہیں۔(٦)

✧ نماز میں ختم قرآن کی دعا کرانا۔شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ نماز میں ختم قرآن کی دعا کے متعلق سنتِ رسول میں کوئی اصل موجود ہو۔(۷)

✧ قبرستان میں قرآن کی تلاوت کرنا۔شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں کہ قبروں میں قرآن کی تلاوت کرنا نئی ایجاد کردہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(۸)

✧ تلاوتِ قرآن کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا۔شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ سنتِ نبوی اور عملِ صحابہ میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں۔اس میں شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ثنا ہی ہے مگر یاد رہے کہ اللہ کی ثنا عبادت ہے اور عبادت کے لیے شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں تو پھر وہ عبادت غیر مشروع قرار پائے گی۔لہٰذا کسی مسلمان کے لیے مسنون نہیں کہ وہ تلاوتِ قرآن کے بعد صدق اللہ العظیم کہے۔(۹)سعودی فتویٰ کمیٹی نے بھی اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے۔(۱۰)

✧ نظر بد اور خطرات سے بچنے کے لیے گاڑی میں قرآن رکھنا۔شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے،

---

(۱) [فتاوی نور علی الدرب (۳٥۸/۱)]
(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة (رقم الفتوی / ٦۲٦۰)]
(۳) [فتاوی نور علی الدرب (۳۷۱/۱)]
(٤) [مجلة الدعوة عدد ۱٤۹۸، ص: ۲۹)]
(٥) [فتاوی اسلامیة (۹٥:۱)]
(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة (رقم الفتوی: ۱٤۷۲)]
(۷) [مجموع فتاوی ابن عثیمین (٥۲۰:۱)]
(۸) [مجلة الدعوة عدد ۱٥۸۲، ص: ۳۷)]
(۹) [فتاوی اسلامیة (۱۷:٤)]
(۱۰) [فتاوی اللجنة الدائمة (رقم الفتوی: ۳۳۰۳)]

صحابہ نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ نظر بد اور خطرات وغیرہ سے بچنے کے لیے قرآن ساتھ رکھتے ہوں۔(۱)

مخصوص دنوں اور راتوں سے متعلقہ بدعات:

✧ ستائیس رجب کو شب معراج منانا اور دن میں روزہ اور رات کو قیام کرنا۔اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ قابل ذکر ہے کہ شب معراج کی تاریخ تو کجا اس کے مہینے میں بھی اختلاف ہے۔کچھ نے معراج کے لئے ربیع الاوّل، کچھ نے محرم اور کچھ نے رمضان کا ذکر کیا ہے۔(۲) جب شب معراج کے مہینے میں ہی اختلاف ہے تو اس کی تاریخ کا تعین کیسے کیا جا سکتا ہے؟

دوسرے یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ شب معراج ۲۷ رجب ہی ہے تب بھی اس دن کا خصوصی روزہ، قیام، محافل ومجالس اور چراغاں وغیرہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ بات طے ہے کہ معراج مکہ میں ہوئی اور اس کے بعد تقریباً تیرہ برس نبی کریم ﷺ صحابہ میں موجود رہے۔اگر اس دن کوئی خاص عمل باعث برکت وفضیلت ہوتا تو سب سے پہلے اسے نبی کریم ﷺ اختیار کرتے جبکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اس دن کا کوئی بھی خاص عمل نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے۔تو اس دن کو بعض اعمال کے لئے خاص کرنا دین میں نئی ایجاد کردہ بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا ایسی تمام بدعات وخرافات سے خود بھی بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی بچانا چاہئے۔شیخ ابن بازؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔(۳)

✧ ماہِ رجب کو بعض عبادات جیسے صلاۃ الرغائب وغیرہ کے لیے خاص کرنا۔صلاۃ الرغائب وہ نماز ہے جو رجب کے پہلے جمعہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان ادا کی جاتی ہے۔یہ نماز ماہ رجب کی ایک بدعت ہے۔نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔یہی باعث ہے کہ اہل علم نے اسے بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔چنانچہ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ صلاۃ الرغائب کے نام سے موسوم نماز جو رجب کے پہلے جمعہ کو ادا کی جاتی ہے، قبیح بدعت ہے۔(٤) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس نماز کو ائمہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق غیر مشروع کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اس طرح کی نماز بدعتی اور جاہل کے سوا کوئی ادا نہیں کرتا۔(٥) سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کے مطابق بھی یہ نماز خودساختہ اور بدعت ہے۔(٦)

✧ پندرہ شعبان کی رات کو عبادت کے لیے خاص کرنا۔سعودی فتویٰ کمیٹی نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ بدعت ہے اور دین میں نئی ایجاد ہے۔(۷)

---

(۱) [البدع والمحدثات وما لا أصل له (ص: ۲۵۹)]
(۲) [الرحيق المختوم (ص: ۱۳۷)]
(۳) [مجموع فتاوى ابن باز (۱۸۸/۱)]
(٤) [المجموع للنووي (۵٤۸/۳)]
(٥) [الفتاوى الكبرى (۲۳۹/۲)]
(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة (۲۸۱/٤)]
(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى: ۲۲۲۲)]

✧ پندرہ شعبان کو صدقہ وغیرہ کے لیے خاص کرنا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی نے اسے بدعت کہا ہے۔(۱)

✧ ستائیس رمضان المبارک کی رات کو شب قدر سمجھتے ہوئے بطورِ خاص محافل ومجالس کا انعقاد کرنا۔ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔ کیونکہ رمضان کی ستائیسویں رات کو نبی ﷺ نے شب قدر قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس دن خصوصی مجالس کا انعقاد ثابت ہے اس لیے اس عمل سے بچنا چاہیے۔(۲)

✧ بارہ ربیع الاول کے روز محفلِ میلاد کا انعقاد۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی تقریب منانا جائز نہیں کیونکہ یہ دین میں نئی ایجاد کردہ بدعت ہے۔ نہ تو رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا، نہ خلفائے راشدین نے، نہ دوسرے صحابہ نے اور نہ ہی تابعین نے۔ حالانکہ یہ لوگ سب سے زیادہ سنت سے واقف تھے اور سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت میں کامل تھے۔(۳)

❀ متفرق بدعات:

✧ قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے وضوء کرنا۔ سعودی فتویٰ کمیٹی نے فتویٰ دیا ہے کہ نبی ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے وضوء کیا ہو اور نہ ہی یہ سلف صالحین سے ثابت ہے، لہٰذا جو اسے لازم سمجھتا ہے وہ بدعتی ہے۔ البتہ اگر کوئی اس بدعت کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔(۴)

✧ مویشیوں کی گردنوں میں دھاگے اور تعویذ وغیرہ باندھنا۔ شیخ ابن جبرینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے اور شرک کا ذریعہ ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے جانوروں کی گردنوں سے دھاگے کاٹ دینے کا حکم دیا تھا۔(۵)

✧ عقدِ نکاح کے وقت سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے اور سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی بھی سورت اسی مقام پر پڑھی جائے گی جہاں پڑھنے کی شریعت نے رہنمائی کی ہے۔(۶)

✧ سلام کے بعد ہاتھ چومنا اور اسے سینے پر رکھنا۔ شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی یہ عمل اجر وثواب کی نیت سے کرتا ہے تو یہ بدعت ہے۔(۷)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى : ۹۷٦۰)]
(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى : ۹۷٦۱)]
(۳) [مجموع فتاوى ابن باز (۱/۱۸۳)]
(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم الفتوى : ۱۲۷۵)]
(٥) [البدع والمحدثات وما لا أصل له (ص : ٤۱۷)]
(٦) [كتاب سؤال وجواب من برنامج نور على الدرب (۲/۸٤)]
(۷) [فتاوى اسلامية (٤/٤۰۸)]

باب المسائل المتفرقة عن السنة والبدعة

سنت اور بدعت سے متعلق مختلف مسائل کا بیان

حدیث کا نزول کیسے ہوا؟

سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن بازؒ اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ حدیث کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے بذریعہ وحی اپنے نبی پر نازل فرمایا ہے۔(۱) اس کی ایک دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے جبہ پہنا ہوا تھا جس پر خلوق یا زردی کا نشان تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھے عمرہ میں آپ کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس کے بعد آپ پر وحی اترنا شروع ہوگئی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جب وحی اترنا بند ہوئی تو آپ نے فرمایا ''تم اپنا جبہ اتارو، زردی کا نشان صاف کرو اور جس طرح حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرے میں بھی کرو (یعنی نزولِ وحی کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا، جو صرف حدیث میں ہی ہے قرآن میں نہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث بھی بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے)۔''(۲)

کیا حدیث پڑھنے میں اجر ہے؟

شیخ ابن بازؒ نے فرمایا ہے کہ ہاں، قرآن یا سنت کے ذریعے کوئی بھی علم سیکھنا اور سکھانا باعث اجر ہے۔ قرآن کریم کے متعلق تو بہت سی احادیث واضح ہیں (جیسے ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں وغیرہ) اسی طرح سنت کو سیکھنے اور پڑھنے میں بھی اجر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ ﴾ ''جو شخص طلبِ علم کے لیے کسی راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان بنا دیتے ہیں۔''(۳) یہ حدیث ثبوت ہے کہ دینی علم کا حصول جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے اور دینی تعلیم یا تو قرآن کریم کے ذریعے حاصل ہوتی یا پھر سنت کے ذریعے۔ اس لیے احادیث حفظ کرنا، ان کا مذاکرہ کرنا اور ان کی تعلیم دینا سب اجر کا باعث ہے اور اس کے بہت سے دلائل ہیں۔ (وللہ الحمد)(٤)

کیا صحیحین میں ضعیف احادیث بھی ہیں؟

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ بات درست نہیں کہ صحیحین میں ضعیف احادیث بھی ہیں، بلکہ اس میں موجود تمام متصل ومسند احادیث صحیح ہیں۔ البتہ معلق روایات میں سے کچھ میں ضعف ہے۔(٥)

(۱) [مجموع فتاوى ابن باز (۲۵/۵۵)] (۲) [بخاری (۱۷۸۹) كتاب الحج : باب يفعل في العمرة]
(۳) [صحیح : صحيح الجامع الصغير (٦٥٧٧)] (٤) [مجموع فتاوى ابن باز (۲۵/۵۷)]
(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة (٤/٣٧٣)]

شیخ ابن بازؒ فرماتے ہیں کہ جن اہل علم کی یہ رائے ہے ان کا موقف شاذ ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کی صحت پر اہل علم کا اتفاق ہے اور دونوں کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن صلاحؒ نے وضاحت فرمائی ہے۔ البتہ صحیحین میں موجود بعض ایسے راوی جن میں ضعف ہے جیسے اسماعیل بن ابی اویس اور عمر بن حمزہ وغیرہ۔ تو شیخین نے ان کی صرف وہی احادیث منتخب کی ہیں جن میں کوئی علت نہیں کیونکہ بعض اوقات کسی راوی کے پاس بہت سی احادیث ہوتی ہے جن میں کچھ غلطی پر مبنی یا اختلاط کے بعد کی ہوتی ہیں۔ شیخین کو ان کا علم تھا لہٰذا انہوں نے اپنی کتب میں صرف وہی روایات نقل کیں جو ہر قسم کے عیب سے سالم تھیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخین نے جو کچھ بھی (صحیحین میں) نقل کیا ہے اسے تلقی بالقبول حاصل ہے اور جو بھی ان پر کلام کرے گا اس کی بات قابل توجہ نہیں ہوگی۔ (۱)

عصر حاضر تک اتصالِ سند کا وجود

سعودی فتویٰ کمیٹی کا کہنا ہے کہ بعض علما ایسے ہیں جن کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہے مگر اس کی کوئی قیمت نہیں کیونکہ ایک تو ایسی اسناد بہت طویل ہیں اور دوسرے یہ کہ ان میں عدل وضبط کے اعتبار سے بہت سے رواۃ مجہول ہیں۔ (۲)

بذریعہ سنت قرآن کی تخصیص ونسخ

سنت خواہ خبر متواتر ہو یا خبر آحاد قرآن کی تخصیص کر سکتی ہے جیسا کہ اول خلیفہ راشد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہی یہ چیز ثابت ہے۔ قرآن کریم میں وراثت کی تقسیم کا عمومی حکم ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ موجود ہے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خبر واحد کے ذریعے انبیاء کی میراث کو اس سے خاص کیا اور فرمایا کہ ہم محمد ﷺ کی میراث ان کی اولاد میں تقسیم نہیں کریں گے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ہم جو بھی میراث چھوڑ جائیں وہ صرف صدقہ ہی ہوتی ہے، بطورِ وراثت تقسیم نہیں کی جاتی۔'' (۳) تاہم بذریعہ خبر واحد قرآن کے نسخ کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے کے مطابق بذریعہ خبر واحد قرآن کا نسخ جائز نہیں جبکہ اہل ظاہر کے نزدیک یہ جائز ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے تو وہ دین وشریعت ہونے میں قرآن کی مانند ہی ہے خواہ سنت متواتر ہو یا آحاد۔ لہٰذا بذریعہ خبر واحد قرآن کا نسخ بھی جائز ہے۔ (۴) یہی بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم)

پنجاب یونیورسٹی میں حدیث پر لکھے گئے P.H.D اور M.Phil کے چند اہم مقالات

1- الوضع في الحديث النبوي الشريف وفتنته في العهد الاموي والعباسي - مرتب: مولود مراد اسماعیل

---

(۱) [مجموع فتاوی ابن باز (۷۰/۲۵)]
(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة (۳۷۱/٤)]
(۳) [بخاری (۳۰۹۳) کتاب فرض الخمس]
(٤) [توجیه النظر الی اصول الأثر (۳۱۷/۱)]

-2 المرسل مکانته وحجیته فی ضوء اقوال الفقهاء والمحدثین - مرتب: سید علی اصغر چشتی

-3 مقدمۃ الحدیث للشیخ محمد ادریس الکاندهلوی - مرتب: تاج الدین الازہری

-4 The Role of Tradition in Islam - مرتب: ملک محمد اسلم

-5 انکار السنۃ والبواعث فی العالم العربی - مرتب: محمد اسلم صدیقی

-6 حجیت حدیث کے ادب کا تنقیدی جائزہ - مرتب: محمد عبداللہ عابد

-7 فهارس تحلیلیة لفتح الباری للحافظ ابن حجر عسقلانی - مرتب: جمیلہ سڈل

-8 کشف مشکل حدیث الصحیحین لابی الفرج ابن جوزی - تحقیق ودراسہ الجزء الاول: نصر ابراہیم فضل البناء

-9 المعجم الصغیر للطبرانی - تحقیق ودراسہ: عبدالجبار بن احمد

-10 المستفاد من مبهمات المتن والاسناد - تحقیق ودراسہ: محمد بکار زکریا

-11 الجمع بین الصحیحین بخاری ومسلم - تحقیق ودراسہ: محمد بن عبدالمنعم

-12 الامام ابن الجوزی وكتابه "الموضوعات" - تحقیق ودراسہ: محمد احمد القیسیہ الندوی

-13 دراسات فی احوال الرواۃ الذی تکلم فیهم الحافظ الهیثمی - مرتب: عاصم عبداللہ ابراہیم

-14 الامام السیوطی محدثا - مرتب: بدیع السید الحام

-15 سند ومتن کے نقد میں شیخ البانی کا معیار تحقیق - مرتب: حافظ عمران ایوب

سنت و بدعت کے موضوع پر لکھی جانے والی چند اہم کتب

-1 اصول السنة - از امام احمد بن حنبل

-2 السنة - از عبداللہ بن احمد بن حنبل

-3 السنة - از احمد الخلال ابوبکر

-4 السنة - از امام مروزی

-5 السنة - از ابن ابی عاصم

-6 الاعتصام - از امام شاطبی

-7 منهاج السنة النبویه - از شیخ الاسلام ابن تیمیہ

-8 اعلام الموقعین - از امام ابن قیم

-9 دفع شبهات المستشرقین حول السنة - از احمد محمد بوقرین

-10 قواعد وأسس فی السنة والبدعة - از حسام الدین

-11 نور السنة وظلمات البدعة - از سعید بن علی القحطانی

-12 فضل اتباع السنة - از محمد عمر بازمول

-13 شبهات حول السنة - از عبدالرزاق عفیفی

-14 من ضوابط فهم السنة - از احمد بن محمد فکیر

-15 ابن قیم وجهوده فی خدمة السنة - از جمال بن محمد السید

-16 منزلة السنة فی التشریع - از ابراہیم بن فتحی

-17 منزلة السنة فی الاسلام - از شیخ ناصر الدین البانی

-18 دفاع عن الحدیث النبوی - از شیخ البانی

-19 الحدیث حجة بنفسه فی العقائد والاحکام - از شیخ البانی

-20 مفاتح تدبر السنة - از خالد بن عبدالکریم اللاحم

-21 الباعث علی انکار البدع - از ابوشامہ عبدالرحمٰن

-22 البدع وأثرها السیئ فی الامة - از شیخ سلیم ہلالی

-23 دعوة أهل البدع - از خالد بن احمد زہرانی

-24 البدع - از ابن وضاح قرطبی

-25 التحذیر من البدع - از شیخ ابن باز

-26 البدعة وأثرها فی محنة المسلمین - از ابواسحٰق حوینی

-27 الحث علی اتباع السنة والتحذیر من البدع - از عبدالمحسن بن حمد العباد البدر

باب الاحادیث الضعیفة عن السنة والبدعة

سنت اور بدعت سے متعلق ضعیف احادیث کا بیان

(1) ﴿ إِنَّهَا تَكُوْنُ بَعْدِىْ رُوَاةٌ يَرْوُوْنَ عَنِّى الْحَدِيْثَ فَاعْرِضُوْا حَدِيْثَهُمْ عَلَى الْقُرْآنِ ﴾ ''میرے بعد کچھ ایسے رواۃ ہوں گے جو میری طرف منسوب کر کے حدیث بیان کریں گے تم ان کی حدیث قرآن پر پیش کرنا۔''(۱)

(2) ﴿ مَا حُدِّثْتُمْ عَنِّىْ مِمَّا تَعْرِفُوْنَهُ فَخُذُوْهُ وَ مَا حُدِّثْتُمْ عَنِّىْ مِمَّا تُنْكِرُوْنَهُ فَلَا تَاْخُذُوْا بِهِ ﴾ ''اگر تمہیں میری طرف منسوب کر کے کوئی ایسی روایت بیان کی جائے جو اس معروف کے مطابق ہو جس سے تم آشنا ہو تو اسے قبول کر لو اور اگر کوئی ایسی روایت بیان کی جائے جسے تم منکر سمجھو تو اسے قبول نہ کرو۔''(۲)

(3) ﴿ يَا جَابِرُ ! اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهِ ﴾ ''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔''(۳)

(4) ﴿ آلُ مُحَمَّدٍ كُلُّ تَقِىٍّ ﴾ ''آلِ محمد ساری متقی ہے۔''(٤)

(5) ﴿ كَلَامِىْ لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَ كَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ كَلَامِىْ ﴾ ''میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتا مگر اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے۔''(٥)

(6) ﴿ إِذَا مَاتَ صَاحِبُ بِدْعَةٍ فُتِحَ فِى الْإِسْلَامِ فَتْحٌ ﴾ ''جب کوئی بدعتی فوت ہوتا ہے تو اسلام کو فتح حاصل ہوتی ہے۔''(٦)

(7) ﴿ يَكُوْنُ فِىْ أُمَّتِىْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ أَضَرَّ عَلَى أُمَّتِىْ مِنْ إِبْلِيْسَ وَ يَكُوْنُ فِىْ أُمَّتِىْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِىْ ﴾ ''میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس (یعنی امام شافعی) ہوگا، وہ میری امت کے لیے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوگا۔ اور میری امت میں ایک آدمی ابوحنیفہ نامی ہوگا، وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔''(۷)

---

(۱) [**ضعیف** : السلسلة الضعيفة (١٠٨٧) دارقطنى (٢٠٨/٤ـ٢٠٩) الإحكام لابن حزم (٧٦/٢)]

(۲) [**ضعیف جدا** : السلسلة الضعيفة (١٠٩٠) الكامل لابن عدى (٣٣٨/٤) سير اعلام النبلاء (٥٢٤/٩)]

(۳) [**موضوع** : آثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة (ص : ٤٢) كشف الخفاء (٢٦٥/١)]

(٤) [**ضعيف** :[السلسلة الضعيفة (١٣٠٤) المقاصد الحسنة (ص : ٤٠) كشف الخفاء (١٨/١)]

(٥) [**موضوع** :العلل المتناهية لابن جوزى (١٣٢/١) ضعيف الجامع للألبانى (٤٢٨٥)]

(٦) [**ضعيف** : العلل المتناهية (١٤٦/١) أسنى المطالب (ص : ٤٧) تذكرة الموضوعات (ص : ١٦)]

(٧) [**موضوع** : الموضوعات لابن جوزى (٤٣/١) اللآلى المصنوعة (٤١٧/١)] السلسلة الضعيفة (٥٧٠)]

(8) ﴿ أَهْلُ بَيْتِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ ﴾ ''میرے اہل بیت ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''(١)

(9) ﴿ اتَّبِعُوا الْعُلَمَاءَ فَإِنَّهُمْ سُرُجُ الدُّنْيَا وَ مَصَابِيحُ الْآخِرَةِ ﴾ ''علما کی پیروی کرو کیونکہ وہ دنیا کے چراغ اور آخرت کی قندیلیں ہیں۔''(٢)

(10) ﴿ مَنْ قَالَ فِيْ دِيْنِنَا بِرَأْيِهِ فَاقْتُلُوْهُ ﴾ ''ہمارے دین میں جو اپنی رائے سے بات کہے اسے قتل کر دو۔''(٣)

(11) ﴿ مَنْ أَدَّى إِلَى أُمَّتِيْ حَدِيْثًا يُقِيْمُ بِهِ سُنَّةً أَوْ يُثْلِمَ بِهِ بِدْعَةً فَلَهُ الْجَنَّةُ ﴾ ''جو میری امت تک ایسی حدیث پہنچائے جو کسی سنت کو قائم کر دے یا کسی بدعت کا خاتمہ کر دے تو اس کے لیے جنت ہے۔''(٤)

(12) ﴿ مَنْ مَشَى إِلَى صَاحِبِ بِدْعَةٍ لِيُوَقِّرَهُ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ ﴾ ''جو کسی بدعتی کی طرف اس کی تعظیم کی غرض سے جائے اس نے اسلام کو ڈھانے پر تعاون کیا۔''(٥)

(13) ﴿ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ إِلَّا بِدْعَةٌ فِي الْعِبَادَةِ ﴾ ''ہر بدعت گمراہی ہے سوائے عبادت میں بدعت کے۔''(٦)

(14) ﴿ أَهْلُ بَيْتِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ ﴾ ''میرے اہل بیت ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''(٧)

(15) ﴿ اخْتِلَافُ أُمَّتِيْ رَحْمَةٌ ﴾ ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔''(٨)

---

(١) [موضوع : الفوائد المجموعة (٣٩٧) تذكرة الموضوعات (ص : ٩٨) السلسلة الضعيفة (٦٢)]

(٢) [موضوع : كشف الخفاء (٣٦/١) تنزيه الشريعة المرفوعة (٣١٥/١) السلسلة الضعيفة (٣٧٨)]

(٣) [موضوع : الموضوعات (٩٤/٣) اللآلي المصنوعة (١٥٤/٢) كشف الخفاء (٢٧٠/٢)]

(٤) [موضوع : السلسلة الضعيفة (٩٧٩)]

(٥) [ضعيف : مجمع الزوائد (٤٤٧/١) اللآلي المصنوعة (٢٣٢/١)]

(٦) [موضوع : المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (ص : ١٣٥)]

(٧) [موضوع: الفوائد المجموعة للشوكاني (٣٩٧) تذكرة الموضوعات (ص : ٩٨) السلسلة الضعيفة (٦٢) تنزيه الشريعة المرفوعة (٤٧٩/١)]

(٨) [موضوع :الأسرار المرفوعة (٥٠٦) تنزيه الشريعة (٤٠٢/٢) السلسلة الضعيفة (١١)]

قرآن کریم کے بعد صحیح ترین احادیث کی پہلی اردو شرح

سلسلہ 1 احادیث صحیحہ

قرآن کریم کے بعد صحیح ترین احادیث کی پہلی اردو شرح

جواہر الایمان

شرح

اللؤلؤ والمرجان

فیما اتفق علیہ الشیخان (للفؤاد عبد الباقی)

تشریح وتخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری



ترجمہ: مولانا محمد داود راز رحمہ اللہ
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

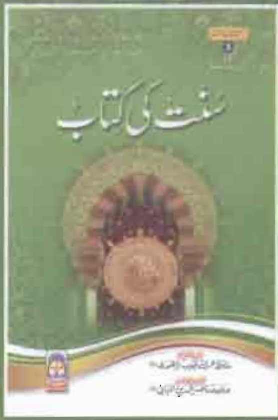
ازافادات: حافظ احمد بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
حافظ یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ

تفہیم کتاب وسنت کا تحقیقی وطباعتی ادارہ
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
لاہور — پاکستان
0300-4206199
Website: fiqhulhadith.com, E-Mail: editor@fiqhulhadith.com

تفہیم کتاب وسنت

3

کتاب السنۃ



- سنت مراد الٰہی تک پہنچنے کا اولین ماخذ ہے اور سنت کی موافقت کسی بھی عمل کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط ہے۔ اگر سنت کو ترک کر دیا جائے تو نہ قرآن کی تفہیم ممکن ہے اور نہ ہی کسی عمل کی قبولیت۔ اسی وجہ سے کتاب اللہ میں جابجا اتباع سنت کی ترغیب دکھائی دیتی ہے۔
- سنت کے بالمقابل بدعت ہے جو بظاہر تو نیکی کا لبادہ اوڑھے ہوتی ہے مگر دین میں خودساختہ ایجاد ہونے کی وجہ سے قابل مذمت ہے۔ اس کی معرفت تفہیم سنت کے لیے اسی طرح ضروری ہے جیسے تفہیم توحید کے لیے شرک کی۔ پیش نظر کتاب میں انہی دونوں اہم موضوعات «**سنت اور بدعت**» سے متعلقہ ابحاث قلمبند کی گئی ہیں۔
- ابتدائے کتاب میں مفصل مقدمہ درج ہے جس میں حدیث وسنت سے متعلقہ جملہ مباحث (جیسے مفہوم حدیث، تدوین حدیث، تحقیق حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، فن تخریج، سنت اور مستشرقین، سنت اور خواتین، سنت اور علمائے برصغیر وغیرہ) کا بالاختصار احاطہ کرتے ہوئے قارئین کے علمی استفادے کا بہت سارا سامان مہیا کیا گیا ہے۔
- سنت سے متعلقہ اُمور ذکر کرتے ہوئے سنت کی حقیقت، فضیلت، اہمیت، اتباع، صحابہ، صحابیات اور ائمہ کی نظر میں سنت کی اہمیت وغیرہ جیسے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے اور بدعت کے بیان میں بدعت کی حقیقت، اس سے اجتناب، اس کی مذمت، نقصانات، اسباب، اہل بدعت سے کنارہ کشی اور چند معروف بدعات کا ذکر شامل ہے۔
- مکمل کتاب دلائل وحوالہ جات سے مزین، تخریج وتحقیق کے اعلیٰ معیار، بہترین کمپوزنگ اور عمدہ سرورق پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہر گھر کی ضرورت اور ہر لائبریری کی زینت ہے۔
- امید ہے کہ یہ کاوش سنت اور بدعت کے موضوع پر تشنگان علم کی تشفی کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسے سب کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین!)

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ حفظہ اللہ
شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

S 30

تفہیم کتاب وسنت کا تحقیقی وطباعتی ادارہ
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
لاہور — پاکستان
0300-4206199
Website: fiqhulhadith.com, E-Mail: editor@fiqhulhadith.com